بهجة الدرر
علی
نزهة النظر
شرح اُردو
نخبة الفكر
شارح: مولانا محمد ارشاد القاسمی

بهجة الدرر
على
نزهة النظر
شرح اردو
نخبة الفكر
شارح: مولانا محمد ارشاد القاسمی

پیش لفظ

پیش نظر کتاب "نزهة النظر" اصول حدیث پر ایک نہایت ہی مشہور، جامع، دقیق و غامض کتاب ہے۔ اس کا یہ ترجمہ ہے۔

اصول حدیث پر ارباب فن کی بکثرت تالیفات ہیں مگر علمی اور درسی دنیا میں جو حیرت انگیز مقبولیت اسے ملی۔ دوسرے کو نہیں، اور کیوں نہ ملتی؟ مؤلف سے تالیف کا مرتبہ اور اس کی حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ جو علمی اور حدیث کی دنیا میں مثل آفتاب روشن ہیں۔ حدیث اور اصول حدیث، رجال اسی وسیع و دقیق نظر رکھتے ہیں۔ جن کا مثل متقدمین و متاخرین میں نہیں۔

ان فنون مختلفہ پر ان کی مایہ ناز بیش بہا تالیفات شاہد ہیں۔ جو تحقیق اور وسعت نظر کی وجہ سے دیگر تمام تالیفات پر فائق ہیں۔

متن نخبۃ الفکر کی شرح نزہۃ النظر کے نام سے خود ہی مؤلف نے لکھی ہے۔

متن صد درجہ غامض دقیق، مجمل ہونے کی وجہ سے قابل شرح تھی۔ چنانچہ مؤلف نے اس کی توضیح اور استفادہ کو سہل کرنے کے لئے شرح لکھی۔ مگر مؤلف کی ذہانت اور دقت نظر سے شرح بھی متن کی طرح قابل شرح ہو گئی۔ جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے اجلہ علماء نے اس کی شرح لکھی۔

کتاب اپنے موضوع پر جامع اور تمام متعلقہ امور پر حاوی ہونے کی وجہ سے گو غامض دقیق و صعب تھی مگر مقبول ہوئی۔ مدارس میں نصاب داخل ہوئی۔ عموماً یہی ایک کتاب ہمارے دور کے نظام نصاب میں داخل ہے۔ اردو میں تو کیا خود عربی میں بھی اس کی شرح کم پائی جاتی ہے جس میں طلباء کے مزاج اور ذوق اور ضرورت کی رعایت کی گئی ہو۔ درسی ماحول میں عرصہ سے شرح کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی، جس میں موجودہ دور کے طلباء اور مستفیدین کے ذوق کی رعایت کرتے ہوئے حل عبارت،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الشیخ الامام العالم العامل الحافظ وحید دهره و اوانه و فرید عصره و زمانه شهاب الملة والدین ابو الفضل احمد بن علی العسقلانی الشهیر بابن حجر اثابه الله الجنة بفضله و کرمه .

ترجمہ :- ایسے شیخ نے فرمایا جو عالم متقی باعمل ہے اپنے وقت و زمانہ کا یکتا اور اپنے عہد و عصر کا دریکتا ہے۔ جو شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی عسقلان کے باشندے ہیں۔ ابن حجر کی کنیت سے مشہور ہیں۔

"خدائے پاک اپنے فضل و کرم سے انہیں جنت نوازے"

تشریح :- اصل کتاب کی ابتدا تو بسم اللہ کے بعد الحمد للہ الذی لم یزل سے ہو رہی ہے۔
یہ شروع کے جملے جو مولف کے تعارف پر مشتمل ہیں کسی شاگرد یا دوسروں کے الحاق ہیں۔ جو ادبا و اکرام آغاز کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ مولف کے تعارف سے تالیف کی حیثیت اور مرتبہ واضح ہو جائے۔

لغات :- الشیخ رئیس، پیشوا، بزرگ، علم و مرتبہ کے اعتبار سے بڑا شخص۔ شیخ الحدیث، حدیث پاک میں بلند مرتبہ پر فائز۔ عرف عام میں حدیث کی انتہائی کتب مثلاً بخاری شریف کا ماہر استاذ۔ یہاں مراد کامل فن لیا جا سکتا ہے۔ "شیخ" بوڑھا ہونا۔ شیخ بوڑھا آدمی۔ جمع شیاخ و شیوخ۔ عموماً اس کا استعمال عقیدۃً یا حقیقتاً کسی بڑے صاحب علم و عمل پر ہوتا ہے خواہ کبر سن رسیدہ ہو یا نہ ہو۔

الامام :- پیشوا، مقتدیٰ، جمع ائمہ۔ "ام" امامۃ، پیشوائی، قائد ہونا۔

العامل :- عمل کرنے والا۔ مراد عالم باعمل اعمال صالحہ سے متصف۔ جمع عمال، عاملین، عملۃ "ف" "عمل" کرنا۔ عمل۔ کام و مزدوری کرنا۔

الحافظ :- یاد کرنے والا۔ مراد کتاب و سنت اور شریعت کا حافظ۔ "حفظ" یاد کرنا۔ جمع حفاظ۔ اصطلاح فن حدیث میں۔ جسے ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔

وحید :- یکتا، اکیلا، نادر، واحد، اکیلا۔ مگر تنہا وحدہ کے ساتھ خاص ہے۔

دهر :- زمانہ، جمع دهور، ادهر۔ عموماً طویل مدت پر اطلاق ہوتا ہے۔

اوان:- آن کی جمع بمعنی زمانہ۔
فرید:- تنہا اکیلا، وہ موتی جو سیپ میں اکیلا ہو۔ جمع فرائد۔ فرد۔ اکیلا۔
عصر:- زمانہ۔ دن کا آخری حصہ۔ عصران، صبح و شام۔ جمع اعصر و عصور۔
شہاب:- ٹوٹا تارہ، روشن تارا، چمک۔ جمع، شُہب، شہبان۔
مِلّۃ:- مذہب، راستہ۔ قوم۔ جمع مِلل۔
دین:- مسلک، مذہب، جمع ادیان۔
ابوالفضل:- صاحب فضل و کمال۔ جو فضل کا مخزن ہو۔ شاید فضل نامی لڑکا ہو جس کی بنا پر یہ کنیت ہو۔
عسقلانی:- "عسقلان" کا اسم منسوب ہے۔ عین کے فتح سین کے سکون کے ساتھ ساحل شام کے قریب ایک مقام
الشہیر۔ بمعنی مشہور۔ فعیل بمعنی مفعول۔ شہرت یافتہ۔
ابن حجر:- حجر بمعنی پتھر۔ ابن حجر کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ جودت ذہن صلابت و استحکام رائے میں مثل پتھر کے۔ یا کثرت ذہب و فضہ کی وجہ سے۔ کہ حجر کا اطلاق ذہب و فضہ پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی صاحب مال۔ یا اس وجہ سے کہ سلسلہ نسب میں پانچویں پشت پر حجر نامی شخص کی وجہ سے ابن حجر سے مشہور ہوئے۔
المثابۃ:- جزاء و ثواب، دینا ثواب۔ جزاء حسنہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ افعال سے ماضی واحد مذکر
بفضلہ و کرمہ:- یعنی اعطاء جنت فضل و نوازش خداوندی سے ہو۔ نہ کہ عمل صالح کا بدل اور عوض جو کہ معتزلہ کا مسلک ہے۔

مولف کی مختصر سوانح

احمد نام، ابوالفضل کنیت، شہاب الدین لقب، ابن حجر سے مشہور۔ مصر کے قدیم محلہ میں ۲۳/شعبان ۷۷۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ۴/سال کی عمر میں والد محترم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اولاً کلام پاک حفظ کیا۔ ۹/سال کی عمر میں حافظ ہو گئے۔ بے انتہا ذہین، فطین، قوت حفظ کے مالک تھے۔ عمدۃ الطالب الحاوی مختصر ابن حاجب از بر محفوظ روزانہ اعادہ

میں شیخ زین الدین عراقی، سراج الدین بلقینی، ابن ملقن، نور الدین ہیثمی، مجد الدین
صاحب القاموس جیسی بلند ہستیاں ہیں۔ شیخ عراقی کے محبوب تلامذہ میں تھے۔ لاتعداد
مشائخ سے حدیث کی روایت حاصل کی تمام علوم میں بالخصوص حدیث و اصول حدیث میں
تو ایسا جامع اور ماہر شخص پیدا نہیں ہوا۔ حفظ و فہم میں حیرت زدہ تھے۔ زمانہ نے بڑے
بڑے علمی خطابات سے نوازا۔ ڈیڑھ سو سے زائد اہم جامع علمی کتابوں کے مولف۔
تالیف ایسا اہم کہ ان کتابوں کی مراجعت کے بغیر کوئی حدیث و اصول حدیث میں
کامیاب نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری، اصابہ، تہذیب ان کی مایہ ناز شاہکار تالیفات ہیں۔
سرعت قرأت کی یہ عبارت کہ چار مجلس میں مسلم ختم۔ علم و فضل کا یہ روشن آفتاب ۸۰ سال
کی عمر پا کر ۸۵۲ھ میں جنت رسید ہو گیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا حَیًّا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَ اَشْہَدُ
اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اُکَبِّرُہٗ تَکْبِیْرًا، وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ
رَسُوْلُہٗ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ
نَذِیْرًا وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

ترجمہ:- تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہے جو ہمیشہ سے عالم، صاحب قدرت، زندہ، قائم،
سننے اور دیکھنے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا
شریک نہیں اور اس کی خوب بڑائی بیان کرتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور رحمت نازل ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
جو تمام انسانوں کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں بشارت دینے کے لئے اور ان کے آل پر
ان کے اصحاب پر اور سلامتی نازل ہو خوب سلامتی کثرت کے ساتھ۔

لغت:- الحمد۔ اوصاف جمالیہ کمالیہ کو زبان سے بیان کرنا۔ خواہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا
نہ ہو۔ شکر منعم کی تعظیم و اکرام خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضاء و جوارح سے۔

حمد کی چار قسمیں ہیں۔ حمد قدیم بالقدیم۔ وہ حمد جس میں حامد و محمود دونوں قدیم ہوں۔
حمد حادث کا حادث۔ وہ حمد تعریف جس میں حامد و محمود دونوں حادث ہوں۔ جیسے زید کا قول

نعم الرجل فاعل نہ تقدیر کے لحاظ سے ہوتا جس میں تمام حادث ہوا۔ شمولیت کے ہوتے
ہوتے ہیں وہ قول خدائے پاک کی شان میں الحمد للہ۔ یہی شکل یہاں ہے۔

متقدمین کبھی معنوی رعایت کرتے ہوئے جملہ فعلیہ لایا جاتا ہے۔ کبھی صوری
رعایت کرتے ہوئے جملہ اسمیہ لایا جاتا ہے تاکہ استمرار و دوام کا مفہوم ظاہر ہو۔

لم یزل۔ نفی نفی اثبات جس سے دوام و استمرار ثابت ہو رہا ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ
صفات باری ازلی ہیں۔ حادث و ممکن نہیں جیسا کہ معتزلہ صفات حادث مانتے ہیں۔

صلاۃ۔ دعا اور طلب رحمت کے معنی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہوتی تو
طلب کے معنی محذوف ہو گئے۔ صلوٰۃ مشترک ہے معانی ثلاثہ کے درمیان۔ صلاۃ جب
خدا کی طرف نسبت ہو تو رحمت۔ جب ملائکہ کی طرف نسبت ہو تو استغفار۔ جب
بندے کی طرف نسبت ہو تو تسبیح مراد ہوگا

سیدنا۔ اصل میں سیود تھا۔ بقاعدہ اعلال سیّد ہوا۔ بمعنی سردار رئیس۔

مرسل۔ رسول۔ بھیجنا۔ رسول وہ نبی ہے جو مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہو۔ ساتھ
میں کتاب اور مستقل شریعت بھی ہو۔

للناس۔ لام انتفاع کے لئے ہے۔ الناس۔ اس کا واحد نہیں بعضوں کے نزدیک انس کی
جمع الناس آئی ہے۔ مراد اس سے تمام انسان ہیں خواہ کسی عہد کے ہوں۔ ابتداء اس میں سب
داخل ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ تمام مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ہیں حتی کہ حیوانات و
جمادات کی طرف بھی۔

کافۃ۔ مصدر ہے یا تو مفعول مطلق۔ جمع ہے۔ اسم آ بمعنی ارسال کافۃ بکاف کی ضمیر منصوب
سے حال واقع ہے۔ اس کی تاء تانیث کے لئے نہیں ہے جیسے کہ علامۃ میں۔ ایک غیر ثقہ
قول ہے کہ یہ ناس سے حال واقع ہے۔

آل۔ خاندان کنبہ۔ علماء بصرہ کے نزدیک اس کا اصل اہل ہے ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا پھر آمن
کے قاعدہ سے آل کر دیا گیا۔ اس کی دلیل اُھیل تصغیر آتا ہے۔ کہ تصغیر اسم کے اصل
کو ظاہر کرتی ہے۔ علماء کوفہ کے نزدیک اس کی اصل اول واو کے ساتھ ہے۔ واو کو ہمزہ
کر دیا گیا۔ جیسے وجوہ سے اجوہ کر دیا گیا ہے۔

اس سے قبل کسی اور کی تصنیف ہو اور یہ تو تنہا ہی ہو۔

فمن: مَن جارہ تبعیضیہ ہے۔

صنّف: جمع کرنا۔ کتاب لکھنا۔ منتشر مضامین کو یکجا کرنا۔ گویا اس کے لئے تالیف آتا ہے۔

رامہرمزی: میم کا فتحہ ہا کا ضمہ راء ساکن میم ثانیہ کا ضمہ اس کے بعد زاء ہے منسوب ہے علاقہ خوزستان کا ایک غیر مشہور شہر ہے جہاں کے یہ باشندہ تھے۔

کتابه: یہ منصوب ہے مفعول ہے فعل محذوف کی بنیاد پر اس کا فاعل مَن ہے یعنی تصنیف کی۔

المحدث الفاصل: کتاب کا نام ہے۔ کتابہ سے بدل ہے۔

لکنه: یہ جملہ استدراکیہ ہے۔ ضمیر منصوب کا مرجع کتاب اور مولف دونوں قرار دیا جاسکتا ہے۔

لم یستوعب: استیعاب: مکمل کرنا، پورا کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ فن کے مباحث پورے طور پر نہ آسکے۔

نیشاپور: خراسان کا ایک مشہور مردم خیز شہر ہے۔

ولم یرتب: مطلب یہ ہے کہ جو مکمل تھی مگر مہذب اور مرتب نہ تھی جس کی وجہ سے استفادہ مشکل تھا۔

فتلاه: یتلو: تابع ہونا، بعد میں آنا یعنی ان کے بعد آئے اور حاکم کی کتاب پر کام کیا۔

مستخرجا: کسرہ کے ساتھ ترکیب میں حال واقع ہے یہاں اس کا عامل تلا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حاکم کے فروگذاشت مضامین کو جمع کیا۔ جن کو انھوں نے ذکر نہیں کیا تھا۔

وابقى اشیاء: یعنی کچھ کام باقی رکھا جسے بعد میں آنے والے کر سکتے ہیں۔

ثُمَّ جَاءَ بَعْدَهُمُ الْخَطِيبُ أَبُوبَكْرٍ الْبَغْدَادِيُّ فَصَنَّفَ فِي قَوَانِينِ الرِّوَايَةِ كِتَابًا سَمَّاهُ الْكِفَايَةَ وَفِي آدَابِهَا كِتَابًا سَمَّاهُ الْجَامِعَ لِآدَابِ الشَّيْخِ وَالسَّامِعِ وَقَلَّ فَنٌّ مِنْ فُنُونِ الْحَدِيثِ إِلَّا وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ كِتَابًا مُفْرَدًا وَكَانَ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ أَبُوبَكْرِ بْنُ نُقْطَةَ كُلُّ مَنْ أَنْصَفَ عَلِمَ أَنَّ الْمُحَدِّثِينَ بَعْدَ الْخَطِيبِ عِيَالٌ عَلَى كُتُبِهِ

ترجمہ: — اس کے بعد ابوبکر خطیب بغدادی آئے انھوں نے اصول روایت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام کفایہ رکھا اور اس کے آداب پر ایک کتاب لکھی جس کا نام الجامع لآداب الشیخ والسامع رکھا۔

فن حدیث میں کم ہی ایسا ہو گا کہ خطیب بغدادی نے مستقل کوئی کتاب نہ لکھی ہو۔ حافظ ابوبکر بن نقطہ نے کہہ دیا کہ جو انصاف کی نظر سے دیکھے گا جان لے گا کہ خطیب کے بعد کے سارے محدثین ان کی تالیفات کے محتاج ہیں۔

الخطیب۔ مسلک شافعی کے عالم نہایت ہی بلند پایہ محدث اور ماہر فنون حدیث۔ انواع علوم حدیث پر قریب ۶۰ کتابوں کے مؤلف جن میں زیادہ تر اصول حدیث سے متعلق ہیں۔ ان کی گرانقدر تالیف تاریخ بغداد ہے جو ۱۴ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ مؤلف کی دعا کے نتیجے میں خود ان کی زندگی میں مشہور ہو گئی تھی۔ الکفایہ کا پورا نام۔ الکفایہ فی قوانین الروایہ ہے۔ فنون الحدیث۔ انواع علوم حدیث۔ اس کی بہت قسمیں اور نوعیں ہیں۔ ابن صلاح صاحب مقدمہ نے ۶۵ نوعیں۔ اور ابن ملقن نے دو سو سے زائد انواع شمار کرائے ہیں۔

کتابا مفردا۔ ہر موضوع پر مستقل کتاب لکھی۔ مثلاً السابق واللاحق۔ روایۃ الابناء عن الآباء، تمییز متصل الاسانید۔ خطیب بغدادی نے ہر فن پر کتابیں لکھی ہیں کہ بعد میں آنے والا ان کی کتابوں سے فائدہ اٹھائے بغیر نہ رہ سکے۔ ابن نقطہ کے قول کا یہی مفہوم ہے کہ ہر شخص ان کی تالیفات کا محتاج ہو گا۔

ثم جاء بعدهم بعض من تأخر عن الخطيب فأخذ من هذا العلم بنصيب فجمع القاضي عياض كتاباً لطيفاً سمّاه الإلماع و أبو حفص الميانجي جزءاً سمّاه ما لا يسع المحدث جهله و أمثال ذلك من التصانيف التي اشتهرت و بسطت ليتوفر علمها و اختصرت ليتيسر فهمها۔

ترجمہ:- اس کے بعد وہ حضرات آئے جو خطیب کے بعد تھے انہوں نے علم سے ایک وسیع حصہ حاصل کیا۔ قاضی عیاض نے بھی ایک رسالہ لکھا جس کا نام الالماع رکھا۔ ابو حفص میانجی نے بھی ایک جز تالیف کیا جس کا نام ما لا یسع المحدث جہلہ ہے۔ ان جیسی اور بھی تالیفات ہیں جو مشہور ہیں مبسوط اور مختصر بھی ہیں تاکہ ان کا علم زیادہ عام ہو اور مختصر بھی تاکہ ان کا حفظ و فہم آسان ہو۔

جاء بعدهم۔ یعنی خطیب بغدادی کے بعد اس فن کے بہت علماء ہوئے

من هذا العلم. اس کا اشارہ اصول حدیث کی طرف بھی اور خطیب بغدادی کے علوم کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔

بنصیب. یعنی حظ عظیم۔ یعنی بہت زیادہ معلومات حاصل کیا۔

القاضی عیاض. فن حدیث کے بلند پایہ نامور ہستیوں میں ہیں۔ شفاء، مشارق جیسی کتابوں کے مولف ہیں۔

الالماع. پورا نام کتاب الالماع الی ضبط الروایہ وتقیید السماع ہے۔

میانجی. یہ زبان اردو کا میانجی نہیں ہے۔ میانہ کی تعریب ہے۔ آذربائیجان علاقے کا ایک شہر ہے۔ جو مراغہ سے دو یوم کے فاصلہ پر ہے۔

مالا یسع. یسع بمعنی ینبغی کے ہے۔ جس سے کسی محدث کا ناواقف ہونا مناسب نہیں

و امثال ذلک. اس کے ربط و ترکیب کے متعلق دو احتمال۔ معطوف علیہ ہوا محذوف ہے۔ یا مبتدا ہے خبر کثیر محذوف ہے۔ یعنی اس جیسی بہت ہیں۔

بسطت. فعل مجہول۔ مبسوط و مفصل توفر بمعنی تکثر۔ یعنی زیادتی اور وفور علم۔

اختصرت. مجہول۔ مختصر کہ فہم حفظ آسان ہو۔

إلى أن جاء الحافظ الفقيه تقي الدين أبو عمرو عثمان بن الصلاح عبد الرحمن الشهرزوري نزيل دمشق فجمع لما ولي تدريس الحديث بالمدرسة الأشرفية كتابه المشهور فهذب فنونه وأملاه شيئا بعد شيء فلهذا لم يحصل ترتيبه على الوضع المتناسب واعتنى بتصانيف الخطيب المتفرقة فجمع شتات مقاصدها وضم إليها من غيرها نخب فوائدها فاجتمع في كتابه ما تفرق في غيره فلهذا عكف الناس عليه وساروا بسيره فلا يحصى كم ناظم له ومختصر ومستدرك عليه ومقتصر ومعارض له ومنتصر

ترجمہ۔ یہاں تک کہ فقیہ حافظ تقی الدین ابو عمرو بن صلاح شہرزوری مقیم دمشق آئے۔ جب مدرسہ اشرفیہ میں تدریس حدیث پر مامور ہوئے تو اپنی کتاب مشہور کی تالیف شروع کی اس کے فنون کو مہذب کیا اور تھوڑا تھوڑا املا کرتے رہے۔ اس وجہ سے مناسب وضع پر نہ ہو سکی۔ اور خطیب کے منتشر مضامین کی طرف متوجہ ہوئے۔ مختلف مقاصد کو

معارض له۔ یعنی معارضانہ اور اعتراضانہ پہلو سے کلام کرنے والا جیسا ابن ابی الدم نے کیا ہے
منتصر۔ مدد و اعانت کا مفہوم۔ اسکے اجمال و ابہام کو تفصیل و توضیح امور کو واضح کرتا ہے۔

فسألني بعض الإخوان أن ألخص لهم المهم من ذلك فلخصته في أوراق لطيفة سميتها نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر على ترتيب ابتكرته و سبيل انتهجته مع ما ضممت إليه من شوارد الفرائد و زوائد الفوائد فرغب إلي ثانيا أن أضع عليها شرحا يحل رموزها و يفتح كنوزها و يوضح ما خفي على المبتدي من ذلك.

ترجمہ:- پس بعض بھائیوں نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں ان کے لئے اہم امور کی تلخیص کردوں۔ تو میں نے چند ورقوں میں اس کی تلخیص کردی اور اس کا نام نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر رکھا جسے میں نے انوکھی ترتیب سے مرتب کیا اور ایسا راستہ اختیار کیا جس میں میں نے شامل کیا ان امور کو جو ذہن سے دور رہنے والے مشکل ترین مسائل ہیں اور مفید اضافے بھی ہیں۔ پھر دوبارہ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے یہ کہتے ہوئے کہ میں اس پر ایک شرح لکھوں جو ان اشارات کو حل کردے اور اس کے مخفی خزانے کھول دے اور ان امور کی وضاحت کردی جائے جو مبتدی پر مخفی رہتے ہیں۔

حل: فا۔ تعقیبیہ ہے یا سببیہ۔ یعنی ماقبل کے امور مذکورہ سبب سوال ہوئے۔

بعض الاخوان۔ یا تو عام حضرات مراد ہیں۔ یا خاص، بعضوں نے عزالدین ابن جماعہ و زرکشی مراد لیا ہے۔

الخص۔ تلخیص کرے۔ کلام طویل کو مختصر کرنا۔

ذلک۔ مشار الیہ مقدمہ ابن صلاح ہے۔ یعنی اس کے اہم مقاصد کی تلخیص کروں۔

فلخصته۔ ضمیر منصوب کا مرجع امر مہم ہے۔

اوراق لطیفه۔ ورق کی جمع۔ لطیف بمعنی قلیل کے بیان ہے۔ چند مختصر اوراق۔

ابتکرته۔ ابتکار شیٔ کی پہلی چیز کو حاصل کرنا۔ مجرد باکورہ ہر شیٔ کا پہلا حصہ پہلا پھل یعنی ایسی عمدہ ترتیب جس کو مجھ سے قبل کسی نے اختیار نہیں کیا۔

الفرائد فریدہ کی جمع در یکتا۔ مراد معانی لطیفہ اور نکات حسنہ ہیں۔

ہے صرف ما جاء عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شامل ہے۔ اور خبر عام ہے۔ ما جاء عن النبی علیہ السلام وغیرہ کو شامل ہے۔ لہذا حدیث اخص ہوگی اور خبر اعم ہوگی۔ اور قاعدہ ہے خاص کے ہر فرد پر عام صادق آتا ہے لہذا حدیث کو خبر کہا جاسکتا ہے۔ اور عام کا ہر فرد خاص پر صادق نہیں آتا لہذا ہر خبر کو حدیث نہیں کہا جاسکے گا۔ یہی مفہوم ہے من غیر عکس کا۔ کہ ایک جانب سے صدق ہوگا دوسری جانب سے نہیں۔

خیال رہے کہ صاحب کتاب نے اس سلسلہ میں ۳ قول کو ذکر کیا ہے۔ آخر کے ۲ قول کو قیل سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ اول قول ترادف کا اس کے قائل جمہور ہیں۔

فائدہ: اس مقام پر اثر و سنت کی اصطلاح بھی رائج ہے۔ مولف نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اثر۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعی کے اقوال کو کہا جاتا ہے۔ یعنی موقوف و مرفوع دونوں کو۔ فقہاء خراسان کی اصطلاح میں اثر صرف حدیث موقوف کو کہا جاتا ہے۔ سنت۔ جس کی نسبت نبی پاک ﷺ یا صحابی یا تابعی کی جانب ہو یعنی حدیث کے مرادف۔

ماتن نے متن میں خبر اس لئے کہا ہے کہ اس کا مفہوم عام ہے تاکہ سب کو شامل ہو جائے۔ چونکہ حدیث بعض اصطلاح میں جیسا کہ معلوم ہوا خاص ہے۔

وَهُوَ بِاعْتِبَارِ وُصُوْلِهٖ اِلَيْنَا اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ طُرُقٌ اَيْ اَسَانِيْدُ كَثِيْرَةٌ لِاَنَّ طُرُقًا جَمْعُ طَرِيْقٍ وَّ فَعِيْلٌ فِي الْكَثْرَةِ يُجْمَعُ عَلٰى فُعُلٍ بِضَمَّتَيْنِ وَ فِي الْقِلَّةِ عَلٰى اَفْعِلَةٍ وَالْمُرَادُ بِالطُّرُقِ الْاَسَانِيْدُ وَالْاِسْنَادُ حِكَايَةُ طَرِيْقِ الْمَتْنِ وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْاِسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ۔

ترجمہ: وہ خبر ہماری طرف پہنچنے کے اعتبار سے یا تو اس کے طرق کثیر ہونگے۔ کہ طرق جمع ہے طریق کی اور فعیل کی جمع کثرت فُعُل دونوں کے ضمہ کیسا تھ آتی ہے اور جمع قلت افعلۃ کے وزن پر آتی ہے اور مراد طرق سے اسانید ہے۔ اور اسناد طریق متن کی حکایت ہے اور متن وہ ہے جہاں سند ختم ہو جائے۔ یعنی حدیث شروع ہو جائے۔

تشریح: یہاں سے مولف خبر کی تقسیم من حیث الوصول یا قلت و کثرت راوی کے اعتبار سے ذکر کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے خبر کی چار قسمیں ہیں۔ متواتر۔ مشہور۔ عزیز۔ غریب۔

طرق - یہ شئ کثرت ہے۔ جس کا اطلاق دس سے زائد پر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس کی سند میں وہ رواۃ کثیر ہوں۔

الاسانید: اسناد کی جمع ہے۔ لغت میں ٹیک لگانا، بھروسہ کرنا۔ اصطلاح میں وہ طریق کا نام جو متن کی حکایت کرے۔ علامہ طیبی نے یہ تعریف کی ہے۔ اخبار عن طریق المتن۔ (ظفر ا

متن جہاں سند جا کر ختم ہو جائے۔ بعضوں نے کہا۔ وہ الفاظ حدیث جن سے معانی متعلق ہوں۔ سند اور زون، متن کو مروی بھی کہا جاتا ہے، جس کی جمع روات و مرویات آتی ہے

وتلك الكثرة احد شروط التواتر اذا وردت بلا حصر عدد معين بل تكون العادة قد احالت تواطؤهم على الكذب و كذا وقوعه منهم اتفاقا من غير قصد فلا معنى تعيين العدد على الصحيح و منهم من عينه في الاربعة و قيل في الخمسة و قيل في السبعة و قيل في العشرة و قيل في الاثني عشر و قيل في الاربعين و قيل في السبعين و قيل غير ذلك و تمسك كل قائل بدليل جاء فيه ذكر ذالك العدد فافاد العلم و ليس بلازم ان يطرد في غيره لاحتمال الاختصاص۔

ترجمہ:- اور یہ کثرت تواتر کی شرطوں میں سے ہے جب کہ بلا انحصار کسی معین تعداد کے ہو۔ بلکہ انکا کذب پر متفق ہونا عادۃً محال ہو اسی طرح اس کا وقوع ان سے اتفاقاً بلا قصد کے ہو۔ صحیح قول پر کسی عدد معین کی قید نہیں۔ بعضوں نے ۴ کی تعداد معین کی ہے۔ اسی طرح کہا گیا پانچ، کہا جاتا ہے سات، کہا گیا ۱۰، کہا گیا ۱۲، کہا گیا ۴۰ اور کہا گیا ۷۰۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں اور ہر قائل نے استدلال کیا ہے اس دلیل سے جو عدد کے سلسلے میں ہے لیکن یہ علم یقین کا فائدہ دے گا اور لازم نہیں کہ اس کے غیر میں بھی پایا جائے۔ اختصاص کے احتمال کی وجہ سے۔

تشریح:- مولف اس مقام پر خبر متواتر کی تعریف اور اس سے ناقلین کی تعداد کے سلسلے میں جو مختلف اقوال ہیں بیان کر رہے ہیں۔

وتلک الکثرۃ: یعنی اسانید کی کثرت۔ خیال رہے کہ کثرت اسناد یا کثرت رواۃ متواتر کی شرطوں میں سے ہے۔

کا فائدہ حاصل ہونا علم سے مراد اس مقام پر علم یقینی ہے۔ گویا کہ پانچ شرطیں ہیں۔

وما تخلفت افادۃ العلم عنہ کان مشہوراً فقط فکل متواتر مشہور من غیر عکس و قد یقال ان الشروط الاربعۃ اذا حصلت استلزمت حصول العلم و ھو کذلک فی الغالب لکن قد یتخلف عن البعض لمانع و قد وضح بھذا التقریر تعریف المتواتر و خلافہ

ترجمہ:- اور جو خبر علم یقینی کا فائدہ دینے میں پیچھے رہ جائے وہ مشہور ہوگا۔ ہر متواتر مشہور ہوگا لیکن اس کا عکس نہیں۔ اور یہ کہا گیا جب یہ شروط اربعہ پائے جائیں تو علم یقینی کا لزوم ہو جاتا ہے۔ اور یہ اکثریہ ہے۔ لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے کسی مانع کی وجہ سے اسی سے متواتر اور اس کے غیر (مشہور) کی تعریف بھی واضح ہو گئی۔

ما۔ موصول یا موصوف ہے۔ مراد اس سے خبر ہے۔

مشہور۔ یا تو اس سے مراد رائج شہرت یافتہ خواہ مشہور اصطلاحی ہو یا نہ ہو۔ بعضوں نے اصطلاحی لیا ہے

من غیر عکس۔ یعنی ہر مشہور متواتر نہیں ہوگا۔

الغالب۔ علم یقینی کا حصول جو کہا گیا ہے یہ اکثریہ ہے۔ کبھی ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ متواتر ہو مگر یقین نہ ہو۔

لمانع۔ کسی عارض اور مانع سے یقین کا فائدہ حاصل نہ ہو۔ مثلاً سامع کی غباوت کی وجہ سے۔

خلافہ۔ متواتر کے خلاف یعنی مشہور۔

وقد یرد بلا حصر ایضاً لکن مع فقد بعض الشروط او مع حصر بما فوق الاثنین ای بثلاثۃ فصاعداً ما لم یجمع شروط المتواتر او بھما ای باثنین فقط او بواحد فقط والمراد بقولنا ان یرد باثنین ان لا یرد باقل منھما۔

ترجمہ:- اور کبھی خبر بلا تعیین تعداد کے حاصل ہوتی ہے۔ مگر بعض شرطوں کے مفقود ہونے کے ساتھ یا یہ کہ متعین ہوں کہ اس کے راوی دو یا اس سے زائد ہوں یعنی تین یا اور زائد تاوقتیکہ متواتر کی شرطیں جمع نہ ہوں یا تو دو راویوں سے ہو صرف یا ایک راوی سے ہو صرف اور مراد ہمارے قول دو سے منقول ہونا یہ ہے کہ دو سے کم نہ ہو۔

تشریح ۔ مولف یہاں سے خبر مشہور عزیز اور خبر واحد کی اجمالی تعریف دلیل حصر کے ضمن میں بیان کر رہے ہیں۔

فقد بعض الشروط۔ کسی بھی شرط کا مفقود ہو جانا مراد ہے۔ مثلاً یکساں نہ ہونا یا امر محسوس پر منتہی نہ ہونا۔

ما فوق۔ وہ خبر جو واقع ہو دو راویوں کے زاید سے۔

مالم یجتمع۔ دو سے زاید راوی بھی ہوں مگر تواتر کی شرطیں مفقود ہوں۔

او بہما۔ اس کا عطف بالجوان لہ طرق پر ہے۔ اس صورت میں خبر عزیز ہوگی۔

او الواحد فقط۔ صرف ایک راوی سے منقول ہو۔ اس صورت میں خبر واحد ہوگی۔

فانْ وَرَدَ باكثر في بعض المواضع من السند الواحد لا يضرُّ إذ الأقلُّ في هذا العلمِ يقضي على الأكثرِ. فالاوّلُ المتواترُ و هو المفيدُ للعلم اليقيني فاخرجَ النظريَّ على ما يأتي. تقريرُهُ بشروطه التي تقدّمتْ وَاليقينُ هوَ الاعتقادُ الجازمُ المطابقُ وهذا هوَ المعتمدُ انّ الخبرَ المتواتر يفيد العلمَ الضروريّ و هو الذي يضطرُ الانسانُ اليه بحيث لا يمكنُ دفعُهُ

ترجمہ: -اگر خبر واحد کسی مقام پر سند میں دو سے زاید سے مروی ہو تو کوئی حرج نہیں اسلئے کہ اس فن میں اکثر پر اقل غالب رہتا ہے۔ پس اول متواتر ہے۔ یہ علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے۔ پس نظری کو خارج کر دیا جس کا بیان آرہا ہے۔ انہیں شرطوں کے ساتھ جو پہلے آ چکے ہیں۔ اور یقین وہ اعتقاد جازم ہے جو واقع کے مطابق ہے۔ اور یہی معتبر ہے کہ خبر متواتر علم بدیہی کا فائدہ دیتا ہے جس کی طرف انسان مجبور ہوتا ہے کہ اس کا دفع کرنا ممکن نہیں۔

فان ورد۔ یعنی اگر کسی مقام پر دو سے زاید راوی ہو جائیں۔

من السند الواحد۔ اس کی قید سے متعدد سند کی صورت خارج ہو گئی۔

یقضی۔ بمعنی یحکم و یغلب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس فن میں بسا اوقات قلت بہتر و غالب رہتا ہے چونکہ اس میں علو کی صفت پائی جاتی ہے۔ یعنی سند میں قلت رواۃ سے سند عالی ہوتی ہے۔

فاخرج۔ یقین کی قید سے نظری نکل جائے گی چونکہ یقین اسے بھی ہوتا ہے جس میں نظر

و فکر کی صلاحیت نہ ہو۔
ہو الاعتقاد۔ یقین کی اصطلاحی تعریف ہے۔ جازم سے مراد جو تشکیک مشکک سے زائل
نہ ہو۔ جازم کی قید سے شک، وہم نکل جائیں گے اور واقع کی قید سے جہل مرکب۔
العلم الضروری۔ اسے علم بدیہی بھی کہا جاتا ہے جس کا حاصل ہونا بلا تفکر و نظر کے ہو۔
الذی یضطر۔ عقل انسانی جس کے قبول کرنے پر خواہ عوام اور جاہل ہی کیوں نہ ہو
مجبور ہے۔ چونکہ دلیل کا یہ محتاج نہیں۔ خیال رہے کہ امام غزالی کے نزدیک تواتر سے
بدیہی و نظری کے بین بین کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ علامہ آمدی نے سکوت کی رائے کو نہ
دیئے کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جمہور غزالی اور آمدی کے خلاف یقین کا فائدہ مانتے ہیں۔
وَقِیلَ لَا یُفِیدُ العِلْمَ اِلَّا نَظَرِیًّا وَلَیْسَ بِشَیْءٍ لِاَنَّ العِلْمَ بِالمُتَوَاتِرِ حَاصِلٌ لِمَنْ
لَیْسَ لَهُ اَهْلِیَّةُ النَّظَرِ كَالعَامِیِّ اِذِ النَّظَرُ تَرْتِیبُ اُمُورٍ مَعْلُومَةٍ اَوْ مَظْنُونَةٍ یُتَوَصَّلُ
بِهَا اِلَى عُلُومٍ اَوْ ظُنُونٍ وَلَیْسَ فِی العَامِیِّ اَهْلِیَّةُ ذٰلِكَ فَلَوْ كَانَ نَظَرِیًّا لَمَا حَصَلَ
لَهُمْ وَلَاحَ بِهٰذَا التَّقْرِیرِ الفَرْقُ بَیْنَ العِلْمِ الضَّرُورِیِّ وَالعِلْمِ النَّظَرِیِّ اِذِ
الضَّرُورِیُّ یُفِیدُ العِلْمَ بِلَا اسْتِدْلَالٍ وَالنَّظَرِیُّ یُفِیدُهُ وَلٰكِنْ مَعَ الاِسْتِدْلَالِ عَلَى
الاِفَادَةِ وَاَنَّ الضَّرُورِیَّ یَحْصُلُ لِكُلِّ سَامِعٍ وَالنَّظَرِیُّ لَا یَحْصُلُ اِلَّا لِمَنْ لَهُ
اَهْلِیَّةُ النَّظَرِ ۔
ترجمہ: اور کہا گیا کہ یہ نہیں فائدہ دیتا مگر نظری کا اور یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ
متواتر کے ذریعے سے علم اس شخص کو بھی حاصل ہو جاتا ہے جسے فکر و نظر کی صلاحیت نہیں
ہوتی۔ جیسے عوام کو۔ چونکہ نظری کے معنی ہیں، امور معلوم یا ظنیہ کو ترتیب دینا تاکہ اس
کے ذریعے سے دوسری معلومات یا ظنیات حاصل ہو جائیں۔ اور عوام میں اس کی اہلیت
نہیں اگر یہ نظری ہوتا تو ان کو حاصل نہ ہوتا۔ اور اسی تقریر سے بدیہی اور نظری علم کا
فرق بھی واضح ہو گیا۔ بدیہی علم کا فائدہ دیتا ہے بلا استدلال اور نظری فائدہ دیتا ہے
استدلال کے ساتھ اور یہ کہ بدیہی ہر سننے والے کو حاصل ہو جاتا ہے اور نظری نہیں
حاصل ہوتا ہے مگر اسی کو جس میں نظر و فکر کی استعداد و اہلیت ہوتی ہے۔
تشریح:۔ مؤلف اس مقام سے اختلاف کو بیان کر رہے ہیں جو متواتر سے حاصل ہونے

والے علم کے بارے میں ہے۔ لہذا تردید پھر قول محقق بیان کریں گے۔

اشاعرہ میں امام الحرمین ابوالحسین وغیرہ اس سے حاصل شدہ علم کو نظری مانتے ہیں۔ قیل سے انہیں کی طرف اشارہ ہے۔

فلیس ھذا الشیء. یہاں سے نظری کے قائلین کی تردید کر رہے ہیں۔

لان العلم. دوسری دلیل کا بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تواتر سے علم ان کو بھی حاصل ہوتا ہے جو اہل فکر و نظر نہیں ہیں۔ نظر نام ہے امور معلومہ کو ترتیب دے کر مجہولات کو حاصل کرنے کا اور عوام اس ترتیب خاص سے واقف نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ اس سے حاصل شدہ علم نظری نہیں ہو سکتا۔

فلو کان. الزام ہے اگر نظری ہوتا تو عامی کو فائدہ نہ دیتا۔ حالانکہ دے رہا ہے۔

ولاح. نظری اور بدیہی کی تعریف سے جو فرق ظاہر ہوتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ بدیہی بلا استدلال اور نظری مع استدلال مفید علم ہوتا ہے۔

علی الافادۃ. بمعنی استفادہ کے ہے۔ استدلال سے مراد اکتساب ہے۔ جو خود حاصل نہ ہو بلکہ کسب دلائل سے ہو۔ یہ سب کو حاصل ہوتا ہے خواہ اہل فکر و نظر ہو یا عامی۔

وانما ابهمت شروط التواتر في الاصل لانه على هذه الكيفية ليس من مباحث علم الاسناد اذ علم الاسناد يبحث فيه من صحة الحديث و ضعفه ليعمل به او يترك به من حيث صفات الرجال وصيغ الاداء والمتواتر لا يبحث عن رجاله بل يجب العمل به من غير بحث

ترجمہ:- اور تواتر کی شرطوں کو میں نے متن میں مبہم رکھا ہے چونکہ اس کیفیت کے ساتھ یہ علم اسناد کے مباحث میں نہیں ہے۔ علم اسناد میں تو حدیث کے صحت و ضعف سے بحث کی جاتی ہے، تاکہ اس پر عمل کیا جائے یا اسے چھوڑ دیا جائے رجال کے احوال اور صیغ ادا کے اعتبار سے۔ اور متواتر میں اس کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ بلا بحث اس پر عمل واجب ہوتا ہے

تشریح:- انی ابہمت. متن میں جو مؤلف نے تواتر کی شرط کو ذکر نہیں کیا اس کی وجہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ان شرطوں کو شرح میں ذکر کیا ہے کہ یہ اصول حدیث سے متعلق

نہیں۔

او علم الاسناد۔ یہ شرطیں اصول حدیث سے متعلق نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اصول حدیث میں حدیث کی صحت وضعف اور رجال کے اوصاف عدل وجرح کے اور صیغہ راو غیرہ سے بحث کی جاتی ہے اور متواتر میں رجال کے اوصاف ملحوظ نہیں ہوتے ہیں کہ کافر اور فاسق سب کی خبر متواتر قبول کی جاتی ہے۔ و ان ورد عن الفساق بل عن الکفرۃ۔

صفات الرجال۔ مراد حدیث کے رواۃ عدل وضبط کے اعتبار سے۔

صیغ الاداء۔ صیغہ کی جمع مثل اخبرنا، سمعنا، قرئ علیّ و انا اسمع۔

بلا بحث۔ یعنی بلا کسی تحقیق وتفتیش کے متواتر مفید علم ہوتا ہے۔

خلاصہ۔ متواتر کی شرطوں کو مصنف نے متن میں تو نہیں بلکہ شرح میں ذکر کیا ہے چونکہ شرح کی حیثیت جداگانہ ہے۔

﴿فائدہ﴾

ذکر ابن الصلاح ان مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجودہ الا ان یدعی ذلک فی حدیث من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار و ما ادعاہ من العزۃ ممنوع و کذا ما ادعاہ غیرہ من العدم لان ذلک نشأ عن قلۃ الاطلاع علی کثرۃ الطرق و احوال الرجال و صفاتہم المقتضیۃ لابعاد العادۃ ان یتواطؤا علی الکذب او یحصل منہم اتفاقا۔

ترجمہ:- ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ ماقبل کی تفسیر (شرطوں) کے اعتبار سے متواتر کی مثال نایاب ہے۔ ہاں مگر یہ کہ حدیث من کذب الخ کے متعلق دعویٰ کیا جاسکے۔ اور نادر الوجود کا دعویٰ تسلیم نہیں اسی طرح ان کے علاوہ جس نے بھی دعویٰ کیا ہو نہ پایا جاتا ہے (تسلیم نہیں) کہ کثرت طرق احوال الرجال اور وہ صفات جو عدم کذب کے محال (یا اتفاق کذب کے عدم) کا تقاضہ کرنے والے ہیں ان کی قلت واقفیت سے یہ بات پیدا ہوئی ہے۔

تشریح:- محدث ابن صلاح کا نظریہ اور ان کی رائے یہ ہے کہ متواتر کی شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے متواتر معدوم ہے اگر ہو سکتی ہے تو سوائے من کذب الخ کے علاوہ کسی میں احتمال پائے جانے کا نہیں۔ حافظ ابن حجر اس نظریہ کی تردید کر رہے ہیں کہ یہ دعویٰ محض

نہیں یہ کثرت طرق اور صفات رجال وغیرہ کی ناواقفیت سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر تام واقفیت ہوتی تو ایسا نہ کہتے۔

یعز۔ عز ضرب سے نایاب معدوم کیاب ہونا۔

ادعاہ غیرہ۔ غیر سے مراد ابن حبان اور حازمی ہیں وہ بھی اس کے قائل ہیں۔

المقتضیۃ۔ یہ صفت ہے کثرت طرق اور احوال رجال کی۔ خیال رہے کہ تواتر میں صفات رجال کو شرط دخل نہیں مگر معنیً دخل ہے۔ گویا کثرت معنوی ہے۔

و من احسن ما یقرر به کون المتواتر موجودا وجود کثرة فی الاحادیث ان الکتب المشهورة المتداولة بایدی اهل العلم شرقا و غربا المقطوعة عندهم بصحة نسبتها الی مصنفیها اذا اجتمعت علی اخراج حدیث و تعددت طرقه تعددا تحیل العادة تواطئهم علی الکذب الی آخر الشروط افاد العلم الیقینی بصحة نسبته الی قائله و مثل ذلک فی الکتب المشهورة کثیر۔

ترجمہ:۔ خبر آحاد میں بہترین جو بات پائی ہے متواتر کے کثرت سے پائے جانے کے سلسلے میں وہ کتابیں ہیں جو مشہور ہیں جن کا تداول اہل علم سے شرقاً و غرباً ہوا ہے۔ وہ ان کے نزدیک صحت میں قطعی ہیں ان کے مولفین کی طرف نسبت کرتے ہوئے جب کہ کسی حدیث کے تعدد طرق پر تمام شرطوں کے ساتھ اجتماع ہو جائے۔ عادۃً ان کا کذب پر متفق ہونا محال ہو جائے۔ تو ان کا اجتماع علم یقینی کا فائدہ دے گا۔ اس کے قائل کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ اور اس کی مثالیں کتب مشہورہ میں بہت ہیں۔

تشریح:۔ ابن صلاح پر رد کی دلیل ہے کہ کتب مشہورہ میں متواتر کی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ بایں طور پر کہ ان کے مولفین کسی تخریج حدیث پر اتفاق کر لیں یعنی ہر ایک مولف اس خبر واحد کو اپنی اپنی سند سے روایت کریں تو اس کی تعداد یقیناً ایسی ہو سکتی ہے کہ اس کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو جائے۔ اس طرح یہ طرق کے تعدد سے متواتر تک پہنچ جائے گا۔ چنانچہ کتب مشہورہ میں اس کی مثالیں بہت ہو سکتی ہیں مثلاً حدیث شفاعت حدیث حوض، حدیث غسل رجلین، حدیث مسح علی الخفین۔

لغت۔ ترکیب: من حرف جار ہے۔ احسن اسم تفضیل ما موصول کون یقرر کا نائب

فاعل یا مفعول ہے۔

وجود کثرۃ۔ معنی میں مرکب توصیفی ہے۔ وجوداً کثیراً۔

ان الکتب۔ بالفتح، جمع مؤخر ہے، معنی احسن کی وجہ سے خبر مقدم ہے اور ان کا اسم

الکتب المشہورۃ۔ اور ان کی خبر اذا جتمعت ہے۔ مراد ترمذی و مسلم وغیرہ۔

المتداولۃ۔ تداول سے بمعنی ہاتھوں ہاتھ رائج و معمول ہونا۔

شرقاً و غرباً۔ مراد چہار سو یعنی رب المشرق والمغرب۔

نسبتہا۔ مرجع کتب مشہورہ ہے۔

اذا جتمعت۔ اس کا فاعل مؤلفین کتب مشہورہ ہے یا جامع مؤلفین بھی تاویلاً ہو سکتا ہے۔

افاد۔ اس کا فاعل "اجتماع" یعنی اجتماع تخریج سے علم یقینی کا فائدہ دے گا۔

لا انتفاء۔ ایسے تواتر سے حاصل حدیث کا تواتر معنوی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

وَالثَّانِي وَهُوَ أَوَّلُ أَقْسَامِ الآحَادِ مَا لَهُ طُرُقٌ مَحْصُورَةٌ بِأَكْثَرَ مِنَ اثْنَيْنِ وَالْمَشْهُورُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِوُضُوحِهِ وَهُوَ الْمُسْتَفِيضُ عَلَى رَأْيِ جَمَاعَةٍ مِنَ الْفُقَهَاءِ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِانْتِشَارِهِ مِنْ فَاضَ الْمَاءُ يَفِيضُ فَيْضاً وَمِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ بَيْنَ الْمُسْتَفِيضِ وَالْمَشْهُورِ بِأَنَّ الْمُسْتَفِيضَ يَكُونُ فِي ابْتِدَائِهِ وَانْتِهَائِهِ سَوَاءً وَالْمَشْهُورُ أَعَمُّ مِنْ ذَلِكَ وَمِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ عَلَى كَيْفِيَّةٍ أُخْرَى وَلَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ هَذَا الْفَنِّ.

دوم یہ خبر واحد کی پہلی قسم ہے۔ جس کے طرق محصور و متعین ہوں کہ دو یا دو سے زائد راویوں سے منقول ہو۔ محدثین کے نزدیک "مشہور" ہے۔ یہ نام اس کے واضح ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے ائمہ فقہا کی ایک جماعت کی رائے میں یہی مستفیض ہے۔ یہ نام اس کے پھیلنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے ماخوذ ہے فاض الماء فیضا سے۔ بعض حضرات وہ ہیں جو مشہور و مستفیض کے درمیان فرق کرتے ہیں کہ مستفیض وہ ہے جس کے روایت کرنے والے ابتداء اور انتہا دونوں طرف برابر ہوں۔ اور مشہور اس سے عام ہے۔ اور بعض حضرات دوسرے اعتبار سے بھی فرق بیان کرتے ہیں جو اس فن کے مباحث میں نہیں۔

تشریح:۔ طرق و اسناد کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر (۲) مشہور

(۳) عزیز (۴) غریب۔

قسم ثانی کا بیان یہاں سے کیا جا رہا ہے۔

الثانی: ترکیب میں مبتدا اور مابعد عرفی خبر ہے۔ یعنی کا جملہ معترضہ ہے۔

باول الاقسام یعنی مشہور جو ہے وہ خبر واحد کی پہلی قسم ہے۔

باکثر۔ کسی بھی موقع میں دو راویوں سے کم نہ ہو، علامہ قاری کے نزدیک زیادہ محتاط ہے کہ یہ تعداد خواہ بعض طبقات میں ہو۔

خیال رہے کہ معنوی حدیث میں متواتر کے علاوہ سب خبر واحد میں داخل ہے۔

عند المحدثین۔ اس کی قید سے لغوی اطلاق جو رائج اور معروف ہے اس کو نکالا ہے۔

من اللغة۔ یہ تشبیہ بیانیہ ہے۔

فاض۔ اس وقت فاض الماء کہا جاتا ہے جب وادی پانی سے بھر کر چاروں طرف بہنے لگے اسی طرح خبر مستفیض بھی چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔

منہم۔ بعض لوگوں کے نزدیک مستفیض و مشہور کے درمیان فرق ہے۔ اول کے لئے راویوں کا ابتداء و انتہاء میں یکساں تعداد ہونا لازم ہے اور مشہور اس سے عام ہے کہ ہر طبقہ میں یکسانیت لازم نہیں۔

و منہم من غایر۔ اس سے اشارہ ہے ابو بکر صیرفی اور شیخ سخاوی کی جانب ان کے نزدیک مستفیض وہ ہے جس کو تلقی بالقبول ہو تعداد روات کی شرط ملحوظ نہیں۔

لیس من مباحث۔ چونکہ تلقی کی وجہ سے متواتر ہو جائے گا۔ اس وقت رجال کے صفات کو کوئی تعرض نہ ہوگا تو اس فن سے خارج ہو جائے گا کہ رجال کے اوصاف موضوع فن ہیں۔

ثم المشهور يطلق على ما حررنا و على ما اشتهر على الالسنة فيشمل ماله اسناد واحد فصاعدا بل ما لا يوجد له اسناد اصلا.

پھر مشہور کا اطلاق اس معنی پر ہوتا ہے جو ہم نے لکھا اور اس پر بھی جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو۔ پس یہ شامل ہوگا اس کو بھی جس کے لئے ایک سند ہو یا زائد اور اس کو بھی جس کی سند ہی نہ ہو۔

تشریح: اس مقام سے مؤلف مشہور کی ایک دوسری تعریف بیان کر رہے ہیں جو لوگوں کے درمیان مشہور ہو خواہ وہ اصطلاحی طور سے بھی مشہور ہو۔

ما حررنا: مراد بے تکلف تشخیص ہے۔

الا لسنة: مراد اس سے رواج اور لوگوں کی زبانوں پر جاری ہو۔

لا يوجد له إسناد: مثلاً موضوع ہو۔ بلا سند مشہور کی مثال علامہ سخاوی نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اسی طرح ولولاک لما خلقت الافلاک دی ہے۔

والثالث العزيزُ وهو أن لا يرويه أقل من اثنين عن اثنين وسمي بذلك إما لقلة وجوده وإما لكونه عزّ أي قوي بمجيئه من طريق آخر وليس شرطاً للصحيح خلافاً لمن زعمه وهو أبو علي الجبائي من المعتزلة وإليه يومئ كلام الحاكم أبي عبدالله في علوم الحديث حيث قال الصحيح هو الذي يرويه الصحابي الزائل عنه اسم الجهالة بأن يكون له راويان ثم يتداوله أهل الحديث إلى وقتنا كالشهادة على الشهادة.

ترجمہ: تیسرا عزیز ہے۔ جس کے روایت کرنے والے دو ہوں اس سے کم نہ ہوں۔ یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کا وجود قلیل ہے یا اس وجہ سے کہ طریق آخر کی وجہ سے اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ صحیح کے لئے شرط نہیں بخلاف اس کے جس نے یہ گمان کیا اور وہ ابو علی جبائی معتزلی ہیں۔ ابو عبداللہ حاکم کا کلام علوم الحدیث میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ انہوں نے صحیح کی تعریف میں کہا ہے جس کے روایت کرنے والے ایسے صحابی ہوں جن سے اسم جہالت مرتفع ہو اس طرح کہ اس کی روایت کرنے والے دو راوی ہوں پھر اصحاب حدیث نے اس کا تداول ہمارے زمانہ تک ہو جیسے شہادت علی الشہادۃ۔

تشریح: اس مقام سے مصنف حیثیت از اسناد حدیث کی تیسری قسم عزیز اور ابو علی جبائی کے نزدیک ہر طبقہ میں دو راوی کے صحیح میں شرط ہونے کا ذکر کر رہے ہیں جو جمہور کے خلاف ہے

عزیز کی ایک تعریف۔ جس کے راوی دو یا تین یا اس سے زائد ہوں۔ ابن صلاح نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ اس اعتبار سے عزیز اور مشہور کے درمیان عموم من وجہ کی نسبت ہوگی۔

سمی بذلک۔ عزیز کی وجہ تسمیہ ذکر کر رہے ہیں۔ عزیز ماخوذ ہے عز سے بمعنی قلیل و نادر ہونا۔ چونکہ اس شرط کے ساتھ اس کا پایا جانا کم ہوتا ہے۔

اما لکونہ یا دوسری وجہ ذکر کر رہے ہیں کہ یا یہ ماخوذ ہے مفتوح العین مضارع سے جس کے معنی شدید اور قوی ہونے کے ہے۔ جیسے کہ قرآن میں فعززنا بثالث۔ تیسرے سے قوت پہونچائی۔

ولیس شرطا. ان حضرات کی تردید ہے جو صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط قرار دیتے ہیں۔ جیسے ابو علی جبائی۔

والیه یومی. ضمیر مجرور کا مرجع هذا القول ہے۔ یعنی ابو علی جبائی وغیرہ کا۔

انی وقتنا. یعنی آخر تک ہر طبقہ میں راوی یکساں ہو۔ جس طرح شہادت کے لئے دو دو گواہ چاہئے۔

وَصَرَّحَ الْقَاضِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ الْعَرَبِي فِي شَرْحِ الْبُخَارِيْ بِاَنَّ ذٰلِكَ شَرْطُ الْبُخَارِيْ وَاَجَابَ عَمَّا اُوْرِدَ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ بِجَوَابٍ فِيْهِ نَظَرٌ لِاَنَّهُ قَالَ فَاِنْ قِيْلَ حَدِيْثُ الْاَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ فَرْدٌ لَمْ يَرْوِهٖ عَنْ عُمَرَ اِلَّا عَلْقَمَةُ قُلْنَا قَدْ خَطَبَ بِهٖ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ بِحَضْرَةِ الصَّحَابَةِ وَلَوْلَا اَنَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهُ لَاَنْكَرُوْهُ كَذَا قَالَ.

ترجمہ:- قاضی ابو بکر بن عربی نے شرح بخاری میں اس کی تصریح کی ہے کہ بخاری نے (عزیز ہونے کی) شرط کو ملحوظ رکھی ہے اس پر جو اعتراض وارد ہوا تو انھوں نے جواب دیا سو اس میں نظر ہے۔ اس لئے کہ کہا ہے اگر یہ اعتراض کیا گیا کہ حدیث انما الاعمال بالنیات فرد ہے حضرت عمر سے صرف علقمہ نے روایت کی تو ہم جواب دیں گے کہ حضرت عمر نے یہ حدیث خطبہ (جمعہ) میں منبر پر حضرات صحابہ کی موجودگی میں فرمایا تھا پس اگر وہ اس حدیث سے واقف نہ ہوتے تو ضرور انکار کرتے یہی جواب دیا۔

تشریح:- مولف کا مقصد یہ ہے کہ ابن عربی نے امام بخاری کے نزدیک صحیح کے لئے عزیز کا ہونا شرط لکھا ہے۔ اس پر انما الاعمال بالنیات والی حدیث کا اعتراض پیش کیا گیا تو اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ حضرت عمر فاروق نے ایک جم غفیر کے سامنے ذکر کیا اگر کوئی بات ہوتی تو حضرات صحابہ ضرور نکیر کرتے تو گویا کہ علقمہ کے ساتھ اور بھی شرکاء

ہو گئے۔ اس طرح اعتراض دفع کر دیا گیا۔

بان ذلک۔ یہ صرّح کا مفعول ہے۔

بجواب۔ یہ اجاب کا مفعول بواسطہ ہے۔ یعنی جو جواب دیا گیا ہے وہ بھی محل نظر ہے۔

کذا قال۔ انھوں نے ایسا ہی جواب دیا جو ذکر کیا گیا۔

وتُعقِّب بانه لا یلزمُ من کونهم سکتوا عنه ان یکونوا سمعوه من غیره و بان هذا لو سُلِّم فی عمر رضی الله تعالیٰ عنه منع فی تفرد علقمة عنه ثم تفرّد محمّد بن ابراهیم به عن علقمة ثم تفرد یحیی بن سعید به عن محمد علیٰ ما هو الصّحیح المعروف عند المحدثین۔ وقد وردتْ لهم متابعاتٌ لا یُعتبرُ بها و کذا لا نُسلّمُ جوابه فی غیر حدیث عمرَ۔

ترجمہ:- اور اس پر بھی تعقب (اعتراض و گرفت) کیا گیا ہے کہ انھوں نے خاموشی اختیار کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھوں نے ان کے غیر سے بھی سنا ہو اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت علقمہ کا تفرد مانع رہے گا پھر ان (حضرت عمر) سے محمد بن ابراہیم کا تفرد پھر یحییٰ بن سعید کا تفرد محمد سے۔ جیسا کہ محدثین کے یہاں مشہور و معروف ہے اور جو اس کے متابعات میں اس کا کوئی اعتبار نہیں اس طرح حضرت عمر کے علاوہ میں جو توضیح نے جواب دیا وہ بھی قابل تسلیم نہیں۔

تشریح:- حدیث انما الاعمال کے اوپر عزیز و مشہور ہونے پر جو اعتراض کیا گیا تھا اس کا جو جواب دیا گیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت عمر کے علاوہ سے بھی سنا ہو گا اس جواب پر رد کر رہے ہیں۔ یہ اعتراضات ہیں راوی کا تفرد یحییٰ بن سعید تک کسی طرح بھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس کی شہرت حضرت یحییٰ سے ہوئی ہے۔ صرف ان سے سامعین کی تعداد سات سو کے قریب ہے۔

تعقب۔ ماضی مجہول۔ پیچھے پڑنا اعتراض کرنا۔ یہاں مراد جواب پر نظر وارد کرنا ہے۔

سکتوا۔ یعنی حضرات صحابہ فاروق اعظم کے حدیث انما سنانے کے وقت خاموش گویا تصدیق کر رہے تھے۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو گا۔

سُلِّمَ۔ اگر سکوت سے سننا ان بھی لیا جائے تب علقمہ۔ محمد بن ابراہیم کے تفرد کو توڑا گیا

نہیں کر سکتا۔ البتہ یحییٰ سے شہرت ملی ہے۔ قریب ان سے دو سو مشائخ نے روایت کی ہے۔ یعنی اکثر ائمہ ہیں۔ پھر بھی متواتر نہیں مانا گیا ہے چونکہ شروع سے غریب مفقود ہے۔
وقد وردت لہم۔ مذکورہ تفردات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان سب کے متابعات ہیں لہٰذا تفرد مفقود نہ ہوگا۔
لا یعتبر۔ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ متابعات کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ متابعات غیر معتبرہ ہیں ان سے تلافی نہیں ہو سکتی۔
و کذا لا نسلم۔ اسی طرح حضرت عمرو علقمہ وغیرہ کے تفرد کا کوئی جواب ہمیں تسلیم نہیں۔
قال ابن رشید و لقد کان یکفی القاضی فی بطلان ما ادعی انہ شرط البخاری اول حدیث مذکور فیہ و ادعی ابن حبان نقیض دعواہ فقال ان روایۃ اثنین عن اثنین الی ان ینتھی لا یوجد اصلا۔ قلت ان اراد ان روایۃ اثنین فقط عن اثنین فقط الی ان ینتھی لا یوجد اصلا فیمکن ان یسلم و اما صورۃ العزیز التی حررناہ فموجودۃ بان لا یرویہ اقل من اثنین عن اقل من اثنین۔
ترجمہ:- ابن رشید نے کہا کافی ہے قاضی کے دعویٰ کے بطلان کے سلسلے میں کہ بخاری نے یہ شرط لگائی ہے پہلی حدیث جو اس میں مذکور ہے (اس سے دعویٰ باطل ہو جاتا ہے) ابن حبان نے اس کے خلاف دعویٰ کیا ہے۔ انھوں نے کہا دو کی روایت دو سے آخر تک بالکل نہیں پائی جاتی۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد اگر دو شیخ سے دو ہی شاگرد کی روایت آخر تک مراد ہے تو ممکن ہے کہ تسلیم کر لیا جائے۔
تشریح:- قاضی ابو بکر کے دعویٰ کے باطل ہونے کی تشریح کر رہے ہیں۔
رُشَید۔ اسم تصغیر ہے۔
القاضی۔ یکفی کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فاعل اس کا اول حدیث انما الاعمال ہے۔ خیال رہے کہ بخاری کی یہ پہلی حدیث متفرد ہے اسی طرح آخری حدیث کلمتان میں بھی تفرد ہے۔ قاضی کا دعویٰ غلط ہونے کے لئے اول حدیث میں شرط کا نہ پایا جانا کافی ہے۔
ابن حبان۔ حا کے کسرہ کے ساتھ۔ دعویٰ ہے کہ دو کی روایت آخر تک کہیں نہیں پائی

جاتی ہے۔
شبہ لیکن مطلقاً پایا جانا تو ممکن ہے۔ ورنہ عموماً آخر میں راوی زائد ہو جاتے ہیں۔
واما صورۃ العزیز۔ عزیز کی مطابق تعریف کا مصداق تو پایا جاتا ہے کہ دو کی رو سے کم نہ ہو
و مثاله ما رواه الشيخان من حديث انس و البخاري من حديث ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده و ولده الحديث و رواه عن انس قتادة و عبد العزيز بن صهيب و رواه عن قتادة شعبة و سعيد و رواه عن عبد العزيز اسماعيل بن عُلَيّة و عبد الوارث و رواه عن كل جماعة

ترجمہ۔ اور اس کی (عزیز) مثال وہ ہے جس کی روایت امام بخاری و مسلم نے حضرت انس سے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اس کی روایت حضرت انس سے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے کی۔ اور حضرت قتادہ سے اس کی روایت شعبہ اور سعید نے۔ اور عبدالعزیز سے اس کی روایت اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے کی پھر ان دونوں سے ایک جماعت نے نقل کی۔

تشریح۔ اس مقام سے مؤلف عزیز کی مثال بیان کر رہے ہیں۔ مثال نام ہے۔ اس صورت جزئیہ کا جس کا انطباق قاعدہ کلیہ پر ہو۔ حدیث پاک میں محبت سے مراد محبت عقلی و ایمانی ہے طبعی نہیں۔

جماعۃ یعنی دو سے زائد افراد کثیر نے روایت کی۔ یعنی ان دونوں سے عام ہو گئی۔

والرابع الغريب. و هو ما يتفرد بروايته شخص واحد في اي موضع وقع التفرد به من السند على ما سيقسم اليه الغريب المطلق و الغريب النسبي و كلها اي الاقسام الاربعة المذكورة سوى الاول و هو المتواتر احاد و يقال لكل واحد منها خبر واحد و خبر الواحد في اللغة ما يرويه شخص واحد و في الاصطلاح ما لم يجمع شروط المتواتر

ترجمہ۔ چہارم۔ غریب۔ وہ ہے جس کی روایت میں شخص واحد منفرد ہو۔ خواہ سند کے

کسی بھی مقام میں ہو۔ اس کی تعریف آ چکی ہے غریب نسبی اور غریب مطلق کی طرف۔ یہ
اقسام اربعہ جو ہیں ان کے تحت متواتر آحاد ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا
ہے۔ لغت کے اعتبار سے خبر واحد وہ ہے جس کی روایت ایک شخص کرے۔ اصطلاح میں وہ
ہے جس میں تواتر کی شرط جمع نہ ہو۔

تشریح: اس مقام سے مؤلف غریب کی تشریح کر رہے ہیں۔ اولاً غریب کی تعریف۔
ثانیاً متواتر کے علاوہ کو ذکر کریں گے۔

من حیث السند: یہ حدیث کی چوتھی قسم ہے خبر واحد کے اعتبار سے تیسری قسم ہے۔

شخص واحد: اس میں عموم ہے خواہ ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔

فی ای موضع: سند کے کسی مقام میں بھی تفرد ہو۔

سیقسم: یعنی غرابت کی بحث میں تقسیم ہوگی۔ غریب نسبی، مطلق۔ اور ثانیاً اس کا عطف
غریب پر ہے یہ جملہ بیانیہ آگے سے سیقسم کے۔

منها: یعنی یہ اقسام متقدمہ کی طرف راجع ہے۔ راوی کے واحد ہونے کی وجہ سے مروی
کا نام خبر واحد رکھ دیا گیا۔

ما لم یجمع شروط التواتر: تواتر کی شرط اربعہ جس میں نہ پائی جائے خواہ اس کے
راوی ایک ہوں یا زیادہ۔

التنبیہ: ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ غریب کو تو خبر واحد سے موسوم کیا جانا درست ہے مگر
مشہور، عزیز کو کس طرح خبر واحد کہا جا رہا ہے۔ جواب یہ ہے کہ شرط تواتر کے مفقود ہونے
کی وجہ سے غریب کے مشابہ ہو اس وجہ سے خبر واحد کہا گیا۔ ترتیب کے اعتبار سے خبر کی
اولاً دو قسمیں ہیں۔ متواتر، آحاد۔ آحاد کی تین قسمیں: مشہور، عزیز، غریب۔

وفيها اي في الآحاد المقبول وهو ما يجب العمل به عند الجمهور وفيها
المردود وهو الذي لم يرجح صدق المخبر به لتوقف الاستدلال بها على
البحث عن احوال رواتها دون الاول وهو المتواتر فكله مقبول لافادته
القطع بصدق مخبره بخلاف غيره من اخبار الآحاد

ترجمہ: اور ان میں یعنی آحاد میں مقبول بھی ہے۔ یہ وہ ہے جس پر عمل کرنا جمہور کے

نزدیک واجب ہے۔ اور اس کی قسم مردود ہے۔ یہ وہ ہے جس میں مخبر کا صدق راجح نہ ہو۔ اس سے استدلال موقوف ہونے کی بنا پر رواۃ کے احوال کی چھان بین پر ہے کہ اول میں کہ وہ متواتر ہے۔ یہ تمام مقبول ہیں۔ مخبر کے صدق قطعی کا فائدہ دینے کی وجہ سے بخلاف اس کے کہ وہ خبر متواتر نہ ہو ایسا نہیں۔

تشریح:۔ یہاں سے مولف خبر واحد کی دوسری تقسیم قبولیت و عدم قبولیت کے اعتبار سے یا صفات راوی کے اعتبار سے کر رہے ہیں اس سے قبل راویوں کی تعداد کے اعتبار سے کی تھی۔

و هو ما يجب. حافظ نے مقبول کی یہ تعریف کی ہے یہ تعریف نہیں حکم ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اصل تعریف یہ ہے، جس میں راوی کے ضبط و عدالت سے قبولیت کے صفات پائے جائیں۔ یا مردود کی جو تعریف ہے اس کے خلاف اس کی تعریف ہوگی یعنی جس میں مخبر کا صدق راجح ہو۔

عند الجمهور. جمہور کی قید سے معتزلہ کو نکالا ہے انھوں نے خبر واحد پر عمل کرنے سے انکار کیا ہے۔ اسی کے قائل رافضی بھی ہیں۔ اس کے وجوب عمل پر حضرات صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔ انھوں نے بہت سے مواقع میں اس کے وجوب کو تسلیم کیا ہے۔

لم يرجح۔ ہ کا مرجع خبر ہے۔ یہ شامل ہے اسے بھی جس میں کذب راجح ہو اور اسے بھی جس میں نہ صدق راجح ہو نہ کذب۔

لتوقف. یہاں سے لم یرجح کی وجہ بیان کر رہے ہیں چونکہ استدلال موقوف ہوتا ہے رواۃ کے چھان بین پر بعض خبر واحد میں استدلال موقوف رہتا ہے۔ ان کی تفتیش پر۔

خیال رہے کہ متواتر کے تمام انواع مقبول ہوتے ہیں۔ چونکہ اس میں یقین قطعی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ بخلاف خبر واحد کے بعض مردود بعض مقبول ہوتے ہیں۔

لكن إنما وجب العمل بالمقبول منها لأنها إما أن يوجد فيها أصل صفة القبول وهو ثبوت صدق الناقل أو أصل صفة الرد وهو ثبوت كذب الناقل أو لا فالأول يغلب على الظن صدق الخبر لثبوت صدق ناقله فيؤخذ به. والثاني يغلب على الظن كذب الخبر لثبوت كذب ناقله فيطرح. والثالث إن

وُجدت قرينةٌ تلحقه بأحد القسمين التحق به وإلا فيتوقف فيه وإذا توقف عن العمل به صار كالمردود لا لثبوت صفة الرد بل لكونه لم توجد فيه صفة توجب القبول. والله أعلم

ترجمہ:- لیکن مقبول پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے خبر آحاد میں سے یا تو اس وجہ سے عمل صفات قبول جو ناقل کے صدق کا ثبوت ہے۔ یا اصل صفت رد نہ ہو جو ناقل کے کذب کا ثبوت ہے یہ ہوں گے یا نہیں۔ (یعنی نہ صفات رد نہ صفات قبول) پس اول میں خبر کے صدق کا گمان غالب ہوگا۔ ناقل کے صدق کے ثبوت کی وجہ سے پس اسے اخذ کر لیا جائے گا۔ دوسرا کذب خبر کا گمان غالب ہوگا ناقل کے کذب کے ثبوت کی وجہ سے پس اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ تیسرا (جس میں نہ صفات رد ہے نہ صفات قبول) اگر دونوں قسموں میں سے کسی کا مرتبہ ملحق ہو رہا ہے تو اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔ ورنہ توقف کیا جائے گا اور جب عمل میں توقف ہوگا تو مثل مردود کے ہو جائے گا اس وجہ سے نہیں کہ صفت رد پایا جا رہا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ وہ صفت نہیں پائی گئی جو قبول کو ثابت کرے۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف مقبول و مردود کے اقسام کی دلیل بیان کر رہے ہیں۔ بظاہر عبارت الا نہا سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب عمل کی دلیل بیان کر رہے ہیں سو ایسی بات نہیں ہے۔

مؤلف نے اقسام کے بیان میں حصر کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔
خبر واحد کے اندر یا تو صفات قبولیت پائے جائیں گے یا صفات رد یا ان میں سے کوئی نہیں پایا جائیگا۔
اول میں چونکہ ناقل کے صدق سے صدق خبر کا گمان غالب رہتا ہے۔ اس لئے اسے قبول کیا جائے گا۔ دوسری صورت میں چونکہ ناقل کے کذب سے کذب خبر کا گمان غالب رہتا ہے۔ لہذا اسے رد کر دیا جائے گا۔ تیسری شق جس میں نہ صفات قبول ہوں نہ صفات رد۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ اول کی دو قسموں میں سے کسی کے ساتھ شامل ہونے کا قرینہ ہوگا یا نہیں اگر قرینہ ہوگا تو اسی کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور قرینہ نہ ہو تو توقف کیا جائے گا اور اسی توقف سے وہ مثل مردود کے ہو جائے گا
خیال رہے کہ مردود کا مثل اس وجہ سے نہ ہوگا کہ صفات رد پائے جا رہے ہیں۔

بلکہ اس وجہ سے کہ صفات قبول نہیں پائے جاتے ہیں۔
منتهاه: اس کا مرجع اسناد ہے۔
یغلب: باب تفعیل سے ہے ثلاثی سے بھی ہو سکتا ہے۔ فاعل کی ضمیر جملہ اسناد کی
جانب لوٹ رہی ہے۔
للثالث: مراد تیسری حالت ہے یعنی صفات قبول نہ صفات رد۔
ولا: یعنی وان لم یوجد قرینۃ۔
توقف: یعنی کسی سے رد کیا جائے گا۔ نہ اسے کسی سے مشابہ مردود کے ہو جانے کا۔

وقد يقع فيها اي في اخبار الآحاد المنقسمة الى مشهور و عزيز و غريب ما يفيد العلم النظري بالقرائن على المختار خلافاً لمن ابى ذلك والخلاف في التحقيق لفظي لان من جوّز اطلاق العلم قيده بكونه نظرياً و هو الحاصل عن الاستدلال و من ابى الاطلاق خص لفظ العلم بالمتواتر و ما عداه عنده ظني لكنه لا ينفي ان ما احتف بالقرائن ارجح مما خلا عنها.

اور کبھی واقع ہوتا ہے (یعنی حاصل ہوتا ہے) ان میں یعنی اخبار آحاد میں جن کی تقسیم مشہور، عزیز، غریب کی طرف ہوتی ہے۔ جو قرائن کے ذریعے سے علم نظری کا فائدہ دیتا ہے۔ مختار قول پر۔ برخلاف اس کے جس نے اس کا انکار کیا۔ در حقیقت یہ اختلاف لفظی ہے اس لئے کہ جن لوگوں نے علم کا اطلاق اس پر جائز قرار دیا وہ اسے نظری کی قید سے مقید کرتے ہیں جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جس نے اطلاق کا انکار کیا ہے وہ لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ظنی ہیں۔ مگر اس کی نفی نہیں کرتے کہ جو قرائن کو شامل ہو وہ زیادہ راجح ہوگی ان سے جو ان سے خالی ہوں گے۔
تشریح: اس مقام سے مؤلف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خبر واحد کبھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے گو اس میں لفظوں کا اختلاف ہے کہ قرائن کی وجہ سے یقینی ہے۔
المختار: اس سے اشارہ ہے کہ منکرین کا قول غیر مختار ہے۔
والخلاف: اختلاف کی حقیقت کو ذکر کر رہے ہیں کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ اعتباری اور مجازی ہے۔ اختلاف کی بنیاد علم کا اطلاق ہے۔ جو حضرات اس کا اطلاق نظری پر بھی

درست قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک بعض وہ اخبار جو قرائن کو شامل ہوتے ہیں یقینی ہو جاتے ہیں بمقابلہ اس کے جو متواتر کے ساتھ خاص مانتے ہیں جو بدیہی ہوتا ہے۔ وہ اس اطلاق کو درست قرار نہیں دیتے۔

جو حضرات اسے مفید علم مانتے ہیں وہ نظری کی تاویل کرتے ہیں اور جو حضرات مفید علم متواتر مانتے ہیں وہ بدون القرائن مراد لیتے ہیں۔ لہذا حقیقتاً کوئی تعارض نہیں۔

المحاصل۔ علم نظری کی تعریف ہے۔

وما عداہ۔ یعنی متواتر کے علاوہ سب ظنی ہے۔

لکنہ۔ یعنی قرائن صدق کی صورت میں دوراجح کا انکار نہیں کرتے گو اس میں درجات ہیں۔ قرائن کے اعتبار سے بعض بعض پر فائق ہیں۔

اشتباہ۔ ایک اعتبار سے یہ اختلاف حقیقی ہے۔ ایک جماعت خبر واحد کو مفید یقین مانتی ہے۔ دوسری جماعت ظنی تسلیم کرتی ہے۔

وَالخبرُ المحتفُ بالقرائنِ انواعٌ منها ما اخرجهُ الشیخانِ فی صحیحیهما مما لم یبلغ حدَ التواترِ فانهُ احتفَ به قرائنَ منها جلالتهما فی هذا الشانِ و تقدُمُهما فی تمییزِ الصحیحِ علیٰ غیرِ هما و تلقیُ العلماءُ لکتابیهما بالقبولِ و هذا التلقیُ وحده اقویٰ فی افادةِ العلمِ من مجردِ کثرةِ الطرقِ القاصرةِ عنِ التواترِ الا انَ هذا یختصُ بما لم ینتقدهُ احدٌ من الحفاظِ مما فی الکتابینِ۔

ترجمہ:- وہ خبر جو قرائن کو شامل ہوں اس کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس کی تخریج شیخین نے صحیحین میں کی ہو۔ اور وہ تواتر کو نہ پہنچی ہوں۔ اس کے ساتھ متعدد قرائن شامل ہوں۔ مثلاً ان دونوں کا جلالت شان پر مشتمل ہونا۔ اور صحیح کو غیر صحیح میں ممتاز کرنے پر سبقت لے جانا۔ اہل علم کے نزدیک ان دونوں کا تلقی بالقبول ہونا۔ اور تنہا یہ تلقی علم (یقینی) کے فائدہ دینے میں اقوی ہے۔ محض اس کثرت طرق کے مقابلہ میں جو تواتر سے خالی ہو۔ ہاں مگر یہ خصوصیت اس صورت میں ہے جب کہ حفاظ (حدیث) میں سے کسی نے اس پر نقد نہ کیا ہو۔

تشریح:- مؤلف اس مقام سے خبر واحد کی ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں جو قرائن کی

وجہ سے قوی اور مفید علم یقینی کو ہو جائے۔ اس کی ایک قسم وہ ہے جس کی شیخین نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس پر کسی نے جرح نہ کیا ہو اور تعارض و تخالف سے خالی ہو۔

المحتف۔ احتف بمعنی گھیرنا، احاطہ کرنا۔

القرائن۔ جمع قرینہ کی مراد وہ امور جو خارج سے قوت پہونچاتے ہیں۔

منھا۔ مرجع قرائن ہے۔

جلالتہما۔ یعنی فن حدیث میں بلند و بالا مرتبہ پر فائز ہونا اور امتیاز صحیح میں دوسروں پر فائق ہونا۔ خیال رہے کہ ان حضرات سے قبل بھی صحاح مرتب ہوئے مگر اس حیثیت کی جو کمال صحت پر فائز ہو مرتب نہ ہو سکی تھی۔

تلقی۔ لغت میں لینا۔ جسے علماء نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور مرتبہ قبولیت سے نوازا۔ یہ تلقی بھی قرینہ مقویہ ہے۔

و ھذا التلقی۔ تلقی کے درجہ کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ یہ لذاتہ خود تنہا قوت پہونچانے والا ہے کثرت طرق کے مقابلہ میں۔

الا ان ھذا یختص۔ تلقی قرینہ اس وقت ہو سکتا ہے جب تک کہ کسی اصحاب فن کی جرح نہ ہو۔ اس سے اشارہ ہے کہ صحیحین کی بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جس پر جرح اور نقد واقع ہے۔ بخاری و مسلم کی ۲۱۰ روایتیں جن پر بعض اہل علم نے نقد و جرح واقع کیا ہے۔

بخاری شریف میں ۱۱۰ اور مسلم شریف میں ۱۳۲۔ تنہا بخاری شریف کی ۷۸ روایتوں پر اور مسلم کی ۱۰۰ روایتوں پر اور ۳۲ دونوں کے درمیان مشترک ہیں۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ ہدی الساری میں ان پر جرح و نقد کے جواب دئے ہیں۔ صرف ۲۰ روایتوں پر انھوں نے جرح و نقد کو تسلیم کیا ہے۔

و بما لم یقع التخالف بین مدلولیہ مما وقع فی الکتابین حیث لا ترجیح لاستحالۃ ان یفید المتناقضان العلم بصدقہما من غیر ترجیح لاحدھما علی الآخر و ما عدا ذلک فالاجماع حاصل علی تسلیم صحتہ فان قیل انما اتفقوا علی وجوب العمل بہ لا علی صحتہ منعناہ و سند المنع انہم متفقون علی

وجوبَ العملِ بكلِّ ما صحَّ و لو لم يُخرجهُ الشيخان فلم يبقَ للصّحيحين في هذا مزيّةٌ والاجماعُ حاصلٌ على اَنّ لهما مزيّةً فيما يرجعُ اِلى نفسِ الصّحة۔

اور یہ کہ نہ واقع ہو تعارض اس کے مدلول کے درمیان۔ جو دونوں کتاب میں ہے کہ ترجیح کی کوئی صورت نہ ہو۔ اس وجہ سے کہ محال ہے کہ دو متناقض یقینی علم کا (صدق) کا فائدہ دیں۔ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجئے۔ اور جو اس کے علاوہ ہے اس کی تسلیم صحت پر اجماع حاصل ہے۔ پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انھوں نے وجوب عمل پر اتفاق کیا ہے اس کی صحت پر اتفاق نہیں کیا۔ تو ہم اسے تسلیم نہ کریں گے اور اس منع کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے تو اتفاق کیا۔ یہ وجوب عمل پر اس حدیث کے بارے میں جو صحیح ہو۔ اگرچہ اس کی تخریج شیخین نے نہ کی ہو۔ بس شیخین کیلئے یہ خصوصیت باقی نہ رہی اور اس امر پر اجماع و اتفاق حاصل ہے کہ ان دونوں کو اس خصوصیت کا درجہ حاصل ہے جس کا تعلق نفس صحت کے ساتھ ہے۔

تشریح:۔ یہاں سے مولف مفید علم ہونے کے دوسرے قرینہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ مدلول و معنی میں ایسا کوئی تعارض نہ ہو کہ ایک دوسرے کو راجح کیا جاسکے۔ چونکہ متناقضین سے صدق کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

حیث ترجیح کی یہ شکل ہوگی کہ ایک کو ناسخ دوسرے کو منسوخ قرار دیا جاسکے۔

و ما عدا۔ یعنی نقد و تعارض کے علاوہ۔

فان قیل۔ خلاصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ علماء نے وجوب عمل پر اتفاق کیا ہے اور یہ مستلزم صحت نہیں۔ اس لئے عمل تو اس پر بھی کرنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ صحیح ہے۔ لہٰذا اس سے صحت پر اتفاق کرنا ثابت نہ ہوگا۔

منعناہ۔ یعنی ہم اسے منع کرتا اور اعتراض تسلیم نہ کرتا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ شیخین کو مزید فضیلت حاصل ہے اس اعتبار سے ان کے صحیح و حسن دوسرے کے صحیح و حسن کے مقابلہ میں اعلیٰ الصحیح و اعلیٰ الحسن ہوں گے۔ لہٰذا اتفاق صحت پائی گئی۔

و ممن صرّح بافادةِ ما اخرجهُ الشيخان العلمَ النظريَّ الاستاذُ ابو اسحٰق الاسفرائيني و من ائمة الحديث. ابو عبد الله الحميديُّ و ابو الفضلِ بنُ

طاهر و غيرهما و يحتمل ان يقال المزية المذكورة كون احاديثهما اصح الحديث و منها المشهور اذا كانت له طرق متباينة سالمة من ضعف الرواة والعلل و ممن صرح بافادة العلم النظري الاستاذ ابو منصور البغدادي والاستاذ ابو بكر بن فورك و غيرهما

ترجمہ:۔ اور جن حضرات نے شیخین کی تخریج کردہ احادیث کے متعلق یہ تصریح کی ہے کہ اس سے علم نظری کا حصول ہوگا۔ (جو مستلزم صحت ہے) استاذ ابو اسحاق اسفرائنی اور ائمہ حدیث میں ابو عبداللہ حمیدی اور ابوالفضل طاہر مقدسی وغیرہ ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ فضیلت مذکورہ سے مراد ان دونوں کی احادیث کا اصح الاحادیث ہونا مراد ہو۔ اور اسی میں سے مشہور بھی ہے۔ جب کہ اس کے طرق متعدد و متغایر ہوں اور ضعف رواۃ و علل سے محفوظ ہوں اور جس نے (مشہور سے) علم نظری کے حصول کی تصریح کی ہے۔ اس میں استاذ ابو منصور اور استاذ ابن فورک وغیرہ ہیں۔

تشریح:۔ جن حضرات نے شیخین کی تخریج کردہ حدیث پر علم نظری کا اطلاق کیا اس کی نشاندہی اور اسی طرح جنہوں نے مشہور سے بھی نظری کا حصول مانا ہے اس کی تصریح اس مقام سے کر رہے ہیں۔

و یحتمل۔ اس مقام سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے وہ یہ جب صحیحین کی حدیثیں زیادہ باعث فضیلت ہوں گی تو کیا یہ قطعی ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ قطعی نہ ہو سکے بلکہ اصح الصحیح ہو گی۔

عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے اس کو حسن صرف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

منہا۔ اس سے مراد وہ اخبار ہیں جو قرائن کو شامل ہوں۔

مشہور۔ مراد اصطلاح حدیث کا مشہور ہے۔

بافادۃ العلم النظری۔ ایک جماعت نے مشہور سے بھی علم نظری کا حصول تسلیم کیا ہے۔ ان حضرات کی نشاندہی ہے۔

و منها المسلسل بالائمة الحفاظ المتقنين حيث لا يكون غريباً كالحديث الذي يرويه احمد بن حنبل مثلاً و يشاركه فيه غيره عن الشافعي و يشاركه

فيه غيره عن مالك بن أنس فإنه يفيد العلم عند سامعه بالاستدلال من جهة جلالة رواته وإنّ فيهم من الصفات اللائقة الموجبة للقبول ما يقوم مقام العدد الكثير من غيرهم.

ترجمہ: - وہ ای (مفید علم نظری) میں وہ حدیث بھی ہے جس کی روایت متقن ائمہ حفاظ حدیث نے کی ہو بشرطیکہ وہ غریب نہ ہو۔ جیسے کہ وہ حدیث جس کی روایت امام احمد بن حنبل نے کی پھر اس کے غیر نے امام شافعی سے روایت کرنے میں شرکت کی۔ پھر ان کے غیر نے امام مالک سے روایت کرنے میں شرکت کی۔ تو یہ سامع کو علم نظری کا فائدہ دے گا راوی کی جلالت شان کی وجہ سے۔ اور یہ کہ اس میں ایسے اوصاف موجب قبول صفات ہیں جو ان کے غیر میں عدد کثیر کے قائم مقام ہو جائیں گے۔

تشریح: - مقصد مؤلف یہ ہے کہ مسلسل بالائمہ کی حدیث بھی علم نظری کا فائدہ دے گی۔

المسلسل بالائمہ۔ ایک امام دوسرے امام سے روایت کے طریق میں شریک ہو جائے۔

لا یکون غریبا۔ غرابت اور تفرد نہ ہو بلکہ عزیز ہو۔

یشارکہ فیہ غیرہ ضمیر منصوب کا مرجع احمد بن حنبل ہے فیہ کا مرجع الحدیث مجرور کا مرجع امام احمد ہیں یعنی اس حدیث میں امام احمد کے علاوہ امام شافعی سے نقل میں دوسرا شخص شریک ہو جائے۔ اسی طرح امام شافعی کی روایت جو امام مالک سے ہے اس میں امام شافعی کے ساتھ دوسرا بھی شریک روایت ہو جائے تو ایسی حدیث نظری کا فائدہ دے گی۔ چونکہ ان کی جلالت شان کی وجہ سے قبولیت کے تمام اوصاف بھی رجال میں ہوا کرتے ہیں۔

ما یقوم۔ ان اوصاف کے پائے جانے کی وجہ سے یہ روایت ایک جم غفیر کی روایت کے درجہ میں ہو جائے گی۔

ولا يتشكك من له أدنى ممارسة بالعلم وأخبار الناس أنّ مالكاً مثلاً لو شافهه بخبر نعلم أنه صادق فيه فإذا انضاف إليه أيضاً من هو في تلك الدرجة ازداد قوةً وبَعُدَ عمّا يخشى عليه من السهو. وهذه الأنواع التي ذكرناها لا يحصل العلم بصدق الخبر منها إلا للعالم بالحديث المتبحر فيه العارف بأحوال الرواة

المطلع على العلل بكونه غيره لا يحصل له العلم بصدق ذلك لقصوره عن الأوصاف المذكورة لا ينفي حصول العلم للمتبحر المذكور.

ترجمہ:- اس میں شک نہیں کہ جس کو ادنیٰ مہارت علم حدیث و اخبار پر ہوگی تو وہ جان لے گا کہ وہ اس خبر میں صادق ہے۔ مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کسی خبر کو روایت کریں پھر جب اسی درجہ کا راوی مل جائے تو قوت میں زیادتی ہو جائے گی اور یہ سہو وغیرہ (سوء حفظ سے مثلاً) محفوظ ہو جائے گا۔ اور یہ قسم جو میں نے ذکر کیا ہے اس کی صدق خبر کا علم حاصل نہ ہوگا مگر اس شخص کو جو متبحر فی علم الحدیث ہوگا۔ اور رواۃ کے احوال و علل حدیث سے واقف ہو۔ اور اس کے غیر کو (جو متبحر فی علوم الحدیث نہ ہو) اس خبر کو صدق کا یقین حاصل نہ ہوگا۔ اوصاف مذکورہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایک اونچے درجہ کے راوی کی روایت اسی درجہ کے راوی کے موافق ہو جائے گی تو اس سے بھی قوت قبولیت پیدا ہوگی۔

ممارسته العلم۔ یعنی علم حدیث میں مہارت اور واقفیت تامہ ہو۔

اخبار الناس۔ یعنی محدثین اور ارباب تاریخ وغیرہ یعنی واقعات

شاہد۔ شاہد بمعنی حاضر کے یعنی سامنے، مراد روایت بلا واسطہ۔

انضاف۔ بمعنی انضم

ازداد۔ اس کا فاعل خبر اور تمیز دونوں ہو سکتا ہے۔ دونوں میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

هذه الانواع۔ مراد اس سے وہ ہے جو محتف بالقرائن ہو۔ منها. ای بسببها.

العالم بالحديث یعنی جو اصول حدیث و فروع سے واقف ہو۔

احوال الرواة۔ احوال رواۃ سے مراد عدالت، ضبط، قوت، حفظ وغیرہ ہے۔

علل۔ مراد علت قادحہ خواہ خفیہ ہو یا جلیہ۔

مطلب یہ ہے کہ انواع ثلاثہ جو ماقبل میں ذکر کئے گئے اس سے ہر شخص کو علم یقینی کا فائدہ حاصل نہ ہوگا بلکہ اسے ہوگا جو اصول حدیث میں مہارت و واقفیت تامہ رکھتا ہو۔

کوئی غیر متبحر کے علاوہ ہوتا۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی غیر ماہر و متبحر فی علم الحدیث کو صدق خبر کا علم

حاصل نہ ہو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تبحر کو بھی علم صدق حاصل نہ ہو۔
چونکہ اس کے علم حاصل نہ ہونے کی وجہ وصف مذکورہ کی معرفت کا نہ ہونا ہے اور ماہر و تبحر اوصاف معرفت سے واقف ہے۔

و محصل الانواع الثلثة التي ذكرناها ان الاول يختص بالصحيحين والثاني بما له طرق متعددة. والثالث بما رواه الائمة و يمكن اجتماع الثلثة في حديث واحد فلا يبعد ح القطع بصدقه واللّٰه اعلم

ترجمہ: - اور ان انواع ثلثہ کا خلاصہ جن کو میں نے ذکر کیا ہے۔ اول وہ ہے جو صحیحین کے ساتھ خاص ہے۔ دوم وہ ہے جس کے طرق متعدد ہوں۔ سوم وہ ہے جس کی روایت کرنے والے ائمہ ہوں اور یہ ممکن ہے کہ یہ تینوں اوصاف کسی ایک حدیث میں جمع ہو جائیں۔ تو کوئی بعید نہیں کہ وہ صدق قطعی کا فائدہ دے گا۔

مقصد - اس مقام سے مولف خبر بالقرائن کے اقسام ثلثہ کی توضیح اور تشریح کر رہے ہیں اور ان کے مجموعہ سے ایک چوتھی شکل بننے کی اس کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

لغت: - محصل۔ مصدر۔ بمعنی حاصل کلام۔ خلاصہ۔

الثی ذکرنا۔ مراد خبر بالقرائن کی صورتیں ہیں۔ جن میں جانب صدق کے قرائن۔ اور ان کی علامتیں پائی جائیں۔

طرق متعددہ۔ وہ روایتیں جو مختلف سندوں سے مروی ہوں۔

ائمہ۔ ائمہ سے مراد جو فن حدیث میں امامت اور جلالت شان کے مالک ہوں۔ ان حضرات کے واسطوں سے یہ روایت آئی ہو۔ یعنی ہر ایک راوی فن کا امام ہو۔

یمکن۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ صحاح کی کوئی حدیث ہو جسے فن کے امام حضرات نے بعد دیگرے روایت کی ہو۔

القطع۔ صدق کے قطعی اور یقینی ہونے کا فائدہ اصل عبارت الصدق القطع تھا۔

ثم الغرابة اما ان تكون في اصل السند اى في الموضع الذى يدور الاسناد عليه و يرجع و لو تعددت الطرق اليه و هو طرفه الذى فيه الصحابي اولا يكون كذلك بان يكون التفرد في اثنائه كان يرويه عن الصحابي اكثر من

واحد ثم یتفرد بروایتہ عنہ واحد منھم شخص واحد۔

ترجمہ: - پھر یا تو غرابت اصل سند میں ہوگی۔ یعنی اس مقام میں جہاں سند دائر ہوتی ہے اور لوٹتی ہے۔ اگرچہ اس کے طرق متعدد ہو جائیں۔ یہ وہ طرف (کنارہ) ہوتا ہے جس میں صحابی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والا ہو) یا ایسے نہ ہو بلکہ تفرد سند کے درمیان میں ہو۔ اس طرح کہ صحابی سے روایت کرنے والے تو ایک سے زائد ہوں پھر ان سے روایت میں انفراد ہو جائے کہ ایک شخص ایک شخص سے روایت کرے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف، غرابت کی قسمیں۔ فرد مطلق، فرد نسبی کی تعریف و تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ اس کا ربط ماقبل میں بیان کردہ عزیز سے ہے۔ حدیث یا تو متواتر ہوگی یا مشہور یا عزیز یا غریب ہوگی۔ اور پھر غریب کی یہ صورتیں ہوں گی۔

اصل السند۔ سند کی جڑ۔ یعنی سند کی ابتداء۔ جہاں سے سند شروع ہوتی ہے۔ یعنی صحابہ یا تابعین۔ چونکہ سند کی ابتداء اسی جگہ سے ہوتی ہے۔

علیہ۔ ہ ضمیر کا مرجع موضع ہے۔

الطرف۔ یعنی اسانید۔ الیہ۔ ذلک الموضع۔ وھو طرفہ الذی فیہ الصحابی۔

غرابت اس طور پر کہ تابعی واحد صحابی سے روایت کرے۔ اس عبارت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ صحابی کی روایت میں تفرد ہو۔ اس لئے کہ صحابی کے تفرد سے روایت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ چونکہ صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں۔ ابن صلاح نے کہا ہے وحدة الصحابی لا تدل علی الغرابة۔ اگرچہ بعض حضرات کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وحدت خواہ کسی بھی جگہ ہو غرابت پیدا ہو جائے گی۔ اس مقام کی عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کے تفرد سے غرابت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے طرف سے مراد تابعی جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح میں لکھا ہے۔ فقولہ طرفہ ای الذی فیہ التابعی

اولا یکون کذلک۔ یعنی اصل سند میں تفرد نہ ہو بلکہ تفرد تابعی کے بعد ہو۔ اس طرح کہ صحابہ سے روایت کرنے والے تو متعدد ہوں ان کے بعد راوی منفرد ہو گئے ہوں گے۔

خلاصہ۔ صحابی سے ایک راوی روایت کرے تو فرد مطلق۔ خواہ یہ تفرد آخر تک باقی رہے یا نہیں۔ اگر صحابی سے روایت کرنے والے ایک سے زائد ہیں پھر بعد میں کہیں راوی

ایک ہو جائے تو اسے فرد نسبی کہا جائے گا۔
نسبی کی وجہ۔ چونکہ غرابت درمیان میں کسی طبقے کی نسبت سے ہوتی ہے اس لئے نسبی کہا
جاتا ہے۔ عن واحد منهم. ای من التابعین.

۔ فالاول الفرد المطلق کحدیث النهی عن بیع الولاء و عن هبته تفرد به عبد
الله بن دینار عن ابن عمرؓ. و قد یتفرد به راوٍ عن ذلک المتفرد کحدیث شعب
الایمان تفرد به ابو صالح عن ابی هریرة و تفرد به عبد الله بن دینار عن ابی
صالح و قد یستمر التفرد فی جمیع رواته او اکثرهم و فی مسند البزار
والمعجم الاوسط للطبرانی امثلة کثیرة لذلک

ترجمہ:- اول فرد مطلق ہے جیسے نہی عن الولاء وہبہ کی حدیث اس میں عبداللہ بن دینار
ابن عمرؓ سے روایت میں منفرد ہیں۔ کبھی راوی منفرد کی روایت بھی منفرد سے ہوتی ہے۔
جیسے شعب ایمان کی روایت کہ اس میں ابو صالح حضرت ابو ہریرہ سے روایت میں منفرد
ہیں۔ اور ابو صالح سے روایت میں عبداللہ بن دینار بھی منفرد ہیں۔ اور کبھی تفرد کا سلسلہ
پوری روایت میں مسلسل رہتا ہے۔ مسند بزار، طبرانی کی معجم اوسط وغیرہ میں اس کی
مثالیں بکثرت ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے فرد مطلق کی مثال پیش کر کے اس کی توضیح کر رہے ہیں۔
الاول: یعنی جس میں غرابت اصل سند میں ہو۔
مطلق: اطلاق سے مراد، تفرد کا سلسلہ تمام رواۃ میں ہوتا ہو یا بعض میں
ولاء: مراد ولاء عتق ہے۔
شعب الایمان: مراد یہ حدیث ہے۔ الایمان بضع و سبعون شعبة

والثانی الفرد النسبی سمی نسبیاً لکون التفرد فیه حصل بالنسبة الی شخص
معین و ان کان الحدیث فی نفسه مشهوراً و یقل اطلاق الفردیة علیه لان
الغریب والفرد مترادفان لغةً و اصطلاحاً الا ان اهل الاصطلاح غایروا بینهما
من حیث کثرة الاستعمال و قلته.

ترجمہ:- دوسرا فرد نسبی ہے۔ نسبی اس وجہ سے نام رکھا گیا کہ اس میں تفرد شخص معین

المحدثين على التغاير لكنه عند اطلاق الاسم و اما عند استعمال الفعل المشتق فيستعملون الارسال فقط فيقولون ارسله فلان سواء كان ذلك مرسلاً او منقطعاً و من ثم اطلق غير واحد ممن لا يلاحظ مواقع استعمالهم على كثير من المحدثين انهم لا يغايرون بين المرسل والمنقطع و ليس كذلك لما حررناه و قل من نبه على النكتة في ذلك. والله اعلم.

ترجمہ:- اور اسی کے قریب وہ اختلاف بھی ہے جو مرسل اور منقطع کے متعلق ہے کہ وہ باہم متغایر ہیں یا نہیں۔ اکثر محدثین تغایر کے قائل ہیں لیکن یہ اسمی اطلاق کے وقت ہے۔ لیکن فعل مشتق کے استعمال کے وقت صرف ارسال استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ارسلہ فلان کہتے ہیں۔ چاہے مرسل ہو یا منقطع۔ جنہوں نے مواقع استعمال کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر نے بہت سے محدثین کے بارے میں یہ کہہ دیا ہے کہ وہ مرسل اور منقطع کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں (کہ وہ مغایرت کے قائل نہیں) اس دلیل کی وجہ سے جو میں نے لکھا ہے اور اس باریک نکتہ پر بہت کم لوگ مطلع ہوئے ہیں۔

تشریح:- مولف علیہ رحمہ کا مقصد اس عبارت بالا سے یہ ہے کہ جس طرح تفرد اور غریب کا فعل مطلق اور نسبی کے درمیان عام ہے اسی طرح ارسل فلان کا استعمال بھی مرسل اور منقطع دونوں کے درمیان عام ہے۔ لیکن اسمی اطلاق آیا مترادف ہے یا متغایر اس میں اختلاف ہے۔ بیشتر محدثین تغایر کے قائل ہیں بعض لوگوں نے اسمی استعمال کو بھی عام قرار دے دیا ہے یہ خیال غلط ہے۔ اسی پر تنبیہ مقصود ہے۔

من هذا. ای: من هذا الاختلاف.

المنقطع، جس میں صحابی کے علاوہ کوئی ایک راوی سند سے ساقط ہو۔

المرسل۔ جس میں کوئی صحابی سند سے ساقط ہو۔

لكنه۔ یعنی لیکن یہ تغایر۔

كان ذلك۔ یعنی ذلك الحديث۔

من ثمه۔ یعنی اسی وجہ سے کہ فعل ارسال میں عموم اطلاق ہے۔

ثم یلاحظ۔ یعنی جنھوں نے محدثین کی اصطلاح کو ملاحظہ نہیں کیا اور نہ غور سے نہیں رکھا
انھوں نے یہ سمجھا کہ منقطع اور مرسل کے درمیان محدثین کے یہاں فرق نہیں تو غلط ہے۔
کثیر من المحدثین۔ یعنی ان محدثین کے بارے میں جو مغایرت کے قائل تھے۔
ولیس کذلک۔ یعنی یہ اطلاق عموم کا ماننا درست نہیں۔
قل من نبّه۔ یعنی مرسل و منقطع کسی صورت سے مشترک ہے اور کسی اعتبار سے مشترک نہیں ہے۔ اس پر کم ہی لوگوں نے توجہ دی ہے اسی وجہ سے غلطی ہوئی۔

وَخبرُ الآحادِ بنقلِ عدلٍ تامِّ الضبطِ متصلِ السندِ غیرِ مُعلَّلٍ ولا شاذٍّ هو الصحیحُ لذاتهِ وهذا أوّلُ تقسیمِ المقبولِ الی أربعةِ أنواعٍ لأنّه إمّا أن یشتملَ من صفاتِ القبولِ علی أعلاها أوْ لا الأوّلُ الصحیحُ لذاتهِ والثانی إن وُجِدَ ما یجبرُ ذلک القصورَ ککثرةِ الطرقِ فهو الصحیحُ أیضاً لکنْ لا لذاتهِ وحیثُ لا جُبرانَ فهو الحسنُ لذاتهِ وإن قامتْ قرینةٌ ترجّحُ جانبَ قبولِ ما یتوقّفُ فیه فهو الحسنُ أیضاً لکنْ لا لذاتهِ

ترجمہ:- خبر واحد جس کے نقل کرنے والے عادل و تام الضبط کے ساتھ ہوں، معلل اور شاذ نہ ہو، صحیح لذاتہ ہے۔ یہ پہلی تقسیم ہے جو مقبول کی چار نوعوں کی طرف ہے۔ اس لئے کہ یا مشتمل ہوگی صفات قبول کے اعلیٰ مراتب پر یا نہیں۔ اول صحیح لذاتہ ہے۔ اور دوسرا اگر اس میں نقصان کی تلافی کثرت طرق کے ذریعہ سے کی گئی ہو تو وہ صحیح ہے لیکن لذاتہ نہیں ہے۔ اور جہاں اس کی تلافی نہ کی گئی ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے۔ اور اگر کوئی ایسا قرینہ ہو جائے جو جانب قبول کو جس میں توقف ہو ترجیح دے تو وہ حسن ہے مگر لذاتہ نہیں ہے۔
مقصد:- اس مقام سے مؤلف خبر واحد کی تقسیم کرتے ہوئے ان کی چار قسموں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس تقسیم کا مقسم خبر واحد مقبول ہے۔ اسے حجۃ، ثابت، صالح، معروف وغیرہ ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔
لغت:- خبر واحد۔ مراد اس سے متواتر کے علاوہ ہے۔
بنقل عدل۔ ای عادل، مراد ثقہ کی روایت ہے اور عدل سے مراد عدل روایت ہے نہ کہ عدل شہادت۔

تام الضبط. یعنی کامل الضبط۔

متصل السند. متصل منصوب ہے حال کی بنا پر۔ ذوالحال خبر الآحاد ہے۔ اس کی قید سے مرسل، منقطع، معضل خارج ہو جائیں گے۔ اور بعضوں کے نزدیک معلق بھی۔

غیر معلل۔ یہ حال ثانی ہے۔ خواہ علت جلی ہو یا خفی۔

ولا شاذ. مجرور ہے معلل پر عطف ہے۔

لذاته۔ اس کی قید سے صحیح لغیرہ نکل جائے گا۔

ھذا اول. یعنی صحیح لذاتہ مقبول کی پہلی تقسیم ہے۔ مقبول کی دوسری تقسیم آگے ثم المقبول سے آ رہی ہے۔

الی اربعة اقسام. یہاں سے اقسام اربعہ کی دلیل حصر مع مختصر تعریف کے ہے۔

لانه. یہاں سے دلیل حصر بیان کر رہے ہیں۔

صفات المقبول. مراد عدل اور ضبط ہے۔

اعلاها. یعنی اعلیٰ مراتب صفات۔

ان وجد. مجہول کا صیغہ۔

لا جبران. یہ فعلان کے وزن پر مصدر ہے۔ لازمی معنی کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

ترجح. فاعل قرینہ ہے۔

یتوقف. مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ جن محدثین نے اسناد کے اعتبار سے قبول کرنے میں توقف کیا ہو۔ یہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو ضعیف ہوتا ہے مگر کثرت طرق کی وجہ سے قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

لا لذاته. چونکہ حسن خارج کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

خلاصہ. اقسام اربعہ کی تعریف صحیح لذاتہ:– وہ حدیث ہے جس کے روات عادل کامل الضبط ہوں سند متصل ہو۔ معلل اور شاذ نہ ہو۔

صحیح لغیرہ. جس کے رواۃ میں ضبط کی کمی ہو اور نقصان کی تلافی کثرت طرق سے پوری ہو جائے۔

حسن لذاته. جس کے راوی تام الضبط نہ ہوں اور اس کی تلافی نہ ہوئی ہو۔

حسن لغیرہ۔ وہ روایت ہے جس میں ایسا نقص ہو جو توقف کو مقتضی ہو اور طرق کے
تعدد کی وجہ سے اس کی تلافی ہو گئی ہو۔ یعنی سبب ضعف پر مشتمل ہونے کے باوجود تلافی
ہو گئی ہو۔ مطلقاً حسن کی تعریف۔ وہ حدیث ہے جس کی سند میں متہم بالکذب راوی نہ ہو
اور شاذ نہ ہو اور طرق متعددہ سے مروی ہو۔ (مقدمہ فتح) بعضوں نے یہ بھی تعریف کی
ہے: وہ روایت جو متصل الاسناد خالی عن العلل مستور راوی ہو۔ اور اس کا شاہد ہو۔ یا راوی
مشہور ہو مگر کمال اتقان سے کمتر ہو۔

حسن اور ضعیف کا ارتقا: خیال رہے کہ کبھی حسن صحیح کا ضعیف حسن کا درجہ اختیار
کر لیتی ہے۔ مثلاً حسن لذاتہ اگر کسی دوسرے طرف سے بھی آجائے جس سے خفت ضبط
کی تلافی ہو جائے تو صحیح کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح راوی کا ضعف دوسری روایت
سے ختم ہو جائے تو یہ حسن کا درجہ پا لیتا ہے۔ (مقدمہ فتح) جیسے کہ علامہ ذہبی نے بیان کیا
کہ بہز من حکیم عن ابیہ عن جدہ۔ کی روایت۔ ایسی روایت صحیح تو ہو جاتی
ہے مگر اس کے ادنیٰ درجہ پر ہی رہتی ہے۔

صحیح اور صحیح الاسناد کا فرق:۔ خیال رہے کہ صحیح الاسناد کا صحیح ہونا مستلزم نہیں۔ بلکہ اس کا درجہ
صحیح سے کمتر ہوتا ہے۔ اسی طرح حسن الاسناد کا درجہ حسن کو مستلزم نہیں۔ بلکہ اس سے کمتر
ہوگا۔ حسن کا قابل احتجاج ہونا یا نہ ہونا یہ مختلف فیہ ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک حسن قابل احتجاج ہے اس سے استدلال درست ہے۔ البتہ ابو حاتم
اس کی حجیت کے قائل نہیں ہے۔

وقدمَ الكلامُ على الصّحيحِ لذاتهِ لعلوّ رتبتِهِ والمرادُ بالعدلِ من لهُ ملكةٌ تحملهُ على ملازمةِ التقوى والمروّةِ والمرادُ بالتقوى اجتنابُ الأعمالِ السّيئةِ من شركٍ أو فسقٍ أو بدعةٍ والضبطُ ضبطانِ ضبطُ صدرٍ وهُوَ أن يثبتَ ما سمعهُ بحيثُ يتمكّنُ من استحضارهِ متى شاءَ وضبطُ كتابٍ وهُوَ صيانتهُ لديهِ منذُ سمعَ فيهِ وصحّحهُ إلى أن يؤدّيَ منهُ وقيّدهُ بالتامّ إشارةً إلى الرتبةِ العُلْيَا في ذلكَ.

ترجمہ:۔ (مولف نے) صحیح لذاتہ کی بحث کو مقدم کیا اس کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ

والمتصل ما سلم اسنادہ من سقوط فیہ بحیث یکون کل من رجالہ سمع ذالک المروی من شیخہ والسند تقدم تعریفہ والمعلل لغۃ ما فیہ علۃ و اصطلاحاً ما فیہ علۃ خفیۃ قادحۃ والشاذ لغۃ الفرد واصطلاحاً ما یخالف فیہ الراوی من ھو ارجح منہ ولہ تفسیر آخر سیاتی ان شاء اللہ تعالی

ترجمہ:- متصل وہ ہے جس کی سند سقوط سے محفوظ ہو اس طرح کہ ہر ایک راوی نے اپنے شیخ سے روایت کو سنا ہو۔ اور سند کی تعریف پہلے گذر چکی ہے۔ اور معلل وہ ہے جس میں کوئی علت ہو اور اصطلاح میں وہ ہے جس میں نقصان پہنچانے والی مخفی علت ہو۔ شاذ لغت میں فرد کو اور اصطلاح میں وہ ہے جس میں راوی روایت میں اپنے اوثق سے مخالفت کرے۔ اسکی ایک اور تعریف بھی ہے جو انشاءاللہ آگے آرہی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف متصل، معلل، اور شاذ کی تعریف کر رہے ہیں۔
متصل۔ یعنی سقوط سے خالی ہو۔ پس یہ موقوف کو شامل رہے گا اور منقطع، معضل خارج ہو جائیں گے۔
قد تقدم۔ یعنی اخبار عن طریق المتن۔
معلل۔ مفعول کا صیغہ۔ جس میں علت ہو۔ علت ترف علیت کو بھی اور مرض کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں مرض اور سقم کے معنی مراد ہے۔ اور مرض سے مراد مرض معنوی ہے۔ اور اصطلاح میں محدثین کے یہاں وہ غامض، دقیق لطیف نقص جو کسی روایت پر عارض ہو اور اس کی سلامتی کو نقصان پہنچائے باوجودیکہ سند درست ہو۔ مثلاً راوی کا تفرد، متابع کا نہ ہونا، کبھی موصول کو مرسل کر دینے کی صورت میں معلل کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔
خیال رہے کہ علل کی معرفت فن کے اہم ترین دقیق مباحث میں ہے۔ اس کی معرفت ماہرین اور حاذقین کو ہی ہو سکتی ہے۔
الشاذ۔ محدثین کے یہاں راوی کا اپنے ثقہ اور اوثق کی مخالفت کرنا۔
ولہ تفسیر آخر۔ وہ یہ ہے۔ راوی کی ضبط نہ ہو۔ سوءِ حفظ کا شکار ہو۔ اسی طرح اس راوی کی روایت جس کا کوئی متابع نہ ہو شیخ سے تنہا روایت کرتا ہو۔

والثانیہ قولہ و خبر الآحاد کالجنس و باقی قیودہ کالفصل و قولہ بنقل عدل

احترازٌ عمّا يقابله غيرُ العدل و قوله هو يسمى فصلاً يتوسط بين المبتدا والخبر يؤذنُ بأنّ ما بعدهُ خبرٌ عمّا قبلهُ وليس بنعتٍ له و قولهُ لذاته يُخرجُ ما يُسمّى صحيحاً بأمرٍ خارجٍ عنه كما تقدم.

ترجمہ:- انتباہ۔ خبر آحاد جنس کے درجہ میں ہے اور باقی قیود فصل کے درجہ میں ہے۔ اور بنقل عدل سے احتراز ہے۔ جس کے ناقل غیر عادل ہوں۔ اور اس کا قول ہو ضمیر فصل ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان ہے۔ جو اس کی خبر دے رہا ہے کہ اس کا مابعد خبر ہے ما قبل کا اس کی صفت نہیں ہے اور لذاتہ کا قول اس کو خارج کرنے کے لئے ہے جس کی صحت امر خارج کی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ ما قبل میں گذرا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف تعریف میں آنے والے الفاظ جو جنس اور فصل کے درجہ میں ہیں اس کے فوائد ذکر کر رہے ہیں۔ تاکہ تعریف باحسن وجوہ ذہن نشین ہو جائے۔

لغت:- کالجنس۔ خبر آحاد کا لفظ جنس کے درجہ میں ہے۔ اس سے متواتر مشہور سے احتراز ہے۔

هو، یہ ضمیر فصل ہے۔ خبر کے معرفہ ہونے کی صورت میں صفت کا جو احتمال ہوتا ہے اس کو یہ دور کرتا ہے۔ "فصل معنی میں فاصل کے ہے"

لذاتہ: اس قید سے صحیح لغیرہ کو نکالا ہے۔ کیونکہ اس کی ذات میں صحت نہیں ہوتی امر خارج کی وجہ سے آتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو لغیرہ کہا جاتا ہے۔

و يتفاوت رتبهُ اي رُتبُ الصحيح بسبب تفاوت هذه الاوصاف المقتضية للتصحيح في القوة فإنها لما كانت مفيدةً لغلبة الظن الذي عليه مدارُ الصحة اقتضت أن يكون لها درجاتٌ بعضُها فوق بعضٍ بحسب الامور المقوية و إذا كان كذالك فما يكونُ رواتهُ في الدرجة العُليا من العدالة والضبط و سائر الصفات التي توجبُ الترجيح كان أصحّ مما دونهُ.

ترجمہ:- اور اس کے رتبے متفاوت ہوتے ہیں یعنی صحیح کے رتبے ان اوصاف کے تفاوت کی وجہ سے جو قوت میں صحیح کا تقاضہ کرتے ہیں۔ پس وہ جب غلبہ ظن کی وجہ سے مفید ہوئے جو مدار صحت ہے تو وہ تقاضا کریں گے کہ اس کے لئے مختلف درجات ہوں۔ جو ایک

دوسرے پر فائق ہو قوت پہنچانے والے امور کی وجہ سے۔ جب بات یہ ہے تو جس کی روایت عدالت وضبط وتمام صفات میں بلند مرتبہ پر ہو جو ترجیح کو ثابت کرتے ہیں تو یہ رواۃ دوسرے کے مقابلہ میں اصح ہوگے۔

تشریح۔ مولف کی اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ صحیح کے تمام مراتب یکساں نہ ہوں گے انکے درمیان فرق مراتب ودرجات ہوں گے۔

رتب الصحیح۔ صحیح کے مراتب اعلیٰ، وسط، ادنیٰ ہیں

الاوصاف۔ مراد اس سے عدالت اور ضبط وغیرہ ہیں۔

المقتضیہ۔ یہ اوصاف قوت وضعف کے باعث ہیں۔ چونکہ عدالت وضبط یہ اوصاف میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ فانہا یعنی اوصاف۔

اقتضت۔ مراد اس سے اوصاف مختلفہ ہے۔

بہا۔ مرجع تفاوت ہے۔ لہا۔ ای للصحۃ۔

الدرجۃ العلیا۔ جس میں صحیح کے تمام اوصاف علی وجہ الکمال پائے جائیں۔

توجب۔ چونکہ یہ اوصاف مرجحہ ہیں۔

فمن المرتبۃ العُلیٰ فی ذٰلک ما اُطلق علیہ بعضُ الائمۃ انہ اصح الاسانید کالزُّھری عَن سَالِم بن عبد اللّٰہ بنِ عُمرَ عن ابیہ وَ کمحمّدِ بنِ سیرین عن عُبیدۃ بن عمرو عَن عَلیٍ وَ کابراھیم النخعی عن علقمۃ عن ابن مسعودٍ و دُونَھا فی الرتبۃ کروایۃ بُرید بن عبد اللّٰہ بن ابی بُردۃ عَن جدّہ عن ابیہ ابی موسیٰ و کحمّادِ بن سلمۃ عن ثابت عن انسٍ وَ دُونَھا فی الرتبۃ کسُھیل بن ابی صالحٍ عَن ابیہ عن ابی ھریرۃ و کالعَلاء بن عبد الرحمٰن عَن ابیہ عن ابی ھریرۃ۔

ترجمہ:۔ پس اس سلسلہ کی مرتبہ علیا وہ ہے جس پر بعض ائمہ نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے جیسے زہری عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ اسی طرح محمد بن سیرین عن عبیدہ بن عمر عن علی اور اسی طرح ابراہیم نخعی عن علقمہ عن ابن مسعود۔ اور اس سے کم مرتبہ کی سند جیسے برید بن عبداللہ بن ابو بردہ عن ابیہ ابو موسیٰ (اشعری) کی طرح حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس۔ اور اس سے کم مرتبہ جیسے سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ۔

اور اسی طرح علاء بن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ۔ (رضی اللہ عنہ)

تشریح:- اس مقام سے مؤلف مرتبہ علیا و وسطیٰ اور ادنیٰ کی روایت کی تشریح کر رہے ہیں۔
فی ذلک یعنی باب صحیح میں۔ بعض الائمہ یعنی کہ تین حضرات۔
کالزہری یعنی ابن شہاب زہری جو مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ یہ وہ عالی سند ہے جس کے تمام رواۃ وصف کمال سے فائز ہیں جسے اہل اصطلاح اصح الاسانید سے موسوم کرتے ہیں۔
اسی طرح ابن سیرین کی اور ابراہیم نخعی کی سند جو بواسطہ علقمہ عن ابن مسعود ہے۔ امام بخاری نے مالک عن نافع عن ابن عمر اور ابو بکر بن شیبہ عن زہری عن علی بن الحسین بن علی کو بھی یہی درجہ دیا ہے۔
دونہا یعنی اصح الاسانید سے کم مرتبہ جیسے برید کی سند حضرت ابو موسیٰ اشعری تک۔
و دونہا یعنی اس سے کم تیسرے درجہ کی سند۔ جیسے سہیل کی حضرت ابو ہریرہ تک وغیرہ خیال رہے کہ سند کے مراتب کی معرفت اسماء رجال اور طبقات رجال کی واقفیت اور مہارت پر ہے۔

فانَّ الجميعَ يشملهم اسمُ العدالة والضبط الّا انّ في المرتبة الاُولىٰ من الصفات المرجحة ما يقتضي تقديمَ روايتهم على التي تليها۔ وفي التي تليها من قوة الضبط ما يقتضي تقديمُها على الثالثة وهي مقدمةٌ على رواية من يُعَدُّ ما يتفردُ به حسنًا كمحمد بن اسحاق عن عاصم ابن عمر عن جابرٍ و عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده وقس على هذه المراتب "ما يشبهها في الصفات المرجحة"

ترجمہ:- عدالت اور ضبط کی صفت تو ان تمام میں پائی جاتی ہے مگر جو مرتبہ علیا پر ہے ان میں وہ صفات مرجحہ پائے جاتے ہیں جو ان کے بعد والی روایت پر تقدیم کا تقاضہ کرتی ہے اور جو اس کے بعد کے مرتبہ میں قوت ضبط ہے۔ وہ تقاضہ کرتی ہے تیسرے مرتبہ کی تقدیم پر اور یہ (تیسرا مرتبہ) مقدم ہے ان روایتوں پر جس کو تفرد مانتے ہیں جبکہ حسن ہونے کی صورت میں۔ جیسے محمد بن اسحاق کی روایت اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت۔
اور اسی پر اس درجہ کی روایت کو قیاس کر لو جو صفات مرجحہ میں مشابہت رکھتے ہیں۔

تشریح: یہاں سے مولف مراتب ثلاثہ کے باعث اختلاف کو بیان کرتے ہیں کہ صفات مرجحہ جس درجہ کے ہوں گے اسی درجہ کی روایت ہوگی۔

فان الجمیع تمام مراتب مذکورہ علیا۔ اوسط ادنی۔

وھی۔ مراد مرتبہ ثالثہ کی روایت۔

بعد۔ مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ **حسنا۔** بعد کا مفعول ہے۔ اسی وجہ سے منصوب ہے۔

ابن شعیب۔ یعنی ابن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

عن ابیه۔ یا تو شعیب یا تو محمد مراد ہے۔ شعیب کی سماعت عبداللہ سے ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

جدہ۔ جد عمرو یا جد شعیب۔ بعضوں نے جد سے مراد محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص اور بعضوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص مراد لیا ہے۔ جد سے مراد صحابی ہے۔

المراتب۔ "مراتب ثلاثہ مراد ہے۔"

یشبہھا۔ جو صفات مرجحہ میں اس کے مشابہ ہو۔

عمرو بن شعیب عن ابیه کی روایت اور اس کی تشریح۔

عمرو۔ انکا نام ابو محمد عمرو ہے۔ ان کے والد کا نام شعیب ہے۔ اور ان کے والد کا نام محمد ہے۔ یہ صاحبزادے ہیں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے۔

ضمیر اور اس کا مرجع۔ جدہ میں ہا ضمیر شعیب کی جانب لوٹ رہی ہے۔ شعیب کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو ہیں۔ اور عمرو کے والد کے دادا ہوئے۔ دار قطنی کے قول کے مطابق عمرو تابعی بھی نہیں ہے۔

شعیب کی روایت سے دادا صحابی ہیں۔ ان سے سماع ہے یا نہیں محدثین کے نزدیک اختلاف ہے۔ ابن حبان، دار قطنی نے پوتے کے سماع کا جد سے انکار کیا ہے۔ ابن علان نے اس کی رد کرتے ہوئے سماع کو ثابت مانا ہے۔ اور کہا کہ والد کی وفات کے بعد دادا نے ان کی پرورش کی ہے۔ (الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النوویہ ج ۳، ص ۱۸۴) ابن صلاح نے بھی جد سے مراد حضرت عبداللہ بن عمرو مراد لیا ہے جس کے بیشتر محققین قائل ہیں۔ اور بعض نے ان کے صاحبزادے محمد مراد لیا ہے۔ ان کی روایت حسن کے درجہ میں

ہے۔ ملا علی قاری نے شرح میں بیان کیا ہے کہ چونکہ سماع میں اختلاف ہے اسی وجہ سے امام بخاری و مسلم نے ان کی روایت نہیں لی ہے۔

وَالْمَرْتَبَةُ الْأُوْلٰی هِيَ الَّتِي أَطْلَقَ عَلَيْهَا بَعْضُ الْأَئِمَّةِ أَنَّهَا أَصَحُّ الْأَسَانِيدِ وَالْمُعْتَمَدُ عَدَمُ الْإِطْلَاقِ لِتَرْجَمَةٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْهَا نَعَمْ يُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوعِ مَا أَطْلَقَ الْأَئِمَّةُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ أَرْجَحِيَّتُهُ عَلٰی مَا لَمْ يُطْلِقُوْهُ وَ يَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلٰی تَخْرِيْجِهٖ بِالنِّسْبَةِ إِلٰی مَا انْفَرَدَ بِهٖ أَحَدُهُمَا وَ مَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ بِالنِّسْبَةِ إِلٰی مَا انْفَرَدَ بِهٖ مُسْلِمٌ لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعْدَهُمَا عَلٰی تَلَقِّي كِتَابَيْهِمَا بِالْقُبُوْلِ وَ اخْتِلَافِ بَعْضِهِمْ فِي أَيِّهِمَا أَرْجَحُ فَمَا اتَّفَقَا عَلَيْهِ أَرْجَحُ مِنْ هٰذِهِ الْحَيْثِيَّةِ مِمَّا لَمْ يَتَّفِقَا عَلَيْهِ وَ قَدْ صَرَّحَ الْجُمْهُوْرُ بِتَقْدِيْمِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فِي الصِّحَّةِ وَ لَمْ يُوْجَدْ عَنْ أَحَدٍ التَّصْرِيْحُ بِنَقِيْضِهٖ.

ترجمہ: - اور مرتبہ اولیٰ وہ ہے جس پر بعض ائمہ نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے اور قابل اعتماد امر اس میں یہ ہے کہ کسی معین سند کے ساتھ اسے خاص نہ کیا جائے۔ ہاں اس سے یہ فائدہ ضرور حاصل ہوگا کہ جس پر ائمہ نے اس کا اطلاق کیا ہے وہ راجح ہوگا اس کے مقابلہ میں جس پر اطلاق نہیں کیا ہے۔ اور اسی تفاضل کے معیار پر وہ بھی شامل ہو جائے گا جس کی تخریج پر شیخین نے اتفاق کیا ہو۔ بمقابلہ اس کے جس کی روایت میں ان دونوں میں سے کوئی منفرد ہو۔ اور وہ جس کی روایت تنہا امام بخاری نے کی ہو بمقابلہ اس کے جس کی روایت تنہا امام مسلم نے کی ہو۔ چونکہ ان دونوں کی مقبولیت پر اہل علم کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اور بعضوں کا اختلاف کہ ان میں سے کون راجح ہے۔ پس جس پر علماء کا اتفاق ہو جائے اس حیثیت سے راجح ہوگا بمقابلہ اس کے جس پر اتفاق نہیں کیا گیا ہو۔ جمہور علماء نے تصریح کی ہے کہ صحیح بخاری کی روایت مقدم ہوگی۔ اس کے خلاف کسی کی تصریح نہیں پائی گئی۔

مقصد۔ اس مقام سے مولف مختلف امور کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ (۱) کسی معین سند پر اصح الاسانید کا اطلاق بہتر نہیں۔ (۲) متفق علیہ روایت قوی ہوگی منفرد علیہ کے مقابلہ میں۔ (۳) تنہا بخاری کی روایت تنہا مسلم کی روایت پر مقدم ہوگی۔ (۴) شیخین کی رواجس ایہ

علما کا تداول ہو چکا ہے۔
بعض الائمہ۔ اس سے مراد امام بخاری و دیگر علماء ہیں۔
منہا۔ ای من التراجم۔ جو ترجمہ کے لفظ سے مستفاد ہے۔
و یلتحق۔ عالی سند ہونے میں وہ بھی شامل ہو جائے گی جس کی تخریج شیخین نے ایک ہی راوی سے کی ہو۔ پھر اس کے بعد وہ جس کی تخریج کسی ایک نے کی ہو۔
صرح۔ علامہ نووی نے بخاری کی تقدیم پر اجماع کو صواب کہا ہے۔ "اور جن لوگوں نے اس کے خلاف کہا ہے اس کا قول معتبر نہیں۔"
وَ اَمَّا مَا نُقِلَ عَنْ اَبِي عَلِي النَّيْسَابُوْرِي اَنَّهُ قَالَ مَا تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ اَصَحُّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ فَلَمْ يُصَرِّحْ بِكَوْنِهِ اَصَحَّ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِي لِاَنَّهُ اِنَّمَا نَفَى وُجُوْدَ كِتَابٍ اَصَحَّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ اِذِ الْمَنْفِيُّ اِنَّمَا هُوَ مَا يَقْتَضِيْهِ صِيْغَةُ اَفْعَلَ مِنْ زِيَادَةِ صِحَّةٍ فِي كِتَابٍ شَارَكَ كِتَابَ مُسْلِمٍ فِي الصِّحَّةِ يَمْتَازُ بِتِلْكَ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَنْفِ الْمُسَاوَاةَ.
ترجمہ:- اور وہ جو ابو علی نیشاپوری سے منقول ہے کہ آسمان کے نیچے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی نہیں تو انھوں نے اس کی تصریح نہیں کی کہ بخاری سے زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح پائے جانے کی نفی کی ہے۔ چونکہ انھوں نے جس کی نفی کی ہے اس کا مفہوم جو افعل کا صیغہ تقاضا کر رہا ہے صحت کی زیادتی ہے جو مسلم کی کتاب میں صحت کے اعتبار سے شریک ہو۔ کہ جس زیادتی کی وجہ سے وہ ممتاز ہو جائے۔ انھوں نے مساوات کی نفی تھوڑے کی ہے۔
تشریح:- اس مقام سے مولف نیشاپوری کے قول کی تاویل اور محمل بیان کر رہے ہیں کہ ان کا مقصد مسلم سے زیادہ صحت کی نفی ہے۔ مطلق صحت کی نفی نہیں ہے۔ لہٰذا بخاری کے مقابلہ میں مسلم کی اصحیت کو ثابت کرنا مقصد نہیں ہے۔ نفس صحت میں اسکے ساتھ شریک ہونے کی نفی نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصحیت کی نفی ہے نہ کہ صحت کی نفی۔
ادیم۔ چمڑا۔ جرم یہ ظاہر۔
فلم یصرح۔ یہ جواب کی تعلیل ہے اصل جواب یہ ہے لا ینافی ماذکر۔

کے۔ اور امام بخاری کی شرط صحت اس میں زیادہ قوی اور سخت ہے۔ اور بہر حال اس کا ارفع ہونا تنزل سند کے اعتبار سے تو وہ اس کے اس شرط کی وجہ سے ہے کہ راوی جن سے وہ روایت کر رہا ہے ملاقات ثابت ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ اور امام مسلم نے مطلق معاصرت کو کافی سمجھا ہے۔ اور (امام مسلم نے) بخاری پر الزام عاید کیا ہے کہ وہ محتاج ہے اس امر کا کہ معنعن روایت بالکل قبول نہ کرے اور وہ جو الزام عاید کیا ہے سو اس سے یہ لازم نہیں کہ راوی کی ملاقات جب ایک مرتبہ ثابت ہو جائے گی تو اس کی روایت میں احتمال باقی نہ رہے گا۔ کہ اس نے نہ سنا ہو۔ یہ احتمال کا جاری ہونا (اس وقت) لازم ہوگا جب کہ راوی مدلس ہو۔ حالانکہ مسئلہ راوی غیر مدلس کے متعلق ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف بخاری کی ارجحیت کے دلائل بیان کر رہے ہیں۔ اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ امام بخاری نے قبول روایت کی کیا شرط ملحوظ رکھی ہے۔ جسے شروط البخاری سے موسوم کیا جاتا ہے اور امام مسلم نے کن شرطوں کو نقد روایت میں ملحوظ رکھا ہے۔ اور اسی ضمن میں امام مسلم کے بخاری پر واقع کردہ اعتراض کا جواب بھی مولف نے ذکر کیا ہے۔ کہ غیر مدلس کا معنعن سماع سے متعلق ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ امام بخاری نے لقاء راوی و مروی عنہ کی شرط ملحوظ رکھی ہے خواہ زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہو۔ اور امام مسلم نے محض ہم عصر ہونا کافی سمجھا ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے عدالت تام ضبط کامل عدم شذوذ کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

تدور علیہا الصحۃ. مراد اس سے عدالت۔ تام ضبط اتصال، عدم شذوذ وغیرہ مراد ہے

السند. سند اولی سے ہے یعنی اصوب۔ شرطہ۔ امام بخاری۔

فیہا۔ صحت۔ اتصال۔ یعنی اتصال سند۔ اشتراطہ. ضمیر کا مرجع بخاری ہے۔

بمطلق المعاصرۃ. یعنی امکان لقاء۔

الزمہ. اس کا فاعل امام مسلم اور بخاری مفعول ہے۔ اسی طرح یحتاج کا فاعل بھی بخاری ہے۔

المعنعنہ. یہ مصدر ہے روی عن فلان سے۔ جس طرح بسملہ اور حمدلہ مصدر ہے اسی طرح یہ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ یہ معنعن نعت کا مصدر ہے۔

ما الزمہ. یعنی مسلم نے جو امام بخاری پر الزام عاید کیا ہے۔

جریانہ۔ یعنی جریان الاحتمال۔ ان یکون۔ ای الراوی۔
مُدلِساً۔ تدلیس سے۔ جو اپنے معاصر سے روایت کرے بلا سماع کے۔

خلاصہ۔ امام مسلم کے اعتراض کا یہ ہے کہ امام بخاری کو محض لقاء کے طریق کی روایت صحیح میں نقل نہیں کرنی چاہیئے۔ حالانکہ صحیح اس قسم کی روایت سے پر ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے مدلس کی روایت کو قبول نہیں کیا ہے اور غیر مدلس کا معنعن لقا کو ثابت کرتا ہے اور روایت کے اتصال کو باقی رکھتا ہے۔ اسے اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کا معنعن بھی شرط لقاء سے متعلق ہے۔ چونکہ ان کی کتاب میں صحیح اور مقبول روایت ہے اور مدلس کی روایت مردود ہے۔ لہٰذا صحیح بخاری میں تدلیسی معنعن کا کوئی احتمال ہی نہیں رہتا۔

وَ اَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ فَلِاَنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ اَكْثَرُ عَدَدًا مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ مَعَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يُكْثِرْ مِنْ اِخْرَاجِ حَدِيْثِهِمْ بَلْ غَالِبُهُمْ مِنْ شُيُوْخِهِ الَّذِيْنَ اَخَذَ عَنْهُمْ وَ مَارَسَ حَدِيْثَهُمْ بِخِلَافِ مُسْلِمٍ فِي الْاَمْرَيْنِ۔

ترجمہ:۔ اور بہر حال عدالت اور ضبط کے اعتبار سے اس کا راجح ہونا تو وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ رواۃ جن پر کلام کیا گیا ہے مسلم میں ایسے رجال زائد ہیں بمقابلہ بخاری کے ان رجال پر جن پر کلام کیا گیا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ امام بخاری نے ان کی روایت زیادہ نہیں لی ہے۔ بلکہ ان میں بیشتر وہ مشائخ ہیں جن سے روایت لی ہے۔ اور ان کی حدیث سے واقف ہیں بخلاف مسلم کے ان دونوں امور میں۔

تشریح:۔ مولف کا مقصد اس عبارت سے یہ ہے کہ بخاری کی روایت کو ارجحیت عدالت و ضبط میں اس وجہ سے ہے کہ اس میں متکلم فیہ راوی بہت کم ہیں بمقابلہ مسلم کے۔

خیال رہے کہ بخاری کے منفرد رواۃ جو مسلم میں نہیں ہیں ۴۳۵ ہیں اور متکلم فیہ رجال کی تعداد ۸۰ ہے اور مسلم میں ایسے منفرد رواۃ ۶۲۰ ہیں اور متکلم فیہ رجال ۱۶۰ ہیں۔

لغت:۔ رجحانہ۔ یعنی بخاری۔
تُکُلِّمَ۔ مجہول کا صیغہ۔ یعنی جس پر طعن اور جرح کیا گیا۔

لم یکثر. یا کے ضمہ کے ساتھ۔
حدیثہم. یعنی متکلم فیہ رواۃ کی حدیث۔
من شیوخہ. یعنی شیوخ بخاری۔ یعنی بخاری کی ایسی روایتیں ان کے مشائخ کی ہیں جن کی حدیثوں سے وہ بخوبی واقف تھے کہ ان کا کیا مقام ہوگا۔
الامرین. یعنی ان دو امور مذکورہ کی روایت مسلم میں نہیں ہے۔ ایک یہ کہ متکلم فیہ کی روایت زائد دوسرے یہ کہ وہ ان کے شیوخ نہیں کہ ان کی روایت سے بخوبی واقف ہوں۔

وَ اَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ عَدَمِ الشُّذُوْذِ وَ الْاِعْلَالِ فَلِاَنَّ مَا انْتُقِدَ عَلَى الْبُخَارِيِّ مِنَ الْاَحَادِيْثِ اَقَلُّ عَدَدًا مِمَّا انْتُقِدَ عَلٰى مُسْلِمٍ هٰذَا مَعَ اِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اَنَّ الْبُخَارِيَّ كَانَ اَجَلَّ مِنْ مُسْلِمٍ فِي الْعُلُوْمِ وَ اَعْرَفَ مِنْهُ بِصِنَاعَةِ الْحَدِيْثِ وَ اَنَّ مُسْلِمًا تِلْمِيْذُهٗ وَ خِرِّيْجُهٗ وَ لَمْ يَزَلْ يَسْتَفِيْدُ مِنْهُ وَ يَتْبَعُ آثَارَهٗ حَتّٰى قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ لَوْ لَا الْبُخَارِيُّ لَمَا رَاحَ مُسْلِمٌ وَ لَا جَاءَ.

ترجمہ:۔ اور بہر حال اسکا شاذ اور معلل نہ ہونے کے اعتبار سے راجح ہونا سو وہ اس وجہ سے ہے کہ بخاری کی روایت پر جو نقد و جرح کی گئی ہے وہ کم ہے جو مسلم پر جرح کی گئی ہے مع اس امر کے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام بخاری علوم میں اور فن حدیث میں بڑے اونچے مرتبہ پر ہیں امام مسلم سے۔ اور یہ کہ امام مسلم ان کے شاگرد اور ان سے کسب حاصل کرنے والے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے اسی وجہ سے امام دار قطنی نے کہا اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم نہ ظاہر ہوتے نہ آتے۔

تشریح:۔ شاذ اور معلل نہ ہونے کے اعتبار سے جو بخاری کو مقام حاصل ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں کہ بخاری کی روایت پر مقابلہ مسلم کے بہت کم نقد و جرح واقع ہے۔ اسی کے ضمن میں امام بخاری کی فوقیت جو امام مسلم پر ہے نشاندہی کر رہے ہیں۔ کہ امام بخاری استاذ ہیں اور انکو فن حدیث و رجال میں بڑی مہارت و جلالت حاصل تھی۔

انتقد. مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ من الاحادیث. ما کا بیان ہے۔
ھذا. ذا امر کا مفعول ہے۔ صناعۃ. صاد کے کسرہ کے ساتھ۔ فن۔

خرّجہ: خا کے کسرہ کے ساتھ بمعنی منسوب۔ جس سے نکالا ہوا۔
ولم یرل: فاعل مسلم ہے۔ عنہ: ای البخاری۔
دارقطنی مشہور محدث ہیں۔ منسوب ہے دار قطن کی طرف جو بغداد کا ایک محلہ تھا۔
بان: ای ظہر۔ ولا جاء: ای فی الحدیث۔ یعنی قدم بھی رکھ پائے

تعداد روایت کی تفصیل

بخاری اور مسلم دونوں کے متکلم فیہ روایت کی تعداد دو سو دس (۲۱۰) ہے جس میں ۸۰ سے کم روایتیں بخاری کی ہیں۔ اور ۱۳۲ ایسی روایتیں ہیں جس میں دونوں شریک ہیں۔ ۸۸ روایتیں صرف مسلم کی متکلم فیہ ہیں۔

(و من ثَمّ) ای و من هذه الجهة و هی ارجحیة شرط البخاری علی غیره قُدِّمَ صحیحُ البخاری علی غیره من الکتب المصنفة فی الحدیث ثم صحیح مسلم لمشارکته للبخاری فی اتفاق العلماء علی تلقی کتابه بالقبول ایضاً سوی ما عُلّل ثم یقدم فی الارجحیة من حیث الاصحیة ما وافقه شرطهما لان المراد به رواتهما مع باقی شروط الصحیح و رواتهما قد حصل الاتفاق علی القول بتعدیلهم بطریق اللزوم فهم مقدمون علی غیرهم فی روایاتهم و هذا اصل لا یخرج عنه الا بدلیل

ترجمہ: اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ بخاری کو غیر پر فوقیت حاصل ہے بخاری کو مقدم کیا گیا ہے غیر پر یعنی فن حدیث کی تصنیف کردہ کتابوں میں پھر صحیح مسلم ہے۔ بخاری کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے کہ علماء متفق ہے مسلم کے قبول ہونے پر۔ معلل کردہ احادیث کو چھوڑ کر۔ پھر صحت کے اعتبار سے ترجیح کی جائیں گی ان کو جو دونوں کی شرطوں کے موافق ہوں گی۔ چونکہ اس سے مراد ان دونوں کے رواۃ ہیں صحیح کی باقی شرطوں کے ساتھ۔ اور ان دونوں کے راویوں پر بالاتفاق تعدیل کا قول بطریق لزوم کے ثابت ہو چکا ہے۔ پس یہ روایتیں مقدم ہوں گی دوسری روایتوں پر یہ وہ ضابطہ ہے جس سے خروج نہیں کیا جا سکتا مگر کسی دلیل کے ساتھ۔

تشریح: مصنف اس مقام سے روایتوں کے مدارج اور مراتب کو ذکر کر رہے ہیں کہ

یہ وہ ہے جو ان دونوں میں سے کسی کے شرط کے موافق نہ ہو تو اختلاف افراد اور یہ تفاوت وفرق اسی حیثیت کے اعتبار سے ہوگا جو ذکر کیا گیا۔

تشریح: - اس مقام سے مؤلف روایت کے مراتب سبعہ کی تفصیل کر رہے ہیں۔ جو ما قبل کے ذکر کردہ اصول پر ظاہر ہوں گی۔

حل عبارت: - شرطهما معاً۔ یعنی بخاری و مسلم دونوں کی شرطوں کے موافق ہو۔

علی شرط احدهما. صرف بخاری یا صرف مسلم کی شرط کے موافق ہو۔

ستة اقسام. وہ یہ ہیں (۱) متفق علیہ روایات۔ (۲) صرف بخاری نے تخریج کی ہو۔ (۳) صرف مسلم نے (۴) بخاری و مسلم دونوں کی شرطوں کے موافق ہو۔ (۵) علی شرط البخاری۔ (۶) علی شرط مسلم ہو۔

قسم سابع. کسی کے شرط کے موافق نہ ہو۔ جیسے ابن خزیمہ۔ ابن حبان وغیرہ کی روایتیں صحیح ہیں مگر شرطوں کی موافقت نہیں۔

الحيثية المذكورة. یعنی شرائط صحت ضبط و عدالت وغیرہ۔ جس درجہ کے ہوں گے اسی درجہ کی روایت ہوگی۔

امَّا لَوْ رُجِّحَ قِسْمٌ عَلٰى مَا فَوْقَهٗ بِاُمُوْرٍ اُخْرٰى تَقْتَضِى التَّرْجِيْحَ عَلٰى مَا فَوْقَهٗ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلٰى مَا فَوْقَهٗ اِذْ قَدْ يَعْرِضُ لِلْمَفُوْقِ مَا يَجْعَلُهٗ فَائِقًا كَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ مَثَلًا وَ هُوَ مَشْهُوْرٌ قَاصِرٌ عَنْ دَرَجَةِ التَّوَاتُرِ لٰكِنْ حَفَّتْهُ قَرِيْنَةٌ صَارَ بِهَا يُفِيْدُ الْعِلْمَ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلَى الْحَدِيْثِ الَّذِيْ يُخَرِّجُهُ الْبُخَارِيُّ اِذَا كَانَ فَرْدًا مُطْلَقًا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ لَمْ يُخَرِّجَاهُ مِنْ تَرْجَمَةٍ وُصِفَتْ بِكَوْنِهَا اَصَحَّ الْاَسَانِيْدِ كَمَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُهُمَا مَثَلًا لَا سِيَّمَا اِذَا كَانَ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَنْ فِيْهِ مَقَالٌ

ترجمہ: - اگر کسی امر آخر کی وجہ سے اوپر کی قسموں میں سے کسی قسم کو ترجیح دی جائے گی۔ جو مافوق پر ترجیح کا تقاضہ کرتے ہوں۔ تو وہ اپنے مافوق پر مقدم ہو جائے گا۔ چونکہ جس ادنیٰ کا جس پر فوقیت کیا گیا ہے (ماتحت) ایسے امور عارض ہو جاتے ہیں جو اسے فوقیت دے دیتے ہیں۔ جیسے کوئی حدیث مسلم میں ہے جو تواتر سے کم درجہ کا ہے۔ لیکن ایسے قرائن سے گھرا

ہے جس سے یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے تو یہ اس پر مقدم ہو جائے گا جس کی تخریج بخاری
نے کی ہوگی۔ جب کہ وہ فرد مطلق ہو۔ جیسے کہ وہ حدیث جس کو امام بخاری نے ترجمۃ
الباب میں ذکر نہ کیا ہو لیکن اسانید سے منضبط ہو جاتی ہے مثلاً مالک عن نافع عن ابن
عمر کی روایت۔ یہ مقدم ہوگی اس پر جس کو ان دونوں میں سے کسی نے منفرداً روایت کی
ہو۔ خاص کر کے جب اس کی سند میں کوئی کلام بھی ہو۔

تشریح:۔ مقصد عبارت یہ ہے کہ ماتحت (مرتبہ) بھی فائق بھی ہو جاتا ہے جب کہ
اس کو کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو اس کے مرتبہ کو بلند کر دے۔ کہ جس کی بات کو وجہ
ترجیحات حاصل ہو جاتے ہیں۔

حل عبارت: قسم۔ اقسام مذکورہ متقدمہ کو۔

للمفوق۔ جس پر فائق کیا گیا۔ یعنی مرجوح۔ فاق یفوق سے بمعنی بلند کرنا

فالفائق۔ موصوف محذوف کی وجہ سے۔ ما یحتف به فالفائق یعنی امور مرتبہ۔

یعنی ای بالقرینۃ۔ فإنه أي حديث مسلم۔

فرد۔ اس کی وجہ سے غریب کو نکال دیا گیا یعنی مسلم کی مشہور ہو جائے اور بخاری کی فرد تو
مسلم کی روایت راجح ہو جائے گی بخاری کی فرد پر۔

لا سیما۔ خصوصاً۔ مطلقاً۔ لغوی معنی ہیں۔ فرد مطلق کی اصطلاح مراد نہیں

مقال۔ یعنی جرح اور طعن وغیرہ

فإن خفَّ الضبطُ أي قلَّ. يقال خفَّ القومُ خفوفاً قلّوا. والمرادُ مع بقيةِ الشروطِ المتقدمةِ في حدِّ الصحيحِ فهو الحسنُ لذاتِه لا لشيءٍ خارجٍ وهو الذي يكونُ حسنُه بسببِ الاعتضادِ نحو حديثِ المستورِ إذا تعددت طرقُه وخرج باشتراطِ باقي الأوصافِ الضعيفُ وهذا القسمُ من الحسنِ مشاركٌ للصحيحِ في الاحتجاجِ به وإن كان دونَه ومشابهٌ له في انقسامِه إلى مراتبَ بعضُها فوقَ بعضٍ۔

ترجمہ:۔ پس اگر ضبط کم ہو۔ کہا جاتا ہے خف القوم خفوفا یعنی قلوا۔ مراد باقی
ان شرطوں کے ساتھ ہے جو صحیح کی تعریف میں پہلے آ چکے ہیں۔ پس وہ حسن لذاتہ ہے۔

یعنی کسی خارجی وجہ سے نہیں، وہ وہ ہے جس کا حسن ہونا کثرت سند کی وجہ سے ہے۔ حدیث مستور کی طرح جب کہ اس کے طرق متعدد ہوں، تو باقی اوصاف کی شرطوں سے ضعیف نکل گیا۔ اور حسن کی یہ قسم حجت ہونے میں صحیح کے مانند ہے گو اس سے کمتر ہے۔ اور مشابہ ہے اس تقسیم میں جو اس کے مراتب کے ماتحت ہے کہ بعض کا مرتبہ بعض پر فائق ہے

تشریح:۔ اس مقام سے مؤلف حسن لذاتہ کی تعریف اس کا مرتبہ ذکر کر رہے ہیں۔ حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس کا راوی خفیف الضبط ہو۔ صحیح کی تمام شرطوں کے ساتھ۔

حل عبارت:- خف۔ قل کم ہونے کے معنی میں ہے۔

مع بقیة الشروط. یعنی صرف قوت حفظ کی کمی ہو باقی عدالت، اتصال سند، معلل و شاذ کا نہ ہونا ساری شرطیں موجود ہوں۔

بسبب الاعتضاد. قوت، کثرت سند کی وجہ سے ہو۔

المستور. جس کا عادل یا مجروح ہونا تحقیق نہ ہو، جب اس کے طرق متعدد ہوں تو حسن لغیرہ ہو جاتا ہے۔

اذا تعددت طرقه. مستور کے حسن ہونے کی شرط ہے کہ طرق سے اس کی تلافی ہو جائے۔

مشارك. یعنی احتجاج میں حسن صحیح کے مانند ہو جاتا ہے۔

مشابه. یعنی جس طرح صحیح کے مختلف مراتب ہوتے ہیں اسی طرح حسن کے بھی مختلف مراتب ہوتے ہیں۔

وَبِكَثْرَةِ طُرُقِهِ يُصَحَّحُ وَإِنَّمَا يُحْكَمُ لَهُ بِالصِّحَّةِ عِنْدَ تَعَدُّدِ الطُّرُقِ لِأَنَّ لِلصُّورَةِ الْمَجْمُوعَةِ قُوَّةً تَجْبُرُ الْقَدْرَ الَّذِي قَصُرَ بِهِ ضَبْطُ رَاوِي الْحَسَنِ عَنْ رَاوِي الصَّحِيحِ. وَمِنْ ثَمَّ تُطْلَقُ الصِّحَّةُ عَلَى الْإِسْنَادِ الَّذِي يَكُونُ حَسَنًا لِذَاتِهِ لَوْ تَفَرَّدَ إِذَا تَعَدَّدَ وَهٰذَا حَيْثُ يَنْفَرِدُ الْوَصْفُ فَإِنْ جُمِعَا أَيِ الصَّحِيحُ وَالْحَسَنُ فِي وَصْفٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ فَالتَّرَدُّدُ الْحَاصِلُ مِنَ الْمُجْتَهِدِ فِي النَّاقِلِ هَلِ اجْتَمَعَتْ فِيهِ شُرُوطُ الصِّحَّةِ أَوْ قَصُرَ عَنْهَا

وَ هٰذَا حَيْثُ يَحْصُلُ مِنْهُ التَّفَرُّدُ بِتِلْكَ الرِّوَايَةِ.

ترجمہ:- اور کثرت طرق سے صحیح کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور کثرت طرق سے صحت کا حکم اس وجہ سے لگایا جاتا ہے چونکہ مجموعی صورت سے ایسی قوت اس میں پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس قدر تلافی ہو جاتی ہے جو صحیح کے راوی کے ضبط کی کمی سے پیدا ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے صحیح کا اطلاق اس سند پر بھی کیا جاتا ہے جو حسن لذاتہ ہوتا ہے گو تفرد ہو۔ جب کہ طرق کا تعدد ہو اور یہ ذکر کی گئی باتیں اس سے متعلق تھیں جب کہ ایک وصف کے اعتبار سے ہو۔ اور بہر حال جب کہ دونوں صحیح اور حسن جمع ہو جائے ایک ہی مقام پر جیسے ترمذی وغیرہ کا قول حدیث حسن صحیح لیکن یہ تردد حاصل ہے مجتہد کی جانب سے ناقل کے حق میں کہ صحت کی شرط جمع ہے یا اس میں کمی ہے۔ اور یہ وہاں ہے جہاں روایت میں تفرد ہو (یعنی ایک ہی سند میں)

تشریح:- اس مقام سے مولف کثرت طرق اور تعدد طرق کے فوائد بیان کر رہے ہیں۔ کہ اس سے حسن صحیح کے مرتبہ میں آجاتا ہے۔ اور اسے صحیح لغیرہ کہا جاتا ہے۔ اور اس کثرت سے قلت ضبط کی ایک گونہ تلافی ہو جاتی ہے۔

حل لغات:- يصحح۔ مجہول کا صیغہ تفعیل سے۔ انما يحكم۔ حکم صحت کی علت اس مقام سے بیان کر رہے ہیں۔

تجبر تلافی تصلح اور تعوض کے معنی میں۔

قصر۔ صاد کے ضمہ کے ساتھ۔ کمی اور نقصان۔

ومن ثم۔ یعنی تعدد طرق سے تلافی ہو جاتی ہے۔

هذا حيث۔ صحیح یا حسن کا حکم لگانا قطعی طور پر اس وقت ہے جب کہ یہ اوصاف تنہا ہوں۔ دو قسم کے وصف جمع نہ ہوں۔

فان جمعا۔ مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ اس مقام سے وصف حسن و وصف صحیح کے جمع ہونے کی توجیہ ذکر کر رہے ہیں۔

فلتردد۔ یعنی ایک ہی سند میں جمع ہونا مجتہد کے تردد کی وجہ سے ہے کہ وہ قطعی طور سے ایک فیصلہ نہ کر سکے۔

فقال ۔یہاں سے اعتراض کی تشریح ہے۔ کہ حسن اور صحیح آپس میں متنافی وصف ہیں جیسا کہ تعریف سے واضح ہے۔

محصل ۔حاصل جواب کا ذکر ہے۔

حال ناقله ۔یعنی راوی حدیث کے اعتبار سے ہے کہ ایک راوی میں شرائط صحت اور دوسرے اعتبار سے اس میں نقصان اسی طرح ایک جماعت کے نزدیک یہ راوی شرائط صحت پر اترے ہیں تو دوسرے کے نزدیک حسن کے درجہ میں اترے ہیں۔

للمجتهد ۔مثلاً ترمذی وغیرہ۔

فيقال ۔مجہول کے بجائے صیغہ معروف بہتر تھا۔

وصفه ۔اول وصف کی ضمیر کا مرجع حسن اور آگے جو آرہا ہے اس کی ضمیر کا مرجع صحیح ہے۔

غاية ۔انجام کار یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجتہد کو تردد ہے حسن ہے یا صحیح۔ اسی تردد کو ظاہر کرنے والا او تھا اسے حذف کر دیا گیا۔ ذکر کرنا چاہئے تھا حسن او صحیح۔ او کو لفظاً حذف کر دیا اور معنی مراد لے لیا۔ اب دونوں وصف کا اجتماع صحیح ہوگا۔

وَهٰذَا كَمَا حُذِفَ حَرْفُ الْعَطْفِ مِنَ الَّذِيْ بَعْدَهُ وَعَلٰى هٰذَا فَمَا قِيْلَ فِيْهِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ دُوْنَ مَا قِيْلَ فِيْهِ صَحِيْحٌ لِأَنَّ الْجَزْمَ أَقْوٰى مِنَ التَّرَدُّدِ وَهٰذَا حَيْثُ التَّفَرُّدِ وَإِلَّا إِذَا لَمْ يَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَإِطْلَاقُ الْوَصْفَيْنِ مَعًا عَلَى الْحَدِيْثِ يَكُوْنُ بِاعْتِبَارِ الْإِسْنَادَيْنِ أَحَدُهُمَا صَحِيْحٌ وَالْآخَرُ حَسَنٌ وَعَلٰى هٰذَا فَمَا قِيْلَ فِيْهِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ فَوْقَ مَا قِيْلَ فِيْهِ صَحِيْحٌ فَقَطْ إِذَا كَانَ فَرْدًا لِأَنَّ كَثْرَةَ الطُّرُقِ تُقَوِّيْ.

ترجمہ: ۔اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ حرف عطف کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ متعدد ہوں۔ اسی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ جو حسن صحیح ہو اس کا درجہ کم ہے بمقابلہ اس کے جس کے بارے میں صحیح کہا گیا۔ چونکہ یقین زیادہ قوی ہے تردد سے۔ اور یہ (جواب) اس وقت ہے جب کہ تفرد کے اعتبار سے ہو۔ ورنہ تفرد حاصل نہ ہو (یعنی اسناد میں) تو دونوں وصف کا ساتھ ساتھ اطلاق کرنا ایک حدیث پر دو سند کے اعتبار سے ہوگا۔ کہ ان میں سے ایک صحیح دوسرا حسن۔ اسی بنیاد پر جسکے بارے میں حسن صحیح کہا گیا اس کا درجہ فائق ہوگا اسکے مقابلہ میں جسکے بارے میں صرف صحیح کہا گیا۔ جب کہ فرد ہو۔ چونکہ کثرت طرق سے قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف "والا حذف" کی مثال بیان کر رہے ہیں۔ اسکے بعد حسن صحیح اور صرف صحیح کے درمیان بعض موقعوں کا فرق جو ایک دقیق امر ہے بیان کر رہے ہیں۔

حل لغات: - بحذف۔ یعنی او کا حذف۔ جس طرح حرف عطف کو جب کہ خبر متعدد ہو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے زید عالم حافظ قاری۔

الذی یعتد اس جملہ میں دو احتمال ہیں مضارع مجہول ہو بمعنی متعدد۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح تعدد خبر کے موقع پر واو حذف کر دیا جاتا ہے اسی طرح یہاں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ بعد ظرف مانا جائے جو مضاف ہو رہا ہے ضمیر کی جانب۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح معطوف علیہ کے بعد حرف عطف محذوف ہوتا ہے۔ اسی طرح او تردیدیہ بھی محذوف ہوتا ہے۔ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

علی ھذا یعنی تردد کی وجہ سے اس کا درجہ ہوگا جس کے متعلق جزم سے صحیح کہا گیا ہوگا۔ چونکہ جزم اقوی ہوتا ہے تردد سے۔

حیث التفرد۔ یعنی یہ جواب اس وقت ہے جب کہ سند واحد ہی ہو۔ تفرد سے مراد سند کا منفرد ہوتا ہے۔

والا یعنی تفرد کے بجائے تعدد سند ہو تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ دو وصف حسن اور صحیح کا اجتماع دو سند کے اعتبار سے ہے۔ ایک سند میں حسن دوسرے میں صحیح۔

و علی ھذا اس اعتبار سے حسن صحیح کا درجہ فائق ہو جائے گا بمقابلہ صرف صحیح کے۔ اس وجہ سے کہ اس حدیث کے دو طرق ہو جائیں گے۔ ایک حسن۔ دوسرا صحیح۔ اور طرق کا تعدد قوت کا باعث ہوتا ہے۔ گویا صحیح کے مقابلہ میں راجح ہو گیا

فَاِنْ قِیْلَ قَدْ صَرَّحَ التِّرْمِذِیُّ بِاَنَّ شَرْطَ الْحَسَنِ اَنْ یُّرْوٰی مِنْ غَیْرِ وَجْہٍ فَکَیْفَ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ الْاَحَادِیْثِ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ فَالْجَوَابُ اَنَّ التِّرْمِذِیَّ لَمْ یُعَرِّفِ الْحَسَنَ مُطْلَقًا وَ اِنَّمَا عَرَّفَ بِنَوْعٍ خَاصٍّ مِنْہُ وَقَعَ فِیْ کِتَابِہٖ وَ ھُوَ مَا یَقُوْلُ فِیْہِ حَسَنٌ مِنْ غَیْرِ صِفَۃٍ اُخْرٰی۔

ترجمہ: - پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے یہ تصریح کی ہے کہ حسن کی شرط یہ ہے کہ اسکی روایت متعدد طرق سے ہو تو وہ بعض احادیث میں کس طرح کہہ دیتے ہیں

"حسن غریب" کہ اس طریق کے علاوہ ہم کسی طریق کو نہیں جانتے۔ تو جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے مطلقاً حسن کی یہ تعریف نہیں کی ہے یہ تعریف خاص حسن کی ہے۔ جو ان کی کتاب میں واقع ہے۔ وہ اس کے بارے میں صرف حسن کا اطلاق کرتے ہیں بغیر کسی صفت کا لاحقہ کئے ہوئے۔

تشریح:۔ مؤلف اس مقام سے امام ترمذی کے حسن کے ساتھ غریب کے جمع کرنے پر واقع شدہ اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ کہ وہ دونوں کو کس طرح جمع کر دیتے ہیں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی جہاں حسن کے ساتھ غریب کہتے ہیں وہاں حسن سے مراد معروف حسن مراد نہیں لیتے بلکہ ایک خاص قسم کا حسن مراد لیتے ہیں جس کا غریب کے ساتھ جمع ہونا درست اور باعث اعتراض نہیں ہے۔

حل عبارات:۔ الترمذی۔ جیحون کے قریب ایک مقام ترمذ کی جانب منسوب ہے۔ من غیر وجہ۔ ای من غیر طریق واحد۔ یعنی ایک سے زاید کم از کم دو سند سے مروی ہو۔ نوع خاص۔ یعنی اس سے اس کی نوع خاص۔ کتابہ۔ مراد جامع ترمذی۔

خیال رہے کہ یہ جواب مذکور تو حافظ کا تھا۔ اس کا دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے۔ غریب کی دو قسم ہے غریب المتن غریب السند۔ جہاں حسن کے ساتھ غریب جمع ہے وہاں مراد غریب السند ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جو متعدد صحابہ سے منقول ہو مگر راوی ایک صحابی سے روایت میں منفرد ہو۔ تو اس کا متن تو حسن اور سند غریب ہو جائے گی۔ یہ جمع ہونے کی صورت ہے۔ بعضوں نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ جمع ہونا اختلاف طرق کے اعتبار سے ہے۔

وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ فِي بَعْضِ الْاَحَادِيْثِ حَسَنٌ وَ فِي بَعْضِهَا صَحِيْحٌ وَ فِي بَعْضِهَا غَرِيْبٌ وَ فِي بَعْضِهَا حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَ فِي بَعْضِهَا حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَ فِي بَعْضِهَا صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَ فِي بَعْضِهَا حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَ تَعْرِيْفُهٗ اِنَّمَا وَقَعَ عَلَى الْاَوَّلِ فَقَطْ وَ عِبَارَتُهٗ تُرْشِدُ اِلٰى ذٰلِكَ حَيْثُ قَالَ فِي اَوَاخِرِ كِتَابِهٖ وَ مَا قُلْنَا فِي كِتَابِنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ فَاِنَّمَا اَرَدْنَا بِهٖ حُسْنَ اِسْنَادِهٖ عِنْدَنَا وَ كُلُّ حَدِيْثٍ يُرْوٰى وَ لَا يَكُوْنُ رَاوِيْهِ مُتَّهَمًا بِالْكَذِبِ وَ يُرْوٰى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوُ ذٰلِكَ وَ لَا يَكُوْنُ

فاذا فهو عندنا حدیث حسن۔
ترجمہ:۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کسی حدیث کے بارے میں حسن کہتے ہیں اور کسی کے بارے میں "صحیح" اور کسی کے متعلق غریب اور کسی کے بارے میں حسن غریب اور کسی کے بارے میں "صحیح غریب" اور کسی کے بارے میں حسن صحیح غریب کہہ دیتے ہیں۔ اور تعریف صرف اول کی واقع ہے۔ اور اس کی عبارت اس کی نشاندہی کر رہی ہے۔ جو انھوں نے اپنی کتاب کے آخر میں کہا ہے۔ کہ وہ جو ہم نے اپنی کتاب میں حسن کہا ہے تو ہم نے اس سے مراد اسناد کے اعتبار سے جو ہمارے نزدیک حسن ہے وہ مراد لیا ہے کہ جس کی روایت متعدد طرق سے ہو۔ اور اس کا راوی کذب سے متہم نہ ہو۔ اور شاذ نہ ہو۔ یہی میرے نزدیک حسن ہے۔ (خیال رہے کہ یہاں حسن کے لئے اتصال سند، غیر معلل ہونا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ ان کی خاص اصطلاح ہے)۔
تشریح:۔ مولف اس مقام سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے جو جواب دیا ہے خود امام ترمذی نے بھی ترمذی کے آخر میں یہی جواب دیا ہے کہ حسن سے میرے نزدیک یہ ہے جس کی بنیاد پر صحیح اور غریب اس کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں۔ مزید مولف امام ترمذی کے منہج کو بیان کر رہے ہیں کہ وہ حسن کو غریب و صحیح کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں اور انفراداً بھی ذکر کرتے ہیں۔
حل عبارت:۔ وقع علی الاول۔ جہاں تنہا حسن ہے وہاں حسن کی جو مشہور تعریف ہے وہ مراد ہے۔ یہی اول ہے۔
کتابہ۔ مراد اس سے سنن ترمذی ہے۔
بہ: ای الحسن۔ یُروٰی من غیر وجہ۔ ای لم یکن فرداً، بل جاء من وجہ آخر نحو ذلک۔ مجرور پڑھا جائے تو غیر وجہ کی صفت۔ نصب پڑھا جائے تو حال بنے گا۔ ای لا یکون راوی الذی متہماً بالکذب
فعرف بھذا انہ انما عرف الذی یقول فیہ حسن فقط انما ما یقول فیہ حسن صحیح او حسن غریب او حسن صحیح غریب فلم یعرج علی تعریفہ کما لم یعرج علی تعریف ما یقول فیہ صحیح فقط او غریب فقط فکانہ ترک ذلک

استغناءً بشهرته عند أهل الفن و اقتصر على تعريف ما يقول فيه في كتابه حسن فقط إما لغموضه و إما لأنه اصطلاح جديد و لذلك قيده بقوله عندنا ولم ينسبه إلى أهل الحديث كما فعل الخطابي و بهذا التقرير يندفع كثير من الإيرادات التي طال البحث فيها ولم يسفر وجه توجيهها ولله الحمد على ما ألهم و علم.

ترجمہ:- اسی سے معلوم ہو گیا کہ انھوں نے تعریف اس کی کی ہے جہاں وہ صرف وہ حسن کہتے ہیں۔ اور جس حدیث کے بارے میں وہ حسن صحیح۔ یا حسن غریب۔ یا حسن صحیح غریب کہتے ہیں وہاں اس تعریف کو اختیار نہیں کرتے جیسا کہ اختیار کیا حسن کے بارے میں صرف صحیح یا صرف غریب کہتے ہیں۔ تو گویا اہل فن کے نزدیک مشہور ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ سمجھی اور اپنی تعریف میں صرف حسن کی تعریف پر اکتفا کیا یا تو غامض ہونے کی وجہ سے یا ایک نئی اصطلاح کی وجہ سے اسی وجہ سے تو عندنا کی قید کے ساتھ مقید کیا اور کسی ارباب حدیث کی جانب اس کی نسبت نہیں کی۔ جیسا کہ خطابی نے کی ہے۔ اس جواب سے بہت سے شبہات دور ہو جائیں گے جس کی بحث طول ہے۔ اور اس کی کوئی خاص توجیہ بھی ظاہر نہیں ہے۔ پس خدا ہی کی تعریف ہے کہ انھوں نے الہام کیا اور سکھایا۔

تشریح:- مولف اس مقام سے امام ترمذی کے ضابطے اور صطلح کو ذکر کر رہے ہیں۔ کہ جہاں وہ حسن کے ساتھ کسی اور وصف غریب وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں وہاں یہ تعریف مذکور مراد نہیں لیتے۔ جیسا کہ صرف صحیح یا صرف غریب میں۔ نیز انھوں نے صرف حسن کی تعریف ذکر کی ہے دیگر کو ترک کر دیا ہے۔ اس وجہ سے کہ رائج اور مشہور ہے اور حسن کی اس وجہ سے کہ وہ ذرا مشکل و غامض تھا یا اس وجہ سے امام ترمذی ایک نئی اصطلاح اس میں اختیار کر رہے ہیں جس سے لوگ واقف نہیں۔ اسی وجہ سے عندنا کہا ہے اور اس تعریف کی کسی محدث کی جانب نسبت نہیں کی۔ جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ ان کی اصطلاح ہے۔

حل عبارت: بهذا مراد اس سے ما قلنا فی کتابنا سے جو تعریف کی ہے۔ جس کی ابتدا وکل حدیث مروی الخ

ہو جو اوثق کے خلاف نہ ہو۔ یعنی راوی نے اس زیادتی کو ذکر کیا ہو۔ اگر زیادتی صدوق ثقہ بیان کرے تو روایت میں توقف کیا جائے گا۔

تقع۔ ای الزیادۃ۔ لا تنافی۔ یعنی نا مخالف ہوں۔

بینھا۔ یعنی وہ روایت جس میں زیادتی ذکر کی گئی ہے۔ فیہ۔ الزیادۃ۔

مطلقاً۔ خواہ لفظ میں ہو یا معنی میں ہو۔ خواہ وہ کسی حکم شرعی سے متعلق ہو یا نہ ہو۔

ولا یرویہ۔ تفرد کی تعریف یا تفسیر ہے۔

الترجیح۔ یعنی مرجح کے پائے جانے کی صورت میں اگر مرجح نہ ہو تو توقف کیا جائیگا۔

فیقبل۔ سبب ترجیح کی وجہ راجح کو قبول اور مرجوح کو رد کر دیا جائے گا۔

وَاشْتُهِرَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْقَوْلُ بِقَبُوْلِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ تَفْصِيْلٍ وَلَا يَتَأَتَّى ذٰلِكَ عَلٰى طَرِيْقِ الْمُحَدِّثِيْنَ الَّذِيْنَ يَشْتَرِطُوْنَ فِي الصَّحِيْحِ اَلَّا يَكُوْنَ شَاذًّا ثُمَّ يُفَسِّرُوْنَ الشُّذُوْذَ بِمُخَالَفَةِ الثِّقَةِ مَنْ اَوْثَقُ مِنْهُ۔ وَالْعَجَبُ مِمَّنْ غَفَلَ عَنْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ مَعَ اعْتِرَافِهِ بِاشْتِرَاطِ انْتِفَاءِ الشُّذُوْذِ فِيْ حَدِّ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ وَكَذٰلِكَ الْحَسَنُ۔

ترجمہ - بلا کسی تفصیل کے علماء کی ایک جماعت سے مطلقاً زیادتی کا قول منقول ہے۔ محدثین کے طریقہ پر یہ درست نہیں۔ جو کہ صحیح کے لئے شاذ کے نہ ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔ پھر شاذ کی یہ تعریف کرتے ہیں۔ جس میں ثقہ کسی اوثق کی مخالفت نہ کرے۔ تعجب ہے ان حضرات پر جو ان میں سے غافل ہیں۔ باوجودیکہ ان کو اعتراف ہے کہ صحیح میں شاذ نہ ہونے کی شرط ہے اسی طرح حسن میں بھی۔

تشریح - مولف اس مقام پر ان پر رد کر رہے ہیں جو مطلقاً زیادتی کو قبول کر لیتے ہیں۔ کہ ان کا نظریہ اصول محدثین کے خلاف ہے۔ اور خود ان کے اس قول میں تعارض ہے کہ صحیح کے لئے شاذ نہ ہونا بھی تسلیم کرتے ہیں۔

حل عبارت: جمع من العلماء۔ مراد اس سے فقہاء و اصحاب حدیث ہیں جیسا کہ خطیب نے ذکر کیا ہے۔

لا یتأتی۔ یعنی لا یستقیم ہے یعنی درست بات نہیں ہے۔

يَكُونُ إِذَا شَرِكَ أَحَدًا مِنَ الْحُفَّاظِ لَمْ يُخَالِفْهُ فَإِنْ خَالَفَهُ فَوُجِدَ حَدِيثُهُ أَنْقَصَ كَانَ فِي ذَالِكَ دَلِيلٌ عَلَىٰ صِحَّةِ مَخْرَجِ حَدِيثِهِ وَ مَتَىٰ خَالَفَ مَا وَصَفْتُ أَضَرَّ ذَلِكَ بِحَدِيثِهِ اِنْتَهَىٰ كَلَامُهُ . وَ مُقْتَضَاهُ أَنَّهُ إِذَا خَالَفَ فَوُجِدَ حَدِيثُهُ أَزْيَدَ أَضَرَّ ذَلِكَ بِحَدِيثِهِ فَدَلَّ عَلَىٰ أَنَّ زِيَادَةَ الْعَدْلِ عِنْدَهُ لَا تَلْزَمُ قَبُولُهَا مُطْلَقًا وَ إِنَّمَا يُقْبَلُ مِنَ الْحُفَّاظِ فَإِنَّهُ اعْتَبَرَ أَنْ يَكُونَ حَدِيثُ هَذَا الْمُخَالِفِ أَنْقَصَ مِنْ حَدِيثِ مَنْ خَالَفَهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَ جَعَلَ نُقْصَانَ هَذَا الرَّاوِي مِنَ الْحَدِيثِ دَلِيلًا عَلَىٰ صِحَّتِهِ لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَىٰ تَحَرِّيهِ وَ جَعَلَ مَا عَدَا ذَلِكَ مُضِرًّا بِحَدِيثِهِ فَدَخَلَتْ فِيهِ الزِّيَادَةُ فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَقْبُولَةً مُطْلَقًا لَمْ تَكُنْ مُضِرًّا بِحَدِيثِ صَاحِبِهَا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ:- امام شافعی نے اس بحث کے دوران جہاں راوی کے ضبط کی بحث کی ہے فرمایا ہے "جب راوی کسی حافظ کے ساتھ روایت میں شریک ہو تو اسکے مخالف نہ ہو۔ اگر اس نے مخالفت کی اور اسکی حدیث میں کمی ہوئی تو یہ دلیل ہے کہ اسکی حدیث صحت سے خارج ہے۔ اور جب راوی مخالفت کریگا اس کی جو میں نے ذکر کیا تو اس سے اس حدیث کو نقصان پہونچے گا۔" اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جب راوی مخالفت کرے پھر اپنی حدیث کو حافظ کی حدیث سے زائد پائے تو یہ (مخالفت کے ساتھ زیادتی) نقصان پہونچائے گا راوی کی حدیث کی وجہ سے۔ پس دلالت کیا کہ اسکے نزدیک عادل کی زیادتی قبول کرنا لازم نہیں ہے۔ البتہ حافظ کی زیادتی قبول کی جائیگی پس امام شافعی نے اعتبار کیا کہ اس مخالف کی روایت انقص ہوگی اسکی مخالف کی حدیث کے مقابلہ میں یعنی حافظ کی حدیث سے۔ اور انھوں نے راوی حدیث کی کمی روایت کو صحت کی دلیل قرار دی ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کے احتیاط پر دال ہے۔ اور اسکے غیر کو مضر روایت قرار دیا ہے۔ پس زیادتی داخل ہو جائے گی۔ پس اگر زیادتی مطلقا مقبول ہوتی تو صاحب زیادتی کی روایت مضر نہ ہوتی۔

تشریح:- اس مقام سے مولف بعض شوافع نے جو زیادتی کو مطلقا قبول کرکے امام کے خلاف عمل اختیار کر رہے ہیں خود امام شافعی کی عبارت سے اس کی تردید کر رہے ہیں۔

حل عبارت: فی اثناء کلامہ۔ جہاں ضبط راوی کی بحث ذکر کی ہے۔

ما نصہ۔ یعنی اس کی عبارت سے منصوص ہے۔ مفہوم اور مطلب نہیں ہے۔

يكون۔ اسكا فاعل راوى ہے۔ لم يخالفه۔ فاعل راوى مقبول حافظ ہے يعنى حق يہ
ہے كہ راوى حافظ كى مخالفت نہ كرے۔ زيادتى ميں نہ نقصان ميں۔
فان خالفه۔ يعنى راوى حافظ كى۔ حافظ سے مراد اوثق يا ثقہ ہے
انتقص يعنى حافظ كى روايت سے كم۔
خالف راوى۔ ما وصفت۔ اى ما ذكرت۔
مقتضاه۔ امام شافعى كے كلام كا خلاصہ۔ راوى عادل ثقہ و حافظ كے خلاف زيادتى نقل
كرے تو يہ معتبر نہيں۔ ہاں كمى معتبر ہے۔ جو احتياط كى دليل ہے۔ پھر مسلك شافعى كے
حاملين نے مطلقا كس طرح قبول كر ليا۔
فانه۔ يعنى امام شافعى۔ من الحفاظ۔ يہ بيان ہے من خالفه كا۔
جعل۔ يعنى شافعى۔ صحته۔ اى صحة الحديث۔
تحريه۔ تفعل سے۔ شدت احتياط۔ ما عدا۔ نقصان كے علاوه۔ يعنى زيادتى۔
فيه۔ اى فى ما عدا ذلك۔ مطلقا۔ يعنى راوى ثقہ كے خلاف زيادتى ہو يا نہ ہو۔
لم تكن۔ اى الزيادة۔ مضرة۔ يعنى باعث ضعف۔
مطلب يہ ہے كہ امام شافعى كے كلام كا خلاصہ ہے غير معروف بالحفظ و ثقہ كى زيادتى مطلقا قابل قبول
نہيں جيسا كہ ابو بكر صيرفى اور خطيب كا قول ہے۔ ہاں كمى معتبر ہے جو احتياط كى دليل ہے
پھر مسلك شافعى كے حاملين نے مطلقا زيادتى كو كس طرح تسليم كر ليا۔ گويا انہوں نے اپنے
امام و مقتدى كى مخالفت كى۔ جو شان اقتدا كے خلاف ہے۔

فَإِنْ خُولِفَ بِأَرْجَحَ مِنْهُ لِمَزِيدِ ضَبْطٍ أَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ وُجُوهِ
التَّرْجِيحَاتِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ الْمَحْفُوظُ وَ مُقَابِلُهُ وَ هُوَ الْمَرْجُوحُ يُقَالُ لَهُ
الشَّاذُّ مِثَالُ ذٰلِكَ مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ
عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا تُوُفِّيَ عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا إِلَّا مَوْلًى
هُوَ أَعْتَقَهُ الْحَدِيثَ وَ تَابَعَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَلَى وَصْلِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ وَغَيْرُهُ وَ خَالَفَهُ
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ فَرَوَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ ابْنَ عَبَّاسٍ

قال ابو حاتم المحفوظ حديث ابن عيينة انتهى كلامه فحماد بن زيد من اهل العدالة والضبط ومع ذلك رجح ابو حاتم رواية من هو اكثر عددا منه و عرف من هذا التقرير ان الشاذ ما رواه المقبول مخالفا لمن هو اولى منه و هذا هو المعتمد في تعريف الشاذ بحسب الاصطلاح

ترجمہ: - پس اگر ایسے ارجح کی مخالفت کی جائے جو حفظ یا کثرت عدد یا اس کے علاوہ کسی وجوہ ترجیح میں اس سے فوقیت رکھتا ہو تو راجح کو اور اس کے مقابل کو مرجوح سے شاذ کہا جاتا ہے۔ اسکی مثال ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی وہ مثال ہے جو ابن عیینہ کے طریق سے عمرو بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباس مروی ہے کہ ایک شخص کی بعہد نبوت وفات ہوگئی اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے غلام کے جس نے اسے آزاد کیا تھا نہیں چھوڑا تھا۔ الحدیث۔ ابن جریج وغیرہ نے اس حدیث کے موصول بیان کرنے میں ابن عیینہ کی متابعت کی اور حماد بن زید نے اس کی (وصل کی) مخالفت کی۔ پس عن عوسجہ روایت کی اور عن ابن عباس کو چھوڑ دیا (یعنی مرسل) ابو حاتم نے کہا کہ ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔ انتہی کلامہ۔ پس حماد بن زید اہل عدالت و ضبط میں سے ہے۔ اس کے باوجود ابو حاتم نے اس روایت کو ترجیح دی جو تعداد کے اعتبار سے اس سے اکثر ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ شاذ وہ ہے جس کو مقبول روایت کرے اپنے سے فائق جو اس کی مخالفت کرتے ہوئے اصطلاح میں شاذ کی یہی تعریف معتبر ہے

تشریح: - اس مقام سے مصنف شاذ محفوظ کی تعریف مع مثالوں سے وضاحت کر رہے ہیں۔ کسی ثقہ راوی کی روایت ارجح کے خلاف ہو تو ثقہ کی روایت کو شاذ اور ارجح کو محفوظ کہا جائے گا۔ جیسے ابن عیینہ نے حضرت ابن عباس کے واسطے سے اس روایت کو موصول ذکر کیا ہے۔ ابن جریج نے بھی اسکی موافقت کی ہے۔ مگر ایک راوی حماد نے اسے مرسل ہی بیان کیا ہے۔ یعنی بلا واسطہ ابن عباس کے جو صحابی ہیں اور ابن عیینہ حماد کے مقابلہ میں ارجح ہے کثرت تعداد کی وجہ سے۔ اسی وجہ سے ابو حاتم نے ابن عیینہ کی حدیث کو راجح کہا جس سے یہ تو محفوظ ہو گیا اور حماد کی مرسل روایت شاذ ہو گئی۔

حل عبارت: خولف۔ مراد اس سے صحیح یا حسن کے راوی ہیں خواہ مخالفت سند میں ہو یا متن میں۔ بارجح۔ یعنی راوی ارجح کی۔ او غیر ذلک۔ مثلاً علو سند فقہ راوی وغیرہ۔

کثرہ عدد۔ خیال رہے کہ راوی کے حفظ و اتقان کے مقابلے میں کثرت عدد افضل ہوتا ہے۔
المحفوظ۔ چونکہ خطا سے اکثر محفوظ رہتا ہے۔
مقاتلہ۔ بکسر الباء معتقاً۔ بالفتح غلام۔ آزاد کردہ۔
وصلہ۔ ای وصل ھذا الحدیث۔
رواہ۔ یعنی مرسل روایت کی۔ کلامہ۔ "مراد ابو حاتم کا کلام۔"
اکثر عدداً۔ یعنی حماد کے مقابلہ میں ضابط ہے۔ اذا کثرت کانت اثبت من الواحد
الشاذ۔ ما رواہ المقبول مخالفاً خواہ مخالفت متن میں ہو یا سند میں۔
ھذا الذی۔ یعنی جو میں نے ثابت کیا۔
المعتمد۔ جمہور اصولیین کے نزدیک یہی تعریف ہے صاحب مستدرک کے یہاں ارجح کے مخالف ہونا شرط نہیں۔ امام احمد اور دیگر بعض محدثین کے نزدیک یہ تعریف ہے۔ جو "مسند واحد" سے مروی ہو۔

وَ اِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ مَعَ الضُّعْفِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ الْمَعْرُوْفُ وَ مُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ الْمُنْكَرُ مِثَالُهُ مَارَوَاهُ ابْنُ اَبِي حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيْبِ بْنِ حُبَيْبٍ وَ هُوَ اَخُوْ حَمْزَةَ ابْنِ حَبِيْبِ الزَّيَّاتِ الْمُقْرِيْ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ حَجَّ الْبَيْتَ وَ صَامَ وَ قَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ هُوَ مُنْكَرٌ لِاَنَّ غَيْرَهٗ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ مَوْقُوْفًا وَ هُوَ الْمَعْرُوْفُ وَ عُرِفَ بِهٰذَا اَنَّ بَيْنَ الشَّاذِّ وَالْمُنْكَرِ عُمُوْمًا وَ خُصُوْصًا مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّ بَيْنَهُمَا اِجْتِمَاعًا فِي اشْتِرَاطِ الْمُخَالَفَةِ وَ اِفْتِرَاقًا فِي اَنَّ الشَّاذَّ رِوَايَةُ ثِقَةٍ اَوْ صَدُوْقٍ وَالْمُنْكَرَ رِوَايَةُ ضَعِيْفٍ وَ قَدْ غَفَلَ مَنْ سَوّٰى بَيْنَهُمَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ترجمہ:- اگر مخالفت واقع ہے ضعف راوی کے ساتھ تو راجح کو معروف کہا جائے گا اور اس کے مقابل کو منکر کہا جائے گا۔ اس کی مثال وہ ہے جس کو ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب جو حمزہ کے بھائی ہیں ابن حبیب الزیات المقری عن ابی اسحٰق عن العیزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے کہ جس نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا

کی بیت اللہ کا حج کیا اور روزہ رکھا اور مہمان کو کھلایا جنت میں داخل ہوگا۔ ابو حاتم نے کہا یہ منکر ہے۔ اس وجہ سے کہ اس کے علاوہ ثقہ نے ابو اسحاق سے موقوفاً روایت کی ہے۔ اور یہی مشہور ہے۔ اس سے سمجھ میں آگیا کہ شاذ اور منکر کے درمیان عموم من وجہ کا فرق ہے۔ چونکہ دونوں کے درمیان مخالفت کی شرط میں اشتراک ہے۔ اور فرق یہ ہے کہ شاذ میں ثقہ یا صادق کی روایت ہوتی ہے۔ اور منکر ضعیف کی اور وہ غافل ہے جس نے دونوں کو مساوی قرار دیا۔

تشریح: اس مثال سے مولف معروف و منکر کی مثال بیان کر رہے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان من وجہ کا فرق ہے جنھوں نے دونوں کو مساوی قرار دیا اس کی تردید کر رہے ہیں۔

راوی ضعیف نے راوی ثقہ کی مخالفت کی ہے تو ثقہ کی روایت معروف۔ اور ضعیف کی روایت منکر ہوتی۔ مثلاً کتاب میں دیکھئے ابو حاتم نے ابن عباس کے واسطے موصول روایت کی ہے اور اس کے علاوہ ثقہ نے ابو اسحٰق سے اسی کو موقوف بیان کیا ہے لہذا موصول منکر اور موقوف معروف ہوگا۔

منکر اور شاذ کے درمیان من وجہ کا فرق ہے۔ اس کی دلیل اجتماع و افتراق کا جمع ہونا ہے۔ مخالفت کے ساتھ یہ اشتراکی مادہ ہے۔ شاذ کا ثقہ منکر کا ضعیف ہونا یہ افتراقی مادہ ہے۔ لہذا تساوی کا قول جس کے قائل بعض ہیں درست نہیں۔

حل عبارت: مع الضعف۔ راوی ضعیف ہو سوء حفظ یا جہالت کی وجہ سے۔

حبیب۔ اول باء کی تشدید کے ساتھ ثانی باء کی تخفیف کے ساتھ ہے۔

قری الضیف۔ فتح قاف کے ساتھ مہمانی کرنا۔

عرف ھذا۔ ماقبل کی تفصیل کہ شاذ کا راوی ثقہ منکر کا راوی ضعیف ہوتا ہے۔

و قد غفل من سوی۔ رد ہے ابن صلاح پر کہ دونوں کو مساوی قرار دیا ہے۔ اور منکر کو شاذ کہا ہے۔

منکر کی ایک اور تعریف: جس کا راوی فحش غلطی یا کثرت غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہو۔ خواہ ثقہ کی مخالفت کرے یا نہ کرے۔

وَ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ اِنْ وُجِدَ بَعْدَ ظَنِّ كَوْنِهِ فَرْدًا قَدْ وَافَقَهُ غَيْرُهُ

فهو المتابع بكسر الموحدة والمتابعة على مراتب ان حصلت للراوي نفسه فهي التامة و ان حصلت لشيخه فمن فوقه فهي القاصرة ويستفاد منها التقوية مثال المتابعة التامة ما رواه الشافعي في "الام" عن مالك عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه و على آله و صحبه وسلم قال الشهر تسع و عشرون فلاتصوموا حتى تروا الهلال و لا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين فهذا الحديث بهذااللفظ ظن قوم ان الشافعي تفرد به عن مالك فعدوه في غرائبه لان اصحاب مالك رووه عنه بهذا الاسناد بلفظ فان غم عليكم فاقدروا له لكن وجدنا للشافعي متابعا و هو عبد الله ابن مسلمة القعنبي كذلك اخرجه البخاري عنه عن مالك و هذه متابعة تامة.

ترجمہ:- فرد نسبی کا ذکر ماقبل میں کیا گیا ہے۔ اس کے فرد کے گمان کے بعد اگر اس کا کوئی موافق پایا جائے تو اس کو متابع کہا جائے گا با کے کسرہ کے ساتھ۔ اور متابع کے چند مراتب ہیں۔ اگر یہی اسی راوی سے حاصل ہے تو اسے تامہ کہا جاتا ہے۔ اگر شیخ یا اوپر سے حاصل ہے تو اسے قاصرہ کہا جاتا ہے۔ اور اس سے تقویت حاصل ہوتی ہے متابعت تامہ کی مثال وہ ہے جسے امام شافعی نے کتاب الام میں نقل کیا ہے کہ مالک نے ابن دینار کے واسطے سے ابن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا (بھی) ہوتا ہے بس تاوقتیکہ چاند نہ دیکھ لو روزہ مت رکھو اور نہ روزہ ختم کرو تاوقتیکہ چاند کو نہ دیکھ لو بس اگر بادل چھاجائے تو ۳۰ دن پورے کرو۔ بس اسی حدیث کو امام مالک سے روایت کرنے میں ایک جماعت نے امام شافعی کو منفرد گمان کیا۔ بس انھوں نے اسے غریب میں شمار کرلیا۔ چونکہ امام کے دیگر اصحاب اسی سند سے حدیث کو اس لفظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ "فان غم علیکم فاقدروا لہ" لیکن ہم نے امام شافعی کا متابع پایا ہے۔ وہ محمد بن سلمہ القعنبی عن مالک کی روایت ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے۔ یہ متابعت تامہ ہے۔

و وجدنا له ايضا متابعة قاصرة في صحيح ابن خزيمة من رواية عاصم بن

ترجمہ:- اگر کوئی ایسا متن پایا گیا جس میں دوسرے صحابی کی روایت لفظا اور معنی کے اعتبار سے مشابہ ہو۔ یا صرف معنی کے اعتبار سے ہو۔ تو وہ شاہد ہے۔ اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ جس کی روایت نسائی نے محمد بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ انھوں نے ذکر کیا عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر کی طرح۔ پس یہ شاہد لفظی ہے۔ اور بہر حال معنوی تو وہ ہے جس کی روایت بخاری نے محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ ان الفاظ سے کی ہے۔ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین۔ ایک جماعت نے متابعت کو خاص کیا ہے جو لفظوں کے ساتھ ہو۔ خواہ اس صحابی کی روایت ہو یا نہ ہو۔ اور شاہد وہ ہے جو معنی کے اعتبار سے ہو۔ کبھی متابعت کا اطلاق شاہد پر ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی اور یہ بات آسان ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف شاہد کی تشریح کر رہے ہیں۔ اور یہ کہ شاہد اور متابع کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ شاہد کی تعریف۔ وہ متن حدیث ہے جو فرد نسبی کے متن کے ساتھ موافق ہو خواہ لفظا معنی دونوں یا صرف معنی ہو۔ جیسے نسائی کی حدیث ابن عباس موافق ہے امام شافعی کی ابن عمر والی حدیث کے اس لئے یہ اس کا شاہد ہوگی اور یہ لفظا و معنی دونوں طرح موافق ہے۔ اور بخاری کی روایت جو ابن زیاد عن ابی ہریرہ ہے یہ معنی کی مثال ہے۔ خیال رہے کہ اس مقام پر ایک دوسری تحقیق یہ ہے کہ موافقت لفظی میں متابع اور متابع معنوی میں شاہد ہوگا۔

حل عبارت:- متن۔ مراد فرد نسبی کا متن ہے جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔

فھو۔ یعنی مشابہ۔ ما قدمناہ۔ یعنی امام شافعی کی روایت۔ فہذا۔ یعنی الشاہد۔

خصص۔ یعنی معنوی موافقت ہو خواہ صحابی وہی ہوں یا نہ ہوں۔

والامر فیہ سہل۔ مقصد اس سے تقویت کا حصول ہے خواہ شاہد کے طور پر ہو یا متابع ہو۔ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

واعلم ان تتبع الطرق من الجوامع والمسانید والاجزاء لذلک الحدیث الذی یظن انہ فرد لیعلم ھل لہ متابع ام لا ھو الاعتبار و قول ابن صلاح معرفۃ الاعتبار والمتابعات والشواھد قد یوھم ان الاعتبار قسیم لھما ولیس کذلک

بَلْ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ إِلَيْهِمَا وَ جَمِيْعُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ أَقْسَامِ الْمَقْبُوْلِ تَحْصُلُ فَائِدَةُ تَقْسِيْمِهِ بِاعْتِبَارِ مَرَاتِبِهِ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

ترجمہ:- جاننا چاہیے کہ جوامع مسانید اجزاء کے طرق کی تلاش کرنا اس حدیث کے واسطے جس کے متعلق گمان ہو کہ یہ فرد ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا متابع ہے کہ نہیں اعتبار ہے۔ اور ابن صلاح کا یہ قول کہ معرفۃ الاعتبار والمتابعات والشواہد۔ یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ اعتبار ان دونوں کا قسیم ہے۔ سو ایسی بات نہیں بلکہ ان دونوں کی طرف پہونچنے کی ایک ہیئت ہے۔ اور مقبول کی تمام قسمیں جو ما قبل میں گذری ہیں ان کی تقسیم کا فائدہ مراتب کے اعتبار سے معارضہ کے وقت حاصل ہوتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اولاً اعتبار کی تعریف کر رہے ہیں پھر ابن صلاح کے قول سے پیدا شدہ وہم کو دور کر رہے ہیں۔ اعتبار۔ جوامع مسانید اور اجزاء کتب حدیث کی روایت فرد کے متعلق یہ تلاش و جستجو کہ اسکو کسی دوسرے نے بھی روایت کیا ہے یا نہیں اعتبار ہے۔

حل عبارت:- الجوامع۔ جامع کی جمع۔ جس میں آٹھ اہم مباحث پر مشتمل احادیث ہوں۔ بعضوں نے کہا جس کی ترتیب فقہی ابواب کی ترتیب کے موافق ہو۔ بعضوں نے کہا حروف ہجائیہ کی ترتیب سے ابواب ہوں۔ جیسے کتاب الایمان پھر کتاب البر پھر کتاب الثواب۔ جیسے کنز العمال وغیرہ یا اوائل احادیث کی ترتیب حروف سے ہو جیسے سیوطی کی جامع صغیر۔

مسانید۔ جو اسماء صحابی کی ترتیب سے ہو جیسے مسند احمد بن حنبل، مسند ابو یعلی۔

اجزاء۔ جس میں ایک باب یا شیخ کی احادیث جمع کی گئی ہوں۔

متابع ام لا۔ اسی طرح شاہد کی تلاش۔

ھو۔ اسی کیفیت سے مقصد سے تلاش کرنا۔

قد یوھم۔ چونکہ انھوں نے الاعتبار والمتابعات کہا حالانکہ اعتبار المتابعات والشواھد کہنا چاہیے تھا۔

الیہما۔ المتابع والشاھد۔ یعنی متابع اور شاہد کی طرف پہونچنے کا نام اعتبار ہے۔ تو قسم کیسے ہو سکتا ہے۔ قسم تو مباین ہوتا ہے۔

وجمیع ما تقدم۔ مطلب یہ ہے کہ تعارض کے وقت ان قسموں کا فائدہ حاصل ہوگا۔

مثلاً صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ میں لذاتہ کا مقدم ہونا مسلّم ہے کیونکہ چنانچہ احادیث کے مختلف مراتب صحیح، حسن، ضعیف کے درمیان ترجیح کا اعتبار ایک اہم اصول ہے۔

ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ يَنْقَسِمُ اَيْضًا اِلٰى مَعْمُوْلٍ بِهٖ وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِهٖ لِاَنَّهٗ اِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ اَيْ لَمْ يَأْتِ خَبَرٌ يُضَادُّهٗ فَهُوَ الْمُحْكَمُ وَاَمْثِلَتُهٗ كَثِيْرَةٌ وَاِنْ عُوْرِضَ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مُعَارِضُهٗ مَقْبُوْلًا مِثْلَهٗ اَوْ يَكُوْنَ مَرْدُوْدًا وَالثَّانِيْ لَا اَثَرَ لَهٗ لِاَنَّ الْقَوِيَّ لَا يُؤَثِّرُ فِيْهِ مُخَالَفَةُ الضَّعِيْفِ وَاِنْ كَانَتِ الْمُعَارَضَةُ بِمِثْلِهٖ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُمْكِنَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَدْلُوْلَيْهِمَا بِغَيْرِ تَعَسُّفٍ اَوْ لَا فَاِنْ اَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰى مُخْتَلِفَ الْحَدِيْثِ

ترجمہ: پھر مقبول تقسیم ہوتا ہے معمول بہ اور غیر معمول بہ کی طرف اس لئے کہ اگر وہ تعارض سے محفوظ ہے یعنی ایسی خبر نہیں آئی ہے جو اس کے متضاد ہو تو وہ محکم ہے۔ اور اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ اگر تعارض ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کا معارض وہ مقبول ہوگا جو اس کے مثل ہوگا۔ یا مردود ہوگا۔ ثانی کو کوئی اثر نہیں اس لئے قوی میں ضعیف کی مخالفت موثر نہیں ہوتی۔ اگر تعارض مثل کے ساتھ ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں کے مدلول کے درمیان بلا کسی تکلف کے تطبیق ممکن ہوگا یا نہیں۔ اگر تطبیق ممکن ہے تو اس قسم کو مختلف الحدیث کہا جاتا ہے۔

تشریح: اس مقام سے مؤلف خبر مقبول کی دوسری قسم محکم، مختلف احادیث کی تشریح کر رہے ہیں۔ اس دوسری قسم کے تحت حدیث کی نو قسمیں ہیں۔

حل عبارت: معارضہ باہم حدیث کا اس طور پر ہونا کہ ایک پر عمل کرنا دوسرے کے ترک کو مستلزم ہو۔

متعارض وہ حدیثیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہوں۔ محکم: وہ ہے جس کے خلاف و متعارض کوئی حدیث نہ ہو۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث۔ اشد الناس عذاباً یوم القیمۃ یضاھون بخلق اللہ۔ رواہ مسلم

ان یکون معارضہ: را کے کسرہ کے ساتھ۔

مثلہ: یعنی صحیحا یا حسنا۔ الثانی: ای المردود

لا اثر له۔ جب معارض ہی نہیں تو متعارض کیسے ہوگا۔
یمکن الجمع۔ مثلاً تاویل کی جائے۔ تخصیص، تقیید کے ذریعے۔
تعسف۔ نامناسب دنا موضوع تاویل جو کھینچ تان کر کی جائے۔
لا یمکن۔ یعنی جمع و تطبیق ممکن نہ ہو یا ممکن تو ہو مگر تکلف سے۔
فهو۔ حدیث معارض۔ جس کی تطبیق ممکن ہو۔
مختلف الحدیث۔ لام کے کسرہ کے ساتھ۔ یعنی جس حدیث کا مفہوم و مدلول مختلف ہو۔ علامہ طیبی نے ناسخ منسوخ اور وہ حدیث جس پر ترجیح سے عمل کیا جائے اسی مختلف الحدیث میں داخل مانا ہے۔

وَ مَثَّلَ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ بِحَدِيْثِ لَا عَدْوَى وَ لَا طِيَرَةَ مَعَ حَدِيْثِ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ كِلَاهُمَا فِي الصَّحِيْحِ وَ ظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ وَ وَجْهُ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا اَنَّ هٰذِهِ الْاَمْرَاضَ لَا تُعْدِيْ بِطَبْعِهَا لٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ مُخَالَطَةَ الْمَرِيْضِ بِهَا لِلصَّحِيْحِ سَبَبًا لِاَعْدَائِهِ مَرَضَهُ ثُمَّ قَدْ يَتَخَلَّفُ ذٰلِكَ عَنْ سَبَبِهِ كَمَا فِي غَيْرِهِ مِنَ الْاَسْبَابِ كَذَا جَمَعَ بَيْنَهُمَا ابْنُ الصَّلَاحِ تَبَعًا لِغَيْرِهِ وَالْاَوْلٰى فِي الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا اَنْ يُقَالَ اَنَّ نَفْيَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ سَلَّمَ لِلْعَدْوٰى بَاقٍ عَلٰى عُمُوْمِهِ وَ قَدْ صَحَّ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْدِيْ شَيْءٌ شَيْئًا وَ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ عَارَضَهُ بِاَنَّ الْبَعِيْرَ الْاَجْرَبَ يَكُوْنُ فِي الْاِبِلِ الصَّحِيْحَةِ فَيُخَالِطُهَا فَتَجْرَبُ حَيْثُ رَدَّ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ فَمَنْ اَعْدَى الْاَوَّلَ يَعْنِيْ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اِبْتَدَاَ ذٰلِكَ فِي الثَّانِيْ كَمَا ابْتَدَاَهُ فِي الْاَوَّلِ۔

ترجمہ۔ ابن صلاح نے یہ حدیث مثال میں پیش کی ہے۔ لا عدوی۔ مرض کا تعدیہ نہیں ہے۔ جس کا تعارض حدیث فر من المجذوم الخ مجذوم سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ کہ دونوں صحیح ہے اور بظاہر متعارض ہیں تطبیق کی توجیہ یہ ہے کہ یہ امراض بالطبع تو متعدی نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالی مریض کی مخالطت سے تندرست کو بھی مرض پہونچنے کا سبب بنادیتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا جیسا کہ اس کے علاوہ دوسرے اسباب سے۔ اسی طرح ابن صلاح نے بھی دونوں کے درمیان دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے

تطبیق دیا ہے (میرے نزدیک) دونوں کے درمیان تطبیق کی یہ صورت بہتر ہے کہ یہ کہا جائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیہ کی نفی کو عموم پر باقی رکھا ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ کسی شئی کا تعدیہ نہیں ہوتا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اس کے بارے میں جس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ جب خارشی اونٹ مل جاتا ہے تو تندرست کو بھی خارشی بنا دیتا ہے۔ تو آپ نے رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ پہلے کو کس نے بیمار کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اسی نے دوسرے کو بھی ڈالا۔ جس طرح کہ اس نے پہلے کو بیماری میں ڈالا تھا۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف مختلف حدیث کی مثال پیش کر رہے ہیں۔ کہ لا عدوی کا تعارض فر من المجذوم سے ہے۔ اور دونوں کے تطبیق کی ایک صورت ہے کہ تعارض جاتا رہے۔ لا عدوی کا مفہوم ہے کہ مرض بالذات متعدی نہیں ہوتا۔ اور فر من المجذوم کا مطلب یہ ہے کہ مخالطت کے سبب اللہ پاک مرض متعدی کر دیتا ہے۔

حافظ کے نزدیک یہ حدیث اپنے عموم پر باقی ہے۔ کہ اس کے عموم کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہو رہی ہے۔

حل عبارت: لا عدوی۔ اعداء مصدر ہے۔ دعویٰ کے وزن پر ہے۔ دوسرے تک تجاوز کرنا۔ لا طیری۔ علامہ نووی نے اسے عنبۃ کے وزن پر اور صاحب النہایہ نے خیرۃ کے وزن پر کہا ہے۔ فر۔ راء کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ۔

جذام مرض کوڑھ۔ جذم سے ماخوذ۔ معنی قطع۔ چونکہ اس مرض میں گوشت کٹ کٹ گرتا ہے فرارک۔ منصوب بنزع الخافض ہے کفرارک لہا۔

کلاھما صحیح۔ دونوں صحیح حدیث میں سے اول کی تخریج امام مسلم اور امام احمد نے اور ثانی کی تخریج شیخین نے کی ہے۔

لا عداء لہ مرضہ۔ اعداء باب افعال کا مصدر اور مرض اس کا مفعول ہے۔

ثم قد یتخلف ذلک۔ ای الاعداء۔ عن سببہ۔ ای مخالطۃ۔ یعنی کبھی مخالطت سے بھی تعدیہ نہیں ہوتا جیسا کہ عموماً تیمارداروں کو۔ معلوم ہوا کہ بالذات موثر نہیں۔ یعنی مخالطت سے تعدیہ کلیہ نہیں۔

رد علیہ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائل کے گمان پر کہ مخالطت سے تعدیہ ہوتا ہے

رد کرتے ہوئے کہا۔ کما ابتدأ ۔ جس طرح اس نے پہلے اونٹ کو مریض کیا اسی طرح اس نے دوسرے کو بھی مریض کیا۔

وَ اَمَّا الْاَمْرُ بِالْفِرَارِ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فَمِنْ بَابِ سَدِّ الذَّرَائِعِ لِئَلَّا یَتَّفِقَ الشَّخْصُ الَّذِیْ یُخَالِطُهٗ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِكَ بِتَقْدِیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِبْتِدَاءً لَا بِالْعَدْوَی الْمَنْفِیَّةِ فَیَظُنَّ اَنَّ ذٰلِكَ بِسَبَبِ مُخَالَطَتِهٖ فَیَعْتَقِدَ صِحَّةَ الْعَدْوٰی فَیَقَعَ فِی الْحَرَجِ فَاَمَرَ بِتَجَنُّبِهٖ حَسْمًا لِلْمَادَّةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَ قَدْ صَنَّفَ فِیْ هٰذَا النَّوْعِ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ کِتَابَ اِخْتِلَافِ الْحَدِیْثِ لٰکِنَّهٗ لَمْ یَقْصِدْ اِسْتِیْعَابَهٗ وَ صَنَّفَ فِیْهِ بَعْدَهٗ اِبْنُ قُتَیْبَةَ وَالطَّحَاوِیُّ وَ غَیْرُهُمَا.

ترجمہ:- بہر حال مجذوم سے بھاگنے کا حکم سو وہ سد ذرائع کے باب سے ہے تاکہ اختلاط کرنے والے شخص کو اس مرض میں سے کچھ اتفاقاً ہو جائے۔ جو اللہ کی تقدیر سے ہو نہ کہ تعدیہ کی وجہ سے تو وہ یہ گمان نہ کرے کہ اس اختلاط سے ہوا ہے۔ اور وہ یہ عقیدہ رکھ لے کہ مرض کا تعدیہ صحیح ہے۔ اور وہ حرج میں پڑ جائے۔

پس آپ نے مادۂ بیماری شدہ کی بنیاد کو ختم کرنے کیلئے احتیاط کا حکم دیا۔ "واللہ اعلم" اس باب میں امام شافعی نے اختلاف الحدیث نام سے کتاب لکھی ہے۔ لیکن انھوں نے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا۔ اسکے بعد ابن قتیبہ اور امام طحاوی نے اور ان کے علاوہ نے لکھا۔

مقصد:- مولف مجذوم سے فرار کے حکم کی حکمت بیان کر رہے ہیں کہ یہ سد ذرائع کے قبیلہ سے ہے۔ یعنی اختلاط سے مرض ہو جائے تو وہ اختلاط ہی کو سبب مرض نہ سمجھ جائے اس لئے اختلاط سے ابتدءً آپ نے منع فرمایا۔ تاکہ وہم فاسد کا سبب ہی منقطع ہو جائے۔

حل عبارت:- باب سد ذرائع۔ یعنی اسباب کے دروازہ کو ہی بند فرمایا جس سے سوء عقیدہ میں گرفتار ہو۔

یخالطہ۔ یعنی مجذوم۔ شئ یتفق کا فاعل ہے۔

الحرج۔ تنگی۔ گناہ بد اعتقادی۔ بالذات مرض کو متعدی سمجھنا اہل سنت والجماعۃ کے اصول کے خلاف ہے۔ اسی لئے اختلاط سے اولاً روک دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے مرض طاعون میں جانے کی ممانعت ہے۔

لم بقصد۔ یعنی عدم استیعاب کے سبب، ورنہ ان کے مقصد کا کیا علم۔

ابن قتیبہ۔ یہ امام بخاری و مسلم کے شیخ ہیں۔ امام طحاوی کی اس کتاب کا نام مشکل الآثار ہے۔

وَإِنْ لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يُعْرَفَ التَّارِيخُ أَوْ لَا فَإِنْ عُرِفَ وَثَبَتَ الْمُتَأَخِّرُ بِهِ أَوْ بِأَصْرَحَ مِنْهُ فَهُوَ النَّاسِخُ وَالْآخَرُ الْمَنْسُوخُ وَالنَّسْخُ رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ الْمَذْكُورِ وَتَسْمِيَتُهُ نَاسِخًا مَجَازٌ لِأَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالَى وَيُعْرَفُ النَّسْخُ بِأُمُورٍ أَصْرَحُهَا مَا وَرَدَ فِي النَّصِّ كَحَدِيثِ بُرَيْدَةَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ وَمِنْهَا مَا يَجْزِمُ الصَّحَابِيُّ بِأَنَّهُ مُتَأَخِّرٌ كَقَوْلِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ أَخْرَجَهُ أَصْحَابُ السُّنَنِ۔

ترجمہ:- اگر دونوں کے درمیان جمع اور تطبیق ممکن نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تاریخ کی معرفت ہو گی یا نہیں اور معرفت ہو جائے اور متاخر ہونا ثابت ہو جائے یا اس سے زیادہ کوئی صریح امر معلوم ہو جائے تو یہ ناسخ منسوخ ہے۔ نسخ کے معنی حکم شرعی کا اٹھ جانا ہے۔ کسی ایسی دلیل شرعی سے جو اس سے متاخر ہو۔ ناسخ وہ ہے جو رفع مذکور پر دلالت کرے۔ اور اس کا ناسخ نام رکھنا مجاز ہے۔ اس لئے کہ ناسخ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے۔ اور نسخ چند امور سے پہچان لیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ صریح وہ ہے جو خود نص میں واقع ہو جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت بریدہ کی حدیث میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا پس اب زیارت کیا کرو یہ آخرت کو یاد دلانے والی ہے۔ اسی میں سے وہ بھی ہے جو صحابی یقین کے ساتھ بیان کرے کہ یہ متاخر ہے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول۔ آخری عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مامست النار سے وضو نہ کرنے کا تھا اس کی تخریج اصحاب سنن نے کی ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے ناسخ و منسوخ کی تعریف و مثال بیان کر رہے ہیں۔

تعریف۔ وہ حدیث ہے جو صحت کے درجہ میں برابر ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو مگر تاریخ یا [illegible] سے ایک دوسرے کا مقدم و موخر معلوم ہو اور غیر معمول بہ ہونا ثابت ہو جائے۔

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔
حل عبارت: - فن عرف - یعنی جو نص سے مقدم و موخر ہونے کا علم ہو جائے۔
الصریح - یعنی تاریخ سے نہ وہ صریح۔
نسخ لغت میں معانی زائل کرنا، اصطلاح میں کسی حکم شرعی کو اٹھا دینا اس کا تعلق امر
سے ہوتا ہے خبر سے نہیں۔
مجازاً - چونکہ اللہ تعالیٰ کے غیر کو ناسخ ماننا خلاف حقیقت ہے۔
فی النص - کتاب و سنت دونوں کو شامل ہے۔ منہا - یعنی متن اربعہ۔

وَ مِنْهَا مَا يُعْرَفُ بِالتَّارِيخِ وَ هُوَ كَثِيرٌ وَ لَيْسَ مِنْهَا مَا يَرْوِيهِ الصَّحَابِيُّ الْمُتَأَخِّرُ الْإِسْلَامِ مُعَارِضًا لِلْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ سَمِعَهُ مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ أَقْدَمَ مِنَ الْمُتَقَدِّمِ الْمَذْكُورِ أَوْ مِثْلِهِ فَأَرْسَلَهُ لَكِنْ إِنْ وَقَعَ التَّصْرِيحُ بِسَمَاعِهِ لَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَيَتَّجِهُ أَنْ يَكُونَ نَاسِخًا بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ لَمْ يَتَحَمَّلْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَبْلَ إِسْلَامِهِ وَ أَمَّا الْإِجْمَاعُ فَلَيْسَ بِنَاسِخٍ بَلْ يَدُلُّ عَلَى ذٰلِكَ

ترجمہ: - اور انہی میں سے وہ ہے جو تاریخ سے معلوم ہو۔ اور اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ اور یہ نسخ میں داخل نہیں جو متاخر الاسلام صحابی سے منقول ہو متقدم مذکور صحابی سے بھی پہلے کا ہو یا اسی کے مثل۔ پھر اس نے ارسال کر دیا ہو۔ لیکن اگر صراحۃً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا ثابت ہو جائے تو ناسخ کی توجیہ کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس نے اسلام سے قبل اسلام کی کسی روایت کا تحمل نہ کیا ہو۔ اور بہر حال اجماع تو وہ ناسخ نہیں بلکہ نسخ پر دال ہے۔
مقصد: متقدم الاسلام اور متاخر الاسلام صحابی کی متعارض روایت سے جو نسخ کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا اس مقام سے ازالہ فرما رہے ہیں۔ کہ موخر مقدم کے حق میں ناسخ ہوتا ہے۔ نسخ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بہت کی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ متقدم صحابی روایت نقل کرتے ہیں اور صحابی کے بجائے سیدھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ اگر بلا واسطہ روایت کی تصریح کر دیں تو نسخ کا احتمال ہو سکتا ہے۔
حل عبارت: منہا - وہ امور جن سے نسخ کا علم ہوتا ہے۔

تاریخ کے ذریعہ نسخ کی مثال۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول افطر الحاجم والمحجوم۔ اور ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ و سلم احتجم۔ امام شافعی نے فرمایا کہ ناسخ ہے چونکہ سن ۸ ہجری کا واقعہ ہے اور اول سن ایک ہجری کا فرمان مبارک ہے۔

معارضا۔ بکسر را فاعل کا صیغہ ہے۔

ان یکون۔ ای المتاخر سمعہ ای ما یرویہ یعنی مرویات۔

ارسلہ۔ یعنی صحابی جس سے سنا اس کے نام کو حذف کر کے سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کردی۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں بکثرت ہے۔

بشرط ان یکون لم یتحمل۔ اس لئے کہ اگر اس نے اسلام سے قبل تحمل کیا اور روایت اسلام کے بعد کی تو یہ درست ہے۔

اما الاجماع۔ اجماع جماعت کی جانب سے ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کے لئے ناسخ نہیں۔ اور یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ اجماع بعد وفات معتبر ہے۔ اور بعد وفات نسخ نہیں۔ اس لئے اجماع ناسخ تو نہیں البتہ مظہر نسخ ہوتا ہے۔ سخاوی کا قول ہے کہ اجماع نہ آپ کی حیات میں اور نہ بعد وفات نسخ کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اجماع سے دلالت نسخ کی مثال چوتھی مرتبہ کے شارب خمر کا قتل ہے کہ یہ اجماع سے منسوخ ہے۔

وإن لم يعرف التاريخ فلا يخلو إما أن يمكن ترجيح أحدهما على الآخر بوجه من وجوه الترجيح المتعلقة بالمتن أو بالإسناد أولا فإن أمكن الترجيح تعين المصير إليه وإلا فلا فصار ما ظاهره التعارض واقعا على هذا الترتيب الجمع إن أمكن فاعتبار الناسخ والمنسوخ فالترجيح إن تعين ثم التوقف عن العمل بأحد الحديثين والتعبير بالتوقف أولى من التعبير بالتساقط لأن خفاء ترجيح أحدهما على الآخر إنما هو بالنسبة للمعتبر في الحالة الراهنة مع احتمال أن يظهر لغيره ما خفي عليه والله أعلم.

ترجمہ:- پس اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا ترجیح کی صورتوں میں سے کسی صورت سے جس کا تعلق متن یا اسناد سے ممکن ہوگا یا

تعارض تساقطا کے اعتبار سے فساقطا نہیں رکھا اس لئے کہ اس میں سقوط تھوڑے ہی ہوتا ہے سبب ترجیح کے عدم ظہور کی وجہ سے معاملہ معطل کر رہا ہے۔

فالمنسبة للمعتبر یعنی اس معتبر کے اعتبار سے اس میں توقف ہے۔ دوسرے کے اعتبار سے نہیں چونکہ احتمال ہے کہ کوئی صاحب بصیرت اس پر واقف ہو یا آئندہ کسی پر ظاہر ہو جائے اور توقف جاتا رہے۔

الحالة الراهنة۔ ای الحالة الحاضرة۔ مرهن بمعنی دائم اور ثابت۔ یعنی یہ توقف اور بحث حاضر کے اعتبار سے ہے کہ لہذا ان۔

ان یظهر۔ یعنی اس مخفی شی کا علم ہو جائے جسکی وجہ سے توقف ہوا کہ فوق کل ذی علم علیم۔

ثُمَّ الْمَرْدُوْدُ . وَمُوْجِبُ الرَّدِّ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ لِسَقْطٍ مِنْ اِسْنَادٍ اَوْ طَعْنٍ فِي رَاوٍ عَلٰى اِخْتِلَافِ وُجُوْهِ الطَّعْنِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِاَمْرٍ يَرْجِعُ اِلٰى دِيَانَةِ الرَّاوِيْ اَوْ اِلٰى ضَبْطِهٖ فَالسَّقْطُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ مِنْ تَصَرُّفِ مُصَنِّفٍ اَوْ مِنْ آخِرِهٖ اَيِ الْاِسْنَادِ بَعْدَ التَّابِعِيِّ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَالْاَوَّلُ الْمُعَلَّقُ سَوَاءٌ كَانَ السَّاقِطُ وَاحِدًا اَمْ اَكْثَرَ وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُعْضَلِ الْاٰتِيْ ذِكْرُهٗ عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مِنْ وَجْهٍ فَمِنْ حَيْثُ تَعْرِيْفُ الْمُعْضَلِ بِاَنَّهٗ سَقَطَ مِنْهُ اثْنَانِ فَصَاعِدًا يَجْتَمِعُ مَعَ بَعْضِ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ وَمِنْ حَيْثُ تَقْيِيْدُ الْمُعَلَّقِ بِاَنَّهٗ مِنْ تَصَرُّفِ الْمُصَنِّفِ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ يَفْتَرِقُ عَنْهُ اِذْ هُوَ اَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ .

ترجمہ - پھر مردود اور اسباب رد یا تو سقط سند کی وجہ سے ہو یا طعن راوی کی وجہ سے وجوہ طعن کے اختلاف کے ساتھ عام ہو اس طرح کہ اس کا مرجع خواہ راوی کی دیانت ہو یا ضبط۔ پھر سقط یا تو مصنف کے تصرف سے ابتداء سند میں ہوگا یا آخر سند میں تابعی کے بعد ہوگا یا اس کے علاوہ کوئی صورت ہوگی۔ تو اول کا نام معلق ہوگا برابر ہے خواہ ساقط ہونے والا ایک ہو یا زائد۔ اس کے اور معضل جس کا ذکر آگے آرہا ہے عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ پس معضل کی تعریف کی حیثیت سے کہ دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہو معلق کی بعض صورتوں کے ساتھ۔ اور معلق میں اس قید کی حیثیت کے ساتھ۔ کہ مبادی سند میں مصنف کے تصرف سے ساقط ہو۔ جدا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اس سے عام ہے۔

تشریح: اس مقام سے مولف مردود اور اس کی اقسام کو ذکر کر رہے ہیں۔ یعنی معلق، مرسل، معضل، منقطع۔

خیال رہے کہ کسی حدیث کے ناقابل قبول رد کے دو اسباب ہیں۔ (۱) سقط۔ (۲) طعن۔ راوی کا سند میں حذف یا چھوٹ جانا سقط ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں سقط واضح۔ سقط خفی۔ سقط واضح کے اعتبار سے حدیث مردود کی چار قسمیں ہیں۔ معلق، مرسل، معضل، منقطع۔

معلق۔ جس کی سند کا ابتدائی حصہ مصنف کے تصرف سے حذف کر دیا گیا ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

حل عبارت: المردود۔ جس کو قبول کرنے سے روک دیا گیا ہو۔ اس پر عمل کرنا درست نہیں۔

اما ان یکون ای مردہ یا موجب رد یعنی رد یا رد کا موجب سقط۔ راوی کا حذف ہونا۔

فی راو یعنی سند کے راوی۔

وجوہ الطعن۔ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

من مبادی السند۔ یعنی آغاز سند۔ من تبعیضیہ ہے۔ یعنی مصنف کے تصرف کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔

من آخرہ۔ ای آخر السند۔ بعد التابعی۔ یعنی وہ راوی جو تابعی کے بعد ہو۔

غیر ذلک۔ یعنی اول اور آخر کی قید کے بغیر۔ الاول جہاں حذف ابتدا سند سے ہو۔

او اکثر ایک سے زاید حتی کہ اگر ساری سند بھی حذف کر دی گئی تب بھی معلق کا اطلاق ہوتا ہے۔

بینہ و بین المعضل۔ یعنی معلق و معضل کے درمیان نسبت من وجہ کی ہے۔ آغاز سند سے متعدد راوی ساقط ہو گئے تو معلق و معضل دونوں ہو گئے۔ اگر صرف اوائل سند سے ہو تو معلق خواہ ایک راوی ہو یا متعدد اگر درمیان سند سے ہو تو معضل۔

وَ مِنْ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ اَنْ یُحْذَفَ جَمِیْعُ السَّنَدِ وَ یُقَالُ مَثَلاً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَ مِنْھَا اَنْ یُحْذَفَ اِلاَّ الصَّحَابِیُّ اَوْ اِلاَّ التَّابِعِیُّ وَ الصَّحَابِیُّ مَعاً وَ مِنْھَا اَنْ یُحْذَفَ مَنْ حَدَّثَہٗ وَ یُضِیْفَہٗ اِلٰی مَنْ فَوْقَہٗ فَاِنْ کَانَ مَنْ فَوْقَہٗ شَیْخاً لِذٰلِکَ الْمُصَنِّفِ فَقَدِ اخْتُلِفَ فِیْہِ ھَلْ یُسَمّٰی تَعْلِیْقاً اَوْ لاَ وَ الصَّحِیْحُ

فِي هٰذَا التَّفْصِيلِ فَإِنْ عُرِفَ بِالنَّصِّ أَوِ الْاِسْتِقْرَاءِ أَنَّ فَاعِلَ ذٰلِكَ مُدَلِّسٌ قُضِيَ بِهٖ وَ إِلَّا فَتَعْلِيقٌ وَ إِنَّمَا ذُكِرَ التَّعْلِيقُ فِي قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ وَ قَدْ يُحْكَمُ بِصِحَّتِهٖ إِنْ عُرِفَ بِأَنْ يَجِيْءَ مُسَمًّى مِنْ وَجْهٍ آخَرَ.

ترجمہ:- معلق کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمام سند حذف کر دی جائے، مثلاً یوں کہا جائے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی میں یہ بھی ہے کہ حذف کر دیا جائے سوائے صحابی یا تابعی کے یا صحابی تابعی دونوں کے سوا اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ حدیث روایت کرے اور اپنے اوپر کی طرف نسبت کر دے پس جو اوپر ہے اس کا شیخ ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام تعلیق رکھا جائے گا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر نص یا استقراء سے معلوم ہو جائے اس کا کرنے والا مدلس ہے تو تدلیس کا حکم لگایا جائے گا۔ ورنہ معلق ہوگا اور معلق کو مردود کی قسم میں مانا گیا ہے۔ محذوف کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے۔ اگر کسی دوسرے مقام پر تعیین کر دی گئی ہو تو اس پر بھی صحیح کا حکم لگا دیا جائے گا۔

تشریح:- اس مقام پر مؤلف تعلیق کی مختلف صورتوں اور قسموں کو بیان کر رہے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں: (۱) بلا واسطہ معلق قال رسول الله صلى الله عليه وسلم کہہ دے۔ (۲) صحابی یا تابعی کے سوا سب کو حذف کر دیا جائے۔ (۳) صحابی و تابعی دونوں کے علاوہ سب کو حذف کر دیا جائے۔ جیسے عن الاعرج عن ابی هريره۔ (۴) اپنے شیخ جس سے روایت کی ہے حذف کر دے۔ شیخ کے شیخ کی طرف نسبت کر دے۔ لیکن اب اگر اوپر کا شیخ اس کا استاذ ہے تو اس میں اختلاف ہے تحقیق یہ ہے کہ ایسا کرنے والا کوئی مدلس ہے تو مدلس ورنہ معلق کہا جائے گا۔

معلق مردود میں داخل ہے۔ اس کے مردود ہونے کی وجہ راوی محذوف کا مجہول الحال ہونا ہے۔ معلق کو بھی خارجی اسباب و قرائن کی وجہ سے قبول کر لیا جاتا ہے۔ اگر دوسری سند میں راوی محذوف کی تعیین ہو جائے اور ضابطہ صحت کے موافق ہو تو اسے صحیح میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

حل عبارت: ان یحذف۔ یعنی تمام سند کے رواۃ کو

من حذفہ یعنی جس سے وہ روایت کر رہا ہے۔ یعنی شیخ کو۔
بالنص۔ یعنی ائمہ حدیث کی تصریح سے۔ ذکرہ۔ یعنی الحذف۔
مدلس۔ لام کے کسرہ کے ساتھ۔ والا۔ کی لفت لم یعرف اسے مدلس۔
مسمی۔ ای موصوفا باسمہ ونسبہ۔ محذوف راوی کے نام و نسب کی تعیین ہو جائے۔

فَاِنْ قَالَ جَمِیْعُ مَنْ اَحْذِفُهُ ثِقَاتٌ جَاءَتْ مَسْئَلَةُ التَّعْدِیْلِ عَلَی الْاِبْهَامِ وَ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ لَا یُقْبَلُ حَتّٰی یُسَمّٰی لٰکِنْ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ هُنَا اِنْ وَقَعَ الْحَذْفُ فِیْ کِتَابٍ اُلْتُزِمَتْ صِحَّتُهُ کَالْبُخَارِیِّ وَ مُسْلِمٍ فَمَا اَتٰی فِیْهِ بِالْجَزْمِ دَلَّ عَلٰی اَنَّهُ ثَبَتَ اِسْنَادُهُ عِنْدَهُ وَ اِنَّمَا حَذَفَ لِغَرَضٍ مِنَ الْاَغْرَاضِ وَ مَا اَتٰی فِیْهِ بِغَیْرِ الْجَزْمِ فَفِیْهِ مَقَالٌ وَ قَدْ اَوْضَحْتُ اَمْثِلَةَ ذٰلِکَ فِی النُّکَتِ عَلَی ابْنِ الصَّلَاحِ.

ترجمہ:- پس وہ اگر یہ کہے جن تمام راویوں کو میں نے حذف کیا ہے وہ سب ثقہ ہیں تو یہ مسئلہ تعدیل مبہم کا ہے یہ جمہور کے نزدیک غیر مقبول ہے تاوقتیکہ نام متعین نہ کر دیا جائے۔ لیکن ابن صلاح نے کہا کہ اگر حذف اس کتاب میں واقع ہو جس میں صحت کا التزام کیا گیا ہو تو جیسے بخاری مسلم۔ پس جو اس میں یقین کے ساتھ ہو تو اس کی دلالت اس بات پر ہے کہ اس کی سند اس کے نزدیک ثابت ہے۔ اور کسی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا ہے اور جو بغیر تعیین کے ساتھ ہو تو اس میں کلام کی گنجائش ہے۔ میں نے ان کی مثالوں کو نکت ابن صلاح (کتاب کا نام) میں ذکر کیا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف معلق کی اس صورت کو بیان کر رہے ہیں جس میں مصنف تمام رواۃ حدیث جو محذوف ہوں اس کو ثقہ قرار دے۔ محدثین نے اسے تعدیل مبہم قرار دیا ہے۔ جمہور نے اسے قبول نہیں کیا ہے تاوقتیکہ متعین نہ ہو جائے خطیب بغدادی نے ذکر کیا ہے کہ تعدیل مبہم بلا تعیین نام کے قبول نہیں۔ ابن صلاح نے کہا کہ جن مولفین نے صحت کا التزام کیا ہے ان کے وہ تعلیقات جو یقینی کلمات مثلاً قال، ذکر وغیرہ کے ساتھ مذکور ہوں تو وہ صحیح اور مقبول ہوں گے اور جو قیل کے ساتھ ہوں وہ غیر مقبول ہوں گے۔

حل عبارت: قولہ جاءت۔ یہ قصہ ہے۔ جیسے جاءت حاجتک۔
یسمی۔ نام و نسب کی تعیین۔ الجمہور۔ ہی میں خطیب اور ابو بکر صیرفی بھی داخل ہیں۔

ما اتی۔ اس کا فاعل یا تو مکتاب یا صاحب کتاب قرار دیا جائے۔
بالجزم۔ صیغہ جزم کے ساتھ۔ جیسے قال ذکر۔ روی۔
عرض۔ مثلاً خوف تکرار ہو یا اختصار پیش نظر ہو۔
بغیر الجزم۔ صیغہ مجہول کے ساتھ مثلاً ذکر یا روی
النکت۔ کتاب کا نام ہے نکت علی ابن صلاح۔

وَالثَّانِي وَ هُوَ مَا سَقَطَ عَنْ آخِرِهِ مِنْ بَعْدِ التَّابِعِي هُوَ الْمُرْسَلُ وَ صُوْرَتُهُ اَنْ يَقُوْلَ التَّابِعِيُّ سَوَاءٌ كَانَ كَبِيْرًا اَوْ صَغِيْرًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ كَذَا اَوْ فَعَلَ كَذَا اَوْ فُعِلَ بِحَضْرَتِهِ كَذَا اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ وَ اِنَّمَا ذُكِرَ فِي قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ صَحَابِيًّا وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ تَابِعِيًّا وَ عَلَى الثَّانِي اَنْ يَكُوْنَ ضَعِيْفًا وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ ثِقَةً وَ عَلَى الثَّانِي يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ حَمَلَ عَنِ الصَّحَابِيِّ وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ حَمَلَ عَنْ تَابِعِيٍّ آخَرَ وَ عَلَى الثَّانِي فَيَعُوْدُ الْاِحْتِمَالُ السَّابِقُ وَ يَتَعَدَّدُ اِمَّا بِالتَّجْوِيْزِ الْعَقْلِيِّ فَاِلٰى مَا لَا نِهَايَةَ لَهُ وَ اِمَّا بِالْاِسْتِقْرَاءِ فَاِلٰى سِتَّةٍ اَوْ سَبْعَةٍ وَ هُوَ اَكْثَرُ مَا وُجِدَ مِنْ رِوَايَةِ بَعْضِ التَّابِعِيْنَ عَنْ بَعْضٍ۔

ترجمہ:- اور دوسری قسم۔ جس کے آخر میں تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو۔ وہ مرسل ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ صغیر ہو یا کبیر کہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا فعل کذا۔ یا فعل بحضرتہ کذا یا اس کے مثل۔ اسے مردود کی قسم میں ذکر کیا جاتا ہے۔ محذوف راوی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے چونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ (محذوف) صحابی ہو یا تابعی ہو۔ اور ثانی صورت (تابعی) میں یہ احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ ہو۔ اور ثانی صورت (ثقہ) میں یہ احتمال ہے کہ اس نے کسی صحابی سے حاصل کیا ہو یا کسی تابعی سے پھر یہ احتمال سابق لوٹ کر آئے گا (کہ تابعی اگر ہے تو ثقہ ہے یا ضعیف) اور اس میں یہ صورتیں نکل دیں گی یا تو تجویز عقلی سے لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور استقراء سے چھ یا سات تک چلے گا۔ اور یہی تعداد سب سے زائد ہے۔ جو تابعین کی بعض تابعین سے پائی گئی ہے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف مرسل کی بحث ذکر کر رہے ہیں۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں تابعی صغیر یا کبیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرے۔ خواہ نسبت قولی ہو یا فعلی ہو یا تقریری ہو۔

مرسل کو مردود میں ذکر کیا گیا ہے اس وجہ سے کہ محذوف کا حال مجہول ہوتا ہے۔ نہیں معلوم کہ محذوف صحابی ہے یا تابعی پھر تابعی ثقہ ہے غیر ثقہ۔ ویسے مرسل روایت میں اکثر صحابی کا حذف ہوتا ہے۔ کبھی حذف کی مصلحت سے ہوتا ہے مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام خوف فتنہ سے۔ خیال رہے کہ بعض محدثین کے نزدیک تابعی صغیر کی روایت منقطع ہوتی ہے۔ چونکہ صحابی کی لقا یا روایت کے نہ ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ اسی وجہ سے مقبول ہونے میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے تابعی کے کبیر کی قید لگائی ہے۔

حل عبارت: بعد التابعی. مراد صحابی ہے۔ اگر صحابی کا حذف ہوگا تو مرسل نہ ہوگا۔

مرسل . ارسال سے ماخوذ ہے بمعنی اطلاق۔ منع ذکر تا۔ چھوڑ دینا۔

ذکر . ای المرسل. ان یکون . ای المحذوف.

علی الثانی یحتمل ان یکون ضعیفاً . تابعی میں تو ضعف کا احتمال ہو سکتا ہے مگر صحابہ میں نہیں کہ سارے صحابہ عادل ہیں۔

التجویز العقلی. یعنی عقلی احتمالات۔ مثلاً تابعی میں سے روایت کرے اور وہ صحابہ سے پھر وہ تابعی سے الخ۔

الاستقراء. یعنی تتبع و تلاش اور تحقیق سے ۶ یا ۷ سے زیادہ احتمالات نہیں پائے گئے۔

مرسل اور اس کی حیثیت۔ حضرت امام شافعی اور اصحاب اصول اور امام مالک کا مشہور قول مرسل کے حجت نہ ہونے کے متعلق ہے۔ امام اعظم اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرسل تابعی حجت ہے۔

فَإِنْ عُرِفَ مِنْ عَادَةِ التَّابِعِيِّ أَنَّهُ لَا يُرْسِلُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ فَذَهَبَ جُمْهُورُ الْمُحَدِّثِيْنَ إِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْاِحْتِمَالِ وَ هُوَ أَحَدُ قَوْلَيْ أَحْمَدَ - وَ ثَانِيْهِمَا وَ هُوَ قَوْلُ الْمَالِكِيِّيْنَ وَالْكُوفِيِّيْنَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا، وَ قَالَ الشَّافِعِيُّ يُقْبَلُ إِنِ اعْتَضَدَ بِمَجِيْئِهِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ يُبَايِنُ الطَّرِيْقَ الْأُوْلٰى مُسْنَدًا كَانَ أَوْ مُرْسَلًا لِيَتَرَجَّحَ احْتِمَالُ كَوْنِ

المحذوف ثقة في نفس الامر و نقل ابوبكر الرازي من الحنفية و ابو الوليد الباجي من المالكية ان الراوي اذا كان يرسل عن الثقات و غيرهم لايقبل مرسله اتفاقاً.

ترجمہ:- پس اگر تابعی کی یہ عادت معلوم ہو جائے کہ وہ ارسال نہیں کرتے مگر صرف ثقہ ہی سے تو جمہور محدثین اس جانب گئے ہیں کہ توقف باقی رہے گا امام احمد کے دو قول میں سے ایک قول یہی ہے۔ انکا دوسرا قول اور مالکیہ اور اہل کوفہ کا یہ ہے کہ مطلقاً قبول کیا جائے گا۔ اور امام شافعی نے فرمایا اگر اس کی تقویت دوسرے طریق سے آنے کی وجہ سے ہو جو طریق اول کے مباین ہو تو قبول کر لیا جائے گا خواہ مسند ہو یا مرسل۔ تاکہ نفس الامر میں راوی محذوف کے ثقہ ہونے کو ترجیح دی جا سکے۔ احناف میں ابو بکر رازی اور مالکیہ میں ابو الولید الباجی سے منقول ہے کہ راوی جب ثقہ و غیر ثقہ سے ارسال کرے تو متفق علیہ قول ہے کہ ارسال قبول نہ کیا جائے گا۔

تشریح:- مؤلف اس مقام سے مرسل کے احکام اور اس کی تفصیل کر رہے ہیں کہ کون مرسل قبول کیا جائے گا اور کون نہیں اور اس مسئلے میں علماء کا کیا اختلاف ہے۔

تابعی اگر ثقہ ہی سے ارسال کرنے کا عادی ہے تو بھی اس کی روایت میں توقف کیا جائے گا۔ مالکیہ اور علماء کوفہ کے نزدیک ہر مرسل مقبول ہے۔ اور ایک قول امام احمد کا بھی یہی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اس وقت مقبول ہوگا جب کہ اس کی تائید خواہ مسند یا مرسل سے ہو رہی ہو جو اس کے علاوہ ہو۔

حل عبارت: التوقف۔ اس صورت میں اسے قطعی طور پر مردود میں شامل کرنا صحیح نہ ہوگا۔ لبقاء الاحتمال۔ ہو سکتا ہے کہ اسکے نزدیک ثقہ ہو اور نفس الامر میں وہ ثقہ نہ ہو۔

احد قولی احمد۔ یہ امام احمد کا غیر مشہور قول ہے۔

مطلقاً۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے طرق سے اس کی تائید ہوتی ہو یا نہیں۔

اعتضد۔ مجہول کے صیغے سے۔ وجہ آخر۔ یعنی دوسری سند سے۔

مسنداً کان او مرسلاً۔ اسی طرح خواہ صحیح ہو یا حسن ہو یا ضعیف۔ چونکہ تعدد سے ضعف کی تلافی ہو جاتی ہے۔ رازی۔ جو شرعۃ الاسلام کے مؤلف ہیں۔

لا یقبل۔ ہو سکتا ہے کہ غیر ثقہ سے لیا ہو۔ خیال رہے کہ اگر راوی مرسل کی عادت
معلوم نہ ہو تو یہ مرسل احناف اور مالکیہ کے یہاں مقبول ہوگا۔

والقسمُ الثالثُ من اقسامِ السقطِ من الاسنادِ ان کان باثنینِ فصاعداً مع التوالی
فهو المعضلُ و الّا فان کان السقطُ باثنینِ غیرِ متوالیینِ فی موضعینِ مثلاً فهو
المنقطعُ و کذا ان سقطَ واحدٌ فقط او اکثرُ من اثنینِ لکن بشرطِ عدمِ التوالی
ثمّ انّ السقطَ من الاسنادِ قد یکونُ واضحاً یحصلُ الاشتراکُ فی معرفتِه لکونِ
الراوی مثلاً لم یعاصر من روی عنه او یکونُ خفیاً فلا یدرکُه الّا الائمةُ الحذاقُ
المطلعونَ علی طرقِ الحدیثِ و عللِ الاسانیدِ فالاولُ وهو الواضحُ یدرکُ بعدمِ
التلاقی بین الراوی و شیخِه بکونِه لم یدرکْ عصرَه او ادرکَه لکن لم یجتمعا و
لیست له منه اجازةٌ ولا وجادةٌ و من ثَمَّ احتیجَ الی التاریخِ لتضمّنه تحریرَ
موالیدِ الرواةِ و وفیاتِهم و اوقاتِ طلبِهم و ارتحالِهم و قد افتضحَ اقوامٌ ادّعوا
الروایةَ عن شیوخٍ ظهرَ بالتاریخِ کذبُ دعواهم۔

ترجمہ — سقوط اسناد کی تیسری قسم یہ ہے کہ مسلسل دو یا دو سے زاید راوی ساقط ہوں اگر یہ
معضل ہے۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ دو راوی مسلسل ساقط نہ ہوں مثلاً دو مقام سے (سقوط) ہو تو یہ
منقطع ہے۔ اسی طرح ایک راوی ساقط ہو یا دو سے زاید راوی ساقط ہو مگر اس شرط کے
ساتھ کہ مسلسل نہ ہو۔ پھر کبھی اسناد میں راوی کا سقوط تو بالکل واضح ہوتا ہے کہ اس کی
معرفت میں سب لوگ برابر ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ راوی جس سے روایت کر رہا ہے۔ اس
کا ہم عصر نہیں ہے یا مخفی ہوتا ہے کہ ماہرین ائمہ ہی جو طرق حدیث اور علل احادیث میں ماہر
ہوتے ہیں اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ اور قسم اول جو واضح ہوتا ہے کہ راوی
اور شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس نے اس کا زمانہ نہیں پایا
یا پایا تو مگر ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ان کو اجازت حاصل ہے نہ وجادہ۔ اسی وجہ سے (اس قسم
میں) تاریخ کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس میں رواۃ کی ولادت اور ان کی وفات زمانہ طلب
اور ان کے ارتحال کا علم حاصل ہوتا ہے۔ کتنے لوگ رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں جنھوں نے
شیخ سے روایت کا دعویٰ کیا ان کے دعویٰ کا جھوٹ تاریخ سے ظاہر ہوا۔

تشریح: مولف اس مقام سے متصل، منقطع، سقط واضح، سقط خفی کی تشریح کر رہے ہیں۔
معضل۔ جس میں درمیان سند سے دو یا اس سے زائد راوی پے در پے حذف ہو گئے ہوں۔
منقطع: جس میں درمیان سند سے ایک راوی حذف ہوا ہو۔ یا چند راوی ہوئے ہوں مگر مسلسل نہ ہوئے ہوں۔ بلکہ متفرق مقامات سے۔ سقط یعنی راوی کا حذف اس کی دو قسمیں ہیں۔ سقط واضح۔ جس سے مراد غیر ماہر ہر شخص جان لے۔ سقط خفی جسے صرف ماہرین و حاذقین ہی پہچان سکیں۔

حل عبارت: فصاعدا۔ یعنی ایک سے زائد راوی۔ علی التوالی۔ یعنی ایک ہی مقام سے متعدد راوی پے در پے۔

معضل۔ عضل سے ماخوذ ہے۔ یعنی محدثین کو راوی ذکر شیخ سے تھکا دیا۔ بعضوں نے اسے عضال سے بھی مشتق مانا ہے جس کے معنی ایسی سخت بیماری کے ہیں جس سے مریض اٹھ نہ سکے۔ منقطع کو بعضوں نے تمام مردود میں شامل کیا ہے بعضوں نے اقسام سقط میں۔ بعضوں نے اس کی تعریف میں توالی کی شرط ملحوظ نہیں رکھی ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک منقطع کی یہی تعریف ہے۔

والمنقطع۔ جس کے اسناد میں اتصال نہ ہو خواہ شروع سے یا وسط سے یا آخر سے۔

یحصل الاشتراك یعنی حاذق غیر حاذق سب پہچانتے ہیں۔

لم یعاصر۔ یعنی راوی کا اور شیخ کا زمانہ ایک نہ ہو۔ تو ظاہر ہے کہ واسطہ ہوگا۔

علی الائمة الحذاق مراد محققین ارباب نقد۔ جس کی معرفت اہل فن کو ہو۔ مثلاً اتصال و انقطاع۔ والاول۔ یعنی سقط کے اقسام میں سے۔

عصره۔ یعنی اپنے شیخ کا زمانہ۔

لیست منه و عالیه۔ یعنی راوی کا وہ شیخ نہ ہو۔

اجازة۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ راوی یعنی شاگرد کو شیخ بالمشافہہ یا مکاتبت سے روایت کی اجازت کی اجازت دے۔

وجادة۔ کسی محدث کی کوئی کتاب یا لکھی حدیث مل جائے طرز تحریر شہادت یا قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ فلاں کی مرویات سے ہے تو وہاں وجدت بخط فلان کے

الفاظ کو ذکر کرتے ہوئے روایت کرے تو اسے وجادہ کہا جاتا ہے۔ "اخبرنی" نہیں کہہ سکتا کہ اس کے لئے اجازت شرط ہے۔

التاریخ: اس سے مراد فن رجال الحدیث و حوادث ہے۔

موالید: مولد کی جمع۔ زمانہ پیدائش۔ طلبہم: تحصیل حدیث کا زمانہ۔

کذب دعواهم: کیونکہ سماع اور معاصرت نہ ہونے کے باوجود انہوں نے غلط نسبت کر دی۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِي وَهُوَ الْخَفِيُّ الْمُدَلَّسُ بِفَتْحِ اللَّامِ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِكَوْنِ الرَّاوِي لَمْ يُسَمِّ مَنْ حَدَّثَهُ وَأَوْهَمَ سَمَاعَهُ لِلْحَدِيثِ مِمَّنْ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهِ وَاشْتِقَاقُهُ مِنَ الدَّلَسِ بِالتَّحْرِيكِ وَهُوَ اخْتِلَاطُ الظَّلَامِ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِاشْتِرَاكِهِمَا فِي الْخَفَاءِ وَيَرِدُ الْمُدَلِّسُ بِصِيغَةٍ مِنْ صِيَغِ الْأَدَاءِ تَحْتَمِلُ وُقُوعَ اللُّقِيِّ بَيْنَ الْمُدَلِّسِ وَمَنْ أَسْنَدَ عَنْهُ كَعَنْ وَكَذَا قَالَ وَمَتَى وَقَعَ بِصِيغَةٍ صَرِيحَةٍ كَانَ كَذِبًا وَحُكْمُ مَنْ ثَبَتَ عَنْهُ التَّدْلِيسُ إِذَا كَانَ عَدْلًا أَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهُ إِلَّا مَا صَرَّحَ فِيهِ بِالتَّحْدِيثِ عَلَى الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: اور دوسری قسم مخفی مدلس ہے فتح لام کے ساتھ یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ راوی نے جس سے حدیث روایت کی ہے اس کا نام نہیں ذکر کیا اور یہ وہم پیدا کیا کہ اس کا سماع حدیث اس شیخ سے ہے جس نے اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس کا اشتقاق دلس حرکت کے ساتھ ہے جس کے معنی تاریکی کا مل جانا ہے۔ چونکہ دونوں خفا میں مشترک ہیں اس وجہ سے یہ نام رکھ دیا گیا۔ اور مدلس کو صیغہ اداء میں سے کسی صیغہ کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا جس سے احتمال ہو کہ مدلس اور اس کے درمیان جو حدیث کی اسناد کر رہا ہے ملاقات ہو جیسے عن کا صیغہ۔ اسی طرح قال۔ اور جیسا کہ صراحۃ صیغہ سماع سے واقع ہو تو جھوٹ ہوگا۔ جس سے تدلیس کا ثبوت ہو جائے اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر وہ عادل ہو تب بھی قبول نہ کیا جائے گا جب تک تحدیث کی تصریح نہ کر دے۔ صحیح قول یہ ہے۔

تشریح: ۔ مؤلف اس مقام سے سقوط خفی سے پیدا ہونے والی قسم۔ تدلیس کو بیان کر رہے ہیں تدلیس۔ راوی کا اپنے شیخ کو چھوڑ کر اوپر کے شیخ کا نام لینا اور ایسا جملہ استعمال کرنا جس سے وہم ہو کہ اسی شیخ سے سماع ہے۔ فاعل کو مدلس اور اس کی روایت کو مدلس کہا جاتا ہے۔

مدلس ۔ وہ روایت ہے جس میں سقط خفی ہو بایں طور پر کہ اپنے شیخ کو حذف کرکے اوپر کے شیخ کا نام اس طرح سے لے کہ شیخ کا حذف معلوم نہ ہو۔

وجہ تسمیہ :- دلس کے معنی نور کا ظلمت کے ساتھ مختلط ہو جانا ہے جیسا کہ شام کے وقت اس میں نور کا خفا ہوتا ہے اس میں شیخ کا خفا ہوتا ہے اس اشتراک خفا کی وجہ سے مدلس کہا گیا ہے۔

حکم ۔ ایسی روایت مقبول نہیں خواہ راوی عادل ہی کیوں نہ ہو ۔ جب تک کہ وہ اخبرنا، حدثنا وغیرہ کے الفاظ سے روایت نہ کرے ۔ کہ یہ الفاظ صراحۃً لقا کو ثابت کرتے ہیں۔

المدلس ۔ بفتح لام ہے۔

سمّی ای القسم الثانی بذلک ۔ ای بالمدلس۔

بالتحریک ۔ یعنی دال اور لام کے فتح کے ساتھ ۔

و یرد ۔ یعنی اس وقت رد کر دیا جاتا ہے جب کہ ایسے صیغہ سے روایت کرے جس سے لقاء کا احتمال ہو ۔

بصیغۃ ۔ یعنی صریحی سماع کو ثابت کرے مثلاً "سمعت" وغیرہ کہے تو یہ جھوٹ ہونے کی وجہ سے راوی کی عدالت کو ساقط کر دے گا۔

لا تقبل ۔ یعنی بوجہ عدل کے عن وغیرہ کی روایت قبول نہ کی جائے گی۔

بالتحدیث ۔ مثلاً سمعنا، حدثنا، اخبرنا ۔ اس سے عدم احتمال تقا جاتا رہے گا یعنی ابہام جو تھا کہ معلوم نہیں لقا ہے یا نہیں ختم ہو جائے گا۔

وَ كَذَا الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ إِذَا صَدَرَ مِنْ مُعَاصِرٍ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ بَلْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ وَاسِطَةٌ وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَلَّسِ وَالْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ دَقِيْقٌ يَحْصُلُ تَحْرِيْرُهُ بِمَا ذُكِرَ هٰهُنَا وَ هُوَ اَنَّ التَّدْلِيْسَ يَخْتَصُّ بِمَنْ رَوٰى عَمَّنْ عُرِفَ لِقَاؤُهُ إِيَّاهُ فَأَمَّا اَنْ عَاصَرَهُ وَ لَمْ يُعْرَفْ اَنَّهُ لَقِيَهُ فَهُوَ الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ وَ مَنْ اَدْخَلَ فِي تَعْرِيْفِ التَّدْلِيْسِ الْمُعَاصَرَةَ وَ لَوْ بِغَيْرِ لُقِيٍّ لَزِمَهُ دُخُوْلُ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ فِي تَعْرِيْفِهٖ وَالصَّوَابُ التَّفْرِقَةُ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ :- اسی طرح مرسل خفی جب وہ کسی ایسے معاصر سے صادر ہو جس سے روایت تو

ابی حازم عن النبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ وصحبہ وسلم من قبیل الارسال لا من قبیل التدلیس و لو کان مجرد المعاصرۃ یکتفی بہ فی التدلیس لکان هؤلاء مدلسین لانهم عاصروا النبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم قطعاً و لکن لم یعرف هل لقوہ ام لا.

ترجمہ: تحقیق کہ لقاء کا اعتبار کرنا تدلیس میں نہ کہ صرف معاصرت میں ضروری بات ہے دلالت کرتا ہے اہل علم بالحدیث کا متفق ہونا کہ مخضرمین کی روایت جیسے ابو عثمان نہدی، قیس بن ابی حازم کی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل کے قبیل سے ہے نہ کہ مدلس کے قبیل سے ہے۔ اگر محض معاصرت کافی ہوتی تدلیس میں تو یہ مدلسین ہوتے چونکہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ انھوں نے ملاقات کی ہے یا نہیں۔

تشریح: اس مقام سے مولف اس مسلک کی تردید کر رہے ہیں جس میں تنہا معاصرت کو کافی سمجھا گیا ہے خواہ ملاقات ثابت نہ ہو۔ جاننا چاہئے کہ اگر یہ معاصرت کافی ہوتی تو مخضرمین کی خبر مدلس میں داخل ہوتی اور یہ حضرات مدلسین ہوتے حالانکہ یہ مدلس نہیں نہ جمہور علماء نے انکو مدلس قرار دیا ہے۔ چونکہ ان کا عہد نبوی ہونا تو متحقق ہے مگر ملاقات کا علم نہیں۔

حل عبارت: ان اعتبار اللقی۔ ان کی خبر لابد منہ ہے جو دون المعاصرۃ سے پہلے ہونا چاہئے۔ عبارت یہ ہے اعتبار اللقی لا بد منہ

اطباق اهل العلم۔ یدل کا یہ فاعل ہے۔ یعنی مخضرمین کی روایت کے بارے میں علماء اتفاق اس امر پر دلالت کرتا ہے۔

مخضرمین۔ مخضرم کی جمع ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے عہد جاہلیت اور عہد نبوی کا دونوں کا زمانہ پایا ہے۔ ان کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ یہ صحابہ میں داخل ہیں یا کبار تابعین میں۔ ایسے ۲۰ حضرات ہیں۔

قبیل الارسال۔ یعنی مرسل خفی۔ مخضرمین کی حدیث مراسیل صحابہ کے حکم میں ہے۔

و ممن قال باشتراط اللقاء فی التدلیس الامام الشافعی و ابوبکر البزار و کلام الخطیب فی الکفایۃ یقتضیہ و هو المعتمد و یعرف عدم الملاقات

بإخباره عن نفسه بذلك أو بجزم إمام مطلع، ولا يكفي أن يقع في بعض الطرق زيادة راوٍ أو أكثر بينهما لاحتمال أن يكون من المزيد، ولا يحكم في هذه الصورة بحكم كلي لتعارض احتمال الاتصال والانقطاع، وقد صنف فيه الخطيب كتاب التفصيل لمبهم المراسيل وكتاب المزيد في متصل الأسانيد وانتهت هنا أقسام حكم الساقط من الإسناد.

ترجمہ: - اور جو تدلیس میں لقاء کی شرط کے قائل ہوتے ہیں، وہ امام شافعی اور ابو بکر بزار ہیں اور کفایہ میں امام خطیب کا قول بھی اسی کا مقتضی ہے۔ اور یہی معتبر ہے۔ اور ملاقات کا نہ ہونا خود راوی کے بتانے سے معلوم ہو جائے گا۔ یا کسی ماہر کی تصریح سے۔ اور کسی طرق میں ایک یا ایک سے زیادہ راوی کا واقع ہونا اس کے لئے (یعنی تدلیس کے لئے) کافی نہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں زائد راوی ہو لہذا اس صورت میں تدلیس کا کوئی حکم کلی نہیں لگایا جا سکتا۔ اتصال و انقطاع کے حکم کے معارض ہونے کی وجہ سے۔ امام خطیب نے اس مسئلہ میں التفصیل لمبہم المراسیل اور کتاب المزید فی متصل الاسانید لکھی ہے۔ یہاں تک سقوط سند کے اقسام پورے ہو گئے۔

تشریح: - جن حضرات نے تدلیس کے لئے لقاء کی شرط لگائی ہے۔ عدم لقاء کا پتہ کیسے چلے گا۔ اس مقام سے اس کی تفصیل کر رہے ہیں۔

قولہ باخبارہ یعنی مدلس۔ **امام مطلع** ۔ کسی ماہر فن نے اس کی تصریح کر دی ہو۔ اسی طرح تاریخ سے بھی اس کا پتہ چل جائے گا۔ جیسے کہ عوام بن حوشب کی حدیث عبد اللہ بن ابی اوفی سے۔

ان یکون. من المزید۔ یعنی اس سند میں راوی نے کسی شخص کو زائد کر کے روایت کیا ہو۔

المزید. یعنی مزید فی متصل الاسانید۔ یہ وہ ہے جس میں راوی نے وہم سے کسی واسطہ کا اضافہ کر دیا ہو۔

فی هذه الصورة. یعنی جس میں راوی کی زیادتی ہو رہی ہو۔

بحکم کلی. یعنی قطعی فیصلہ۔ یعنی ارسال خفی۔ تدلیس کے بارے میں۔

حکم الساقط. اسی طرح مردود بھی ہے۔ اس لئے دونوں کو ذکر کرنا چاہئے۔

ثُمَّ الطَّعْنُ يَكُوْنُ بِعَشَرَةِ اَشْيَاءَ بَعْضُهَا اَشَدُّ فِي الْقَدْحِ مِنْ بَعْضٍ خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ وَ خَمْسَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ وَلَمْ يَحْصُلِ الْاِعْتِنَاءُ بِتَمْيِيْزِ اَحَدِ الْقِسْمَيْنِ مِنَ الْآخَرِ لِمَصْلَحَةٍ اِقْتَضَتْ ذٰلِكَ وَ هِيَ تَرْتِيْبُهَا عَلَى الْاَشَدِّ فِي مُوْجِبِ الرَّدِّ عَلٰى سَبِيْلِ التَّدَلِّيْ لِاَنَّ الطَّعْنَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ لِكَذِبِ الرَّاوِيْ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ بِاَنْ يَّرْوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْهُ مُتَعَمِّدًا لِذٰلِكَ اَوْ تُهْمَتِهٖ بِذٰلِكَ بِاَنْ لَّا يُرْوٰى ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ وَ يَكُوْنُ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُوْمَةِ وَ كَذَا مَنْ عُرِفَ بِالْكَذِبِ فِي كَلَامِهٖ وَ اِنْ لَّمْ يَظْهَرْ مِنْهُ وُقُوْعُ ذٰلِكَ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ وَ هٰذَا دُوْنَ الْاَوَّلِ۔

ترجمہ:- پھر طعن راوی کے دس اسباب ہیں۔ جن میں بعض کے مقابلہ میں بعض سخت ہیں۔ پانچ کا تعلق عدالت اور پانچ کا تعلق ضبط کے ساتھ ہے۔ اور ایک قسم کو دوسرے سے الگ کرتے ہوئے اعتناء حاصل نہیں ہو سکا اس مصلحت کے پیش نظر جس کا تقاضہ ہے۔ وہ ان کی ترتیب کے اعتبار سے رد میں اشد پھر اس سے اشد ہیں۔ اس لئے کہ طعن یا تو اس وجہ سے ہوگا کہ راوی حدیث نبوی کاذب ہے۔ اس طرح کہ وہ بالقصد روایت کرتا ہے۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ یا یہ کہ متہم ہونے کی وجہ سے کہ وہ حدیث اس اتہام کے اعتبار سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ کہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔ اسی طرح وہ جس کے کلام سے کذب پہچان لیا جاتا ہو۔ اگرچہ حدیث نبوی میں اس کا ظہور واقع نہ ہو۔ اور یہ اول سے کم مرتبہ کا ہے۔

تشریح:- حدیث کے نا قابل عمل یا غیر مقبول ہونے کے دو اسباب تھے ایک سقط، دوسرا طعن۔ اس مقام سے سبب دوم طعن بر راوی کا بیان ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اسباب طعن دس ہیں۔ پانچ ضبط سے پانچ عدالت سے متعلق ہیں عدالت سے متعلق پانچ اسباب یہ ہیں۔ (۱) کذب (۲) اتہام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت۔ اور ضبط سے متعلق پانچ اسباب یہ ہیں (۱) فحش غلطی (۲) کثرت غفلت (۳) وہم (۴) مخالفت ثقات (۵) سوء حفظ۔ مذکورہ عبارت میں عدالت کے متعلق دو سبب، کذب، اتہام کذب کا بیان ہے۔ کذب راوی سے حدیث موضوع اور اتہام سے

حدیث متروک ہو جاتی ہے۔

ثم الطعن۔ یعنی سند کے رجال میں۔ تمییز احد القسمین۔ یعنی اس طرح بیان کرنا کہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائے اس طرح کہ عدالت کے متعلقات کو علیحدہ اور ضبط کے متعلقات کو علیحدہ بیان کیا جائے۔ ایسا نہیں کیا بلکہ مخلوط اور باہم ملا کر بیان کیا۔ کسی حکمت کے پیش نظر۔

وھی۔ یعنی مصنف۔ لاشد فالاشد۔ یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ اور ادنیٰ سے اعلیٰ۔

یوجب الرد۔ رد کے واجب کرنے میں۔ التدلی۔ یعنی تنزل اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف تدریجاً میں۔

متعمداً۔ اس کی قید سے سہواً کو نکالا ہے۔ عمداً کے مرتکب کی بعض نے تکفیر کی ہے۔

تہمة بذالك۔ یعنی کذب کی تہمت۔ مخالفاً للقواعد۔ یعنی اصول دین کے خلاف ہو۔ یہ موضوع کی علامت ہے۔

دون الاول۔ کذب راوی سے احتراز در مابعد کے اعتبار سے فائق ہے۔

أو فحش غلطه أي كثرته أو غفلته عن الإتقان أو فسقه بالفعل والقول مما لم يبلغ الكفر وبينه وبين الأول عموم وإنما أفرد الأول لكون القدح به أشد في هذا الفن وأما الفسق بالمعتقد فسيأتي بيانه أو وهمه بأن يروي على سبيل التوهم أو مخالفته أي للثقات أو جهالته بأن لا يعرف فيه تعديل ولا تجريح معين أو بدعته وهي اعتقاد ما أحدث على خلاف المعروف عن النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم لا بمعاندة بل بنوع شبهة أو سوء حفظه وهي عبارة عن أن لا يكون غلطه أقل من إصابته.

ترجمہ: یا فحش غلطی اس کی کثرت کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے جو متقنا سے متعلق ہو یا فسق فعلی یا قولی کی وجہ سے جو کفر کی حد تک نہ ہو۔ اس کے اور اول کے درمیان عموم کی نسبت ہے۔ اور اول کو مستقل طور پر بیان کیا اس فن میں قدح کے اشد ہونے کی وجہ سے۔ اور بہرحال فسق اعتقادی تو اس کا بیان آتا ہے۔ یا وہم کے سبب سے کہ اسے بطور وہم روایت کرے۔ یا ثقات کی مخالفت ہو یا اس کی جہالت کہ تعدیل یا جرح معین کا علم نہ

ہو۔ یا بدعت ہو جو اعتقادات سے ہو جو نئے طور پر پیدا ہو گئے ہوں۔ اور نبی پاک صلی اللہ کے طریق منقولہ کے خلاف ہو۔ معاندت نہ ہو۔ بلکہ ایک خاص قسم کے شبہ کی وجہ سے ہو۔ یا سوء یادداشت کی وجہ سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اسکی غلطیاں کم نہ ہوں۔ درست ہونے کے مقابلہ میں۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف کذب اتہام کے بعد کے جو اسباب ہیں مثلاً کثرت خطا فسق و بدعت وغیرہ کی تفصیل پیش کر رہے ہیں۔ فحش غلطی۔ یعنی اغلاط کی کثرت۔ جس کی خطا صحت سے زاید ہو۔ اگر صحت زاید ہو غلطیاں کم ہوں تو پھر یہ داخل نہیں۔ (۲) کثرت غفلت۔ یعنی یادداشت میں غافل ہو۔ اچھی طرح یاد رکھنے میں لاپرواہی برتتا ہو۔ (۳) فسق۔ قولی یا فعلی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ یا گناہ صغیرہ کا عادی ہو۔ ان تینوں کی روایت منکر کہلاتی ہے۔ (۶) وہم۔ متن یا سند میں بھولے سے تبدیلی کر دینا مرسل کو منقطع وغیرہ کہہ دینا۔ کہ اس سے روایت معلل ہو جاتی ہے (۷) مخالف ثقات۔ کسی ثقہ کی مخالفت کرنا۔ (۸) جہالت راوی۔ راوی کے ثقہ و غیر ثقہ کا علم نہ ہو۔ ایسی روایت مردود ہوتی ہے۔ (۹) بدعت۔ ایسی نئی بات جس کی اصل قرآن پاک و حدیث میں نہ ہو۔ یا قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ پائی جاتی ہو۔ اس کی روایت مردود کہلاتی ہے (۱۰) سوء حفظ۔ جس کی غلطی حافظہ کی خرابی سے ہو اور درست کے مقابلہ میں غلطی زاید ہو۔ اس کی روایت مردود کہلاتی ہے۔

حل لغات: فحش۔ کثرت۔ غفلت۔ بمعنی ذہول۔ یہاں بھی کثرت معتبر ہے۔

فسق۔ مراد اس سے ظہور ہے۔ اگر مخفی ہو تو موثر نہیں۔

بینہ۔ یعنی فسق اور کذب راوی کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ کذب خاص اور فسق عام ہے۔ فسق کذب کو شامل ہے مگر ہر فسق کذب نہیں۔

افرد الاول۔ یعنی کذب راوی کو مستقل طور سے بیان کیا۔ اہم اور اشد ہونے کی وجہ سے۔

ثقات۔ ثقہ کے خلاف بیان کرے۔ یا اوثق کے خلاف۔

ما احدث۔ یعنی اختراع ہو۔ لا بمعاندۃ۔ چونکہ عناد سے تو کفر ہو جائے گا۔

بنوع شبہہ۔ یعنی بدعت کی دلیل جو ہو وہ شبہ کی وجہ سے ہو حقیقتاً دلیل نہ ہو۔ یعنی کو استدلال قرآن و حدیث ہی سے ہو۔ مگر درست نہ ہو۔ تاویل بعید سے ہو۔

اقل من الاصابۃ۔ یعنی خطا زیادہ ہو یا مساوی ہو۔ اگر کم ہو تو روایت مقبول ہوگی۔

فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ وَ هُوَ الطَّعْنُ بِكَذِبِ الرَّاوِيْ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ هُوَ الْمَوْضُوْعُ وَالْحُكْمُ عَلَيْهِ بِالْوَضْعِ اِنَّمَا هُوَ بِطَرِيْقِ الظَّنِّ الْغَالِبِ لَا بِالْقَطْعِ اِذْ قَدْ يَصْدُقُ الْكَذُوْبُ لٰكِنْ لِاَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ مَلَكَةٌ قَوِيَّةٌ يُمَيِّزُوْنَ بِهَا ذٰلِكَ وَ اِنَّمَا يَقُوْمُ بِذٰلِكَ مِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اِطِّلَاعُهٗ تَامًّا وَ ذِهْنُهٗ ثَاقِبًا وَ فَهْمُهٗ قَوِيًّا وَ مَعْرِفَتُهٗ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى ذٰلِكَ مُتَمَكِّنَةً وَ قَدْ يُعْرَفُ الْوَضْعُ بِاِقْرَارِ وَاضِعِهٖ قَالَ ابْنُ دَقِيْقِ الْعِيْدِ لٰكِنْ لَا يُقْطَعُ بِذٰلِكَ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ كَذَبَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اِنْتَهٰى وَ فَهِمَ مِنْهُ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اَصْلًا لِكَوْنِهٖ كَاذِبًا وَ لَيْسَ ذٰلِكَ مُرَادَهٗ وَ اِنَّمَا نَفَى الْقَطْعَ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ:- پس قسم اول وہ طعن ہے جو حدیث میں کذب راوی سے متعلق ہے۔ اسکی روایت موضوع ہے۔ اور اس پر وضع کا حکم ظن غالب کے اعتبار سے ہے۔ نہ کہ یقینی طور سے۔ چونکہ کبھی کاذب بھی سچ بولتا ہے۔ لیکن ماہر حدیث کو اس میں ملکہ ہوتا ہے۔ وہ ممتاز کر لیتے ہیں اور اس کام کو وہی انجام دے سکتا ہے۔ جس کو واقفیت تام۔ ذہن ثاقب فہم قوی حاصل ہو۔ اور ان قرائن و علامات کی ان کو معرفت حاصل ہو۔ جس سے اس پر دلالت ہو۔ اور کبھی موضوع کو معلوم کر لیا جاتا ہے واضع کے اقرار سے۔ ابن دقیق العید نے کہا۔ لیکن یہ یقینی نہیں۔ اس احتمال کی وجہ سے کہ اس نے جھوٹا اقرار کیا ہو۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں بلکہ اس کے یقینی ہونے سے نفی کی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف قسم اول کذب راوی سے پیدا ہونے والی صورت موضوع کا بیان کر رہے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ کاذب پر وضع کا حکم ظنی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے باوجود کاذب ہونے کے اس روایت میں صدق اختیار کیا ہو۔ وضع کی معرفت ماہرین فن حدیث ہی کو ہو سکتا ہے عامی آدمی اسے نہیں جان سکتا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود اس کے اقرار سے وضع کا علم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عمر بن صبیح نے خطبۃ النبی کے وضع کا اقرار کیا لیکن ابن دقیق العید نے اس اقرار کو بھی محتمل کذب بیان کیا ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ اقرار

الصَّالِح أَوْ قُدَمَاءِ الْحُكَمَاءِ أَوِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ أَوْ يَأْخُذُ حَدِيثًا ضَعِيفَ الْإِسْنَادِ فَيُرَكِّبُ لَهُ إِسْنَادًا صَحِيحًا لِيَرُوجَ وَالْحَامِلُ لِلْوَاضِعِ عَلَى الْوَضْعِ إِمَّا عَدَمُ الدِّينِ كَالزَّنَادِقَةِ أَوْ غَلَبَةُ الْجَهْلِ كَبَعْضِ الْمُتَعَبِّدِينَ أَوْ فَرْطُ الْعَصَبِيَّةِ كَبَعْضِ الْمُقَلِّدِينَ أَوِ اتِّبَاعُ هَوَى بَعْضِ الرُّؤَسَاءِ أَوِ الْإِغْرَابُ لِقَصْدِ الْاِشْتِهَارِ.

ترجمہ: - انہی علامت وضع میں سے یہ بھی ہے کہ روایت کی حالت سے پتہ چل جاتا ہے مثلاً یہ کہ وہ نص قرآن یا سنت یا اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہو کہ اس میں کسی تاویل کی اس میں گنجائش نہ ہو۔ پھر روایت کبھی ایسی ہوتی ہے کہ واضع کبھی اسے خود گھڑتا، کبھی دوسرے کے کلام کو نقل کرتا ہے۔ جیسے بعض سلف صالح کا قول یا حکماء قدیم کا قول۔ یا اسرائیلیات یا کسی حدیث ضعیف پر وہ سند صحیح لگا دیتا ہے تاکہ رائج ہو جائے۔ اور واضع کو وضع پر ابھارنے والی چیز یا تو بددینی ہوتی ہے جیسے زنادقہ۔ یا غلبہ جہالت جیسے بعض عباد، تعصب کی زیادتی جیسے بعض مقلدین (مسلک کی ترویج میں) یا خواہش نفسانی سے جیسے بعض رؤساء یا کسی حدیث غریب کو مشہور کرنے کے قصد سے۔

تشریح: - اس مقام سے مؤلف حدیث موضوع کی علامت اس کے وضع کی نوعیت اور وضع پر ابھارنے والی بات کی تفصیل کر رہے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ وضع کی یہ مشہور اور رائج علامتیں ہیں۔ (۱) قرآن حدیث یا اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہونا۔ یا کسی معمولی عمل پر بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود گھڑنے والا گھڑ لیتا ہے کبھی کسی اسلاف کی بات کو نقل کر دیا۔ یا حکما کا قول حدیث بنا کر نقل کر دیا۔ یا اسرائیلیات کو مرفوع کر دیا۔ یا ضعیف کو سند صحیح سے نقل کر دیتا ہے۔ وغیرہ۔ اور وضع کا باعث بددینی غلبہ جہالت مذہبی عصبیت۔ یا نفس پرستی یا شہرت مقصود ہوتا ہے۔

لغت۔ منہا۔ یعنی قرائن اور علامات وضع۔

لا یقبل۔ عقل و فہم اسے تسلیم نہ کرے۔

سلف صالح۔ جیسے حسن بصری حضرت علی۔ صوفیا میں مالک بن دینار۔ شبلی و جنید کے اقوال۔ فیرکب۔ یعنی سند پیش کر دے۔ خیال رہے کہ اس صورت میں سند موضوع ہوگی۔ متن نہیں۔

زنادقہ، مراد وہ فرقہ جس نے کفر چھپاتے ہوئے اسلام کو ظاہر کیا۔ ان لوگوں نے بڑی حدیثیں گھڑی ہیں۔ مہدی خلیفہ سے کہا گیا۔ مروی ہے کہ زنادقہ کے ایک شخص نے ایک سو احادیث کے وضع کا اقرار کیا جو لوگوں میں رائج ہو گئیں۔ عبدالکریم بن العوجاء نے چار ہزار حدیثیں وضع کیں۔

بعض المتعبدین۔ مرد جاہل صوفیا۔ چنانچہ صلوٰۃ الرغائب وغیرہ کی موضوع حدیثیں انہیں کا کرشمہ ہے۔

فرط عصبیت مذہبی عصبیت۔ جیسے رافضی، شیعہ، خوارج نے اکثر حدیثیں مذہب کی ترویج اور اہل بیت کی فضیلت میں وضع کیا ہے۔

قصد الاشتہار۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک مشہور ہو جانے کے لئے بنایا۔

وَكُلُّ ذٰلِكَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ إِلَّا أَنَّ بَعْضَ الْكَرَّامِيَّةِ وَ بَعْضَ الْمُتَصَوِّفَةِ نُقِلَ عَنْهُمْ إِبَاحَةُ الْوَضْعِ فِي التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ وَ هُوَ خَطَأٌ مِنْ فَاعِلِهِ نَشَأَ عَنْ جَهْلٍ لِأَنَّ التَّرْغِيبَ وَالتَّرْهِيبَ مِنْ جُمْلَةِ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ تَعَمُّدَ الْكَذِبِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ وَ بَالَغَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيُّ فَكَفَّرَ مَنْ تَعَمَّدَ الْكَذِبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَاتَّفَقُوا عَلَى تَحْرِيمِ رِوَايَةِ الْمَوْضُوعِ إِلَّا مَقْرُونًا بِبَيَانِهِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ اور یہ وضع کی تمام صورتیں حرام ہیں ان حضرات کے اجماع سے جن کا اجماع معتبر ہے۔ ہاں کرامیہ اور بعض متصوفہ سے نقل ہے کہ ترغیب و ترہیب کے لئے وضع کرنا مباح ہے۔ ایسا کرنے والے غلطی میں ہیں جو جہالت سے ہوتی ہے۔ اسلئے کہ ترغیب و ترہیب بھی منجملہ احکام شرعیہ کے ہے۔ جمہور نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ عمداً آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ابو محمد جوینی نے تو بڑی شدت اختیار کی ہے۔ جن لوگوں نے آپ پر جھوٹ کہا ہے ان کی تکفیر کی ہے۔ موضوع کی روایت کے حرام ہونے پر اجماع ہے ہاں مگر موضوع کی وضاحت کے ساتھ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان کی وجہ سے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے۔

تشریح: - اس مقام سے مؤلف موضوع اور اس کی حیثیت کو بیان کرتے ہیں۔ کہ حدیث کا وضع کرنا گناہ میں سے ہے بعضوں نے اس کی تکفیر بھی کی ہے۔ بعض جاہل صوفیہ، کرامیہ جو معتزلہ کی ایک شاخ ہے، ترغیب کے باب میں وضع کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ بھی باطل ہے۔ اسی طرح موضوع کو نقل کرنا وضع کی تصریح کے ساتھ جائز ہے ورنہ نہیں۔

لغات: کرامیہ: عبداللہ بن کرام کی طرف نسبت ہے۔ جو فرقہ مشبہہ جو معتزلہ میں سے ہے۔ ترہیب: ڈرانے اور وعید کے مضامین۔ ترغیب: رغبت اور شوق کے مضامین۔
الاتفاق: اس سے مراد اہل سنت والجماعت ہے۔
جوینی: جوین قریش کے دیہات پر خراسان کے محلہ کا نام ہے۔
مقرونا: روایت کے ساتھ وضع ہونا بیان کرے۔
کذا بیھی: اگر صحیح ہے تو مفہوم واضح ہے اگر تصحیف ہے تو اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب مراد ہے۔ یعنی انہیں کی طرح انہیں کے گروہ میں ہے۔ یعنی آخرت میں انہیں کے ساتھ حشر و انجام ہوگا۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِي مِنْ أَقْسَامِ الْمَرْدُوْدِ وَ هُوَ مَا يَكُوْنُ بِسَبَبِ تُهْمَةِ الرَّاوِي بِالْكَذِبِ هُوَ الْمَتْرُوْكُ وَ الثَّالِثُ الْمُنْكَرُ عَلٰى رَأْيِ مَنْ لَا يَشْتَرِطُ فِي الْمُنْكَرِ قَيْدَ الْمُخَالَفَةِ وَ كَذَا الرَّابِعُ وَالْخَامِسُ فَمَنْ فَحُشَ غَلَطُهُ أَوْ كَثُرَتْ غَفْلَتُهُ أَوْ ظَهَرَ فِسْقُهُ فَحَدِيْثُهُ مُنْكَرٌ ثُمَّ الْوَهْمُ وَ هُوَ الْقِسْمُ السَّادِسُ وَ إِنَّمَا أَفْصَحَ بِهِ لِطُوْلِ الْفَصْلِ إِنِ اطُّلِعَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْوَهْمِ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى وَهْمِ رَاوِيْهِ مِنْ وَصْلِ مُرْسَلٍ أَوْ مُنْقَطِعٍ أَوْ إِدْخَالِ حَدِيْثٍ فِي حَدِيْثٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَ تَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ وَ جَمْعِ الطُّرُقِ فَهٰذَا هُوَ الْمُعَلَّلُ.

ترجمہ: - مردود کے اقسام میں سے دوسرا وہ ہے جو راوی کی تہمت کذب کے اعتبار سے ہو وہ متروک ہے۔ تیسرا منکر ہے بعض حضرات کی رائے پر جو منکر میں مخالفت کی قید کی

معلل. بصیرت و عقل۔ واقف علل۔ ناقد حدیث۔

عن اقامۃ الحجۃ. چونکہ دلیل کا تعلق اقوال والفاظ سے ہے اور ماہرین فن اسے اشراق قلبی اور خداداد بصیرت سے علوم سے اور تجربہ سے ثابت کرتے ہیں۔

ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ وَهُوَ الْقِسْمُ السَّابِعُ اِنْ كَانَتْ وَاقِعَةً بِسَبَبِ تَغْيِيْرِ السِّيَاقِ اَيْ سِيَاقِ الْاِسْنَادِ فَالْوَاقِعُ فِيْهِ ذٰلِكَ التَّغْيِيْرُ مُدْرَجُ الْاِسْنَادِ وَ هُوَ اَقْسَامٌ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَرْوِيَ جَمَاعَةُ الْحَدِيْثِ بِاَسَانِيْدَ مُخْتَلِفَةٍ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُمْ رَاوٍ فَيَجْمَعُ الْكُلَّ عَلٰى اِسْنَادٍ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْاَسَانِيْدِ وَلَا يُبَيِّنُ الْاِخْتِلَافَ اَلثَّانِيْ اَنْ يَكُوْنَ الْمَتْنُ عِنْدَ رَاوٍ اِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَاِنَّهُ عِنْدَهُ بِاِسْنَادٍ آخَرَ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُ رَاوٍ تَامًّا بِالْاِسْنَادِ الْاَوَّلِ وَ مِنْهُ اَنْ يَسْمَعَ الْحَدِيْثَ مِنْ شَيْخِهِ اِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَيَسْمَعُهُ عَنْ شَيْخِهِ بِوَاسِطَةٍ فَيَرْوِيْهِ رَاوٍ عَنْهُ تَامًّا بِحَذْفِ الْوَاسِطَةِ.

ترجمہ:۔ پھر مخالفت جو ساتویں قسم ہے۔ اگر سیاق کے تغیر کے سبب واقع ہو یعنی سیاق اسناد تو جس میں یہ تغییر واقع ہو وہ مدرج الاسناد ہے۔ اور وہ چند قسموں پر ہے۔ اول ایک جماعت نے حدیث کو مختلف سندوں سے نقل کیا ہو پھر ان سے ایک راوی نے روایت کی اور سب کو جمع کر دیا ایک سند میں ان اسناد مختلفہ کو اور اختلاف بیان نہیں کیا۔ دوم یہ کہ متن ایک راوی کے پاس تھا۔ مگر ایک حصہ نہیں تھا (تھوڑا کم تھا) اس کے پاس یہ حصہ دوسری سند سے تھا پس وہ سند اول کے ساتھ پوری حدیث روایت کرنے لگے اور اسی قسم ثانی میں سے یہ ہے کہ اپنے شیخ سے ایک حدیث روایت کی اور اس کا ایک حصہ شیخ سے بواسطہ سنا پس وہ اس روایت کو پوری بیان کرتا ہے۔ اور واسطے کو حذف کر دیتا ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف طعن راوی کے ساتویں قسم کی بحث کر رہے ہیں۔ یہ قسم راوی کا ثقات سے مخالفت کرتا ہے۔ ایسے راوی کی روایت مدرج ہے اس کی دو قسم ہے۔ مدرج الاسناد، مدرج المتن۔ مدرج الاسناد: وہ حدیث جس کی سند کا سیاق بدل دیا جائے۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ مختلف و متعدد سندوں کو حذف کر کے راوی ایک سند سے حدیث بیان کرے۔ (۲) ایک حدیث کا ٹکڑا ایک سند سے مروی ہو دوسرا ٹکڑا دوسری سند سے مروی ہو دونوں کو ایک کر کے ایک سند سے روایت کرے (۳) ایک شیخ سے ایک ٹکڑا

بلا واسطہ اور حدیث کا دوسرا ٹکڑا بالواسطہ تھا تو مکمل حدیث روایت ایک شیخ سے بلا واسطہ
روایت کر دی اور واسطہ حذف کر دیا۔

مدرج۔ چونکہ مخرج نے سند میں ادراج کر دیا اسی وجہ سے مدرج کہا جاتا ہے۔

قولہ ۔ السیاق، ای سیاق الاسناد الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

اقسام۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

راوی جس نے سب سندوں کو جمع کر کے روایت کر دیا اور اختلاف سند کو بیان نہیں کیا۔
اس کی مثال۔ ترمذی کی روایت ہے۔ عن بندار عن ابن مهدي عن سفيان الثوري
عن واصل و منصور والاعمش عن ابي وائل عن عمرو بن شرحبيل عن
عبد الله ۔ الحدیث اس میں سفیان کے تین شیوخ ہیں، واصل نے عبداللہ اور وائل کے
درمیان عمرو بن شرحبیل کا واسطہ حذف کر دیا تھا دونوں راویوں نے واسطہ ذکر کیا ہے۔
مگر راوی نے تینوں کو ایک کر کے عمرو بن شرحبیل سے نقل کر دیا۔

طرفا ۔ بعض حدیث کا ٹکڑا ۔

فیرویہ راوی۔ یعنی راوی متن ثابت ہے۔ اس کی مثال زائدہ کی سفیان کے واسطے سے
عن وائل بن حجر ایک حدیث ہے صفت صلوٰۃ کے متعلق اس میں یہ ٹکڑا بھی داخل کر دیا
گیا ہے ثم جئتهم بعد ذلك في زمن برد شديد تا آخر بن کلیب تو واسطہ سند میں ہے۔
ان کی روایت میں یہ نہیں ہے۔ بلکہ دوسری سند میں ہے۔ مگر راوی نے اس سند میں اس
ٹکڑے کو ملا کر روایت کر دیا۔ تیسری قسم ثانی کی ایک دوسری شکل موطا کی ایک حدیث ہے جسے
سعید بن ابی مریم نے امام مالک سے روایت کیا زہری سے بواسطہ انس لا تباغضوا ولا
تحاسدوا ولا تدابروا ولا تنافسوا۔ تو اس میں لا تنافسوا کا لفظ نہیں ہے یہ ٹکڑا موطا میں
دوسرے مقام پر ہے امام مالک نے ابوالزناد سے اعرج عن ابی ہریرہ بیان کیا ہے۔ مگر راوی سعید
نے اس ٹکڑے کو بھی اسی میں ملا دیا ہے اور امام مالک کے مشائخ کا واسطہ حذف کر دیا ہے۔

الثالث أن يكون عند الراوي متنان مختلفان بإسنادين مختلفين فيرويهما راو
عنه مقتصرا على أحد الإسنادين أو يروي أحد الحديثين بإسناده الخاص به لكن
يزيد فيه من المتن الآخر ما ليس في الأول الرابع أن يسوق الإسناد فيعرض

عليه عارض فيقول كلاماً من قبل نفسه فيظن بعض من سمعه أن ذلك الكلام هو متن ذلك الإسناد فيرويه عنه كذلك هذه أقسام مدرج الإسناد.

ترجمہ: - تیسری شکل یہ ہے کہ کسی شیخ کے پاس دو متن دو مختلف سندوں سے ہوں اس سے روایت کرنے والا دونوں سندوں کے متن کو ایک سند سے روایت کرتا ہے۔ یا دونوں حدیثوں کو کسی سند خاص سے روایت کرتا ہے لیکن دوسرے متن کو اس میں داخل کر دیتا ہے جو اس میں نہیں ہے۔ چوتھی شکل یہ ہے کہ راوی سند بیان کر رہا ہو۔ اسے کوئی ضرورت پیش آجائے اس نے اپنی جانب سے کچھ کہہ دیا۔ سامعین میں سے بعض نے گمان کرلیا کہ یہ بھی اسی اسناد کے متن میں سے ہے۔ اور اس کی روایت کر دیتا ہے۔ یہ اقسام مدرج اسناد کی تھیں۔

تشریح: - اس مقام سے مولف مدرج کی چار قسموں میں سے تیسری اور چوتھی قسم بیان کر رہے ہیں۔ تیسری قسم کا خلاصہ یہ ہے کہ دو سندوں کو ایک کر دیتے ہیں۔ چوتھے کا خلاصہ یہ ہے کہ استاد نے کسی راوی کی شرح کی تھی، مثلاً کنیت نام لقب، نسبت وغیرہ کی شرح کی تھی جسے اپنے شیخ سے انھوں نے نقل نہیں کیا تھا اس کے شاگرد نے سند کا جزء سمجھ کر سند کی طرح بیان کر دیا۔

قوله: فيرويهما. خواہ ایک ساتھ روایت کرے یا پورا پورا یا مختصر کرکے روایت کرے۔ في الأول. یعنی حدیث اول اور متن اول۔

فيعرض له عارض. یعنی کوئی ضرورت شرح وغیرہ کی پیش آگئی۔

من سمعه. یعنی راوی۔ هذه اقسام اربعہ۔

وأما مدرج المتن فهو أن يقع في المتن كلام ليس منه فتارة يكون في أوله وتارة في أثنائه وتارة في آخره وهو الأكثر لأنه يقع بعطف جملة على جملة أو بدمج موقوف من كلام الصحابة ومن بعدهم بمرفوع من كلام النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم من غير فصل فهذا هو مدرج المتن ويدرك الإدراج بورود رواية مفصلة للقدر المدرج بما أدرج فيه أو بالتنصيص على ذلك من الراوي أو من بعض الأئمة المطلعين أو باستحالة كون النبي صلى الله

عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِقَوْلِ ذٰلِكَ وَقَدْ صَنَّفَ الْخَطِيْبُ فِي الْمُدْرَجِ كِتَابًا وَلَخَّصْتُهٗ وَزِدْتُ عَلَيْهِ قَدْرَ مَا ذَكَرَ مَرَّتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

ترجمہ:- اور بہر حال مدرج المتن وہ یہ ہے کہ متن میں کوئی کلام داخل ہو جائے۔ یہ کبھی شروع میں ہوتا ہے کبھی وسط میں کبھی آخر میں۔ اور یہ زیادہ ہے۔ چونکہ یہ واقع ہوتا ہے عطف الجملة على الجملة کی صورت میں یا یہ کہ صحابی یا تابعی کے کلام موقوف کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع کے ساتھ بلا امتیاز کے ملا دیا جائے۔ یہ مدرج متن کہلاتا ہے۔ اس روایت کے موجود ہونے سے ادراج کا علم ہو جاتا ہے جس نے اس مقدار کو جدا کر دیا ہو جو اس میں داخل کر دیا گیا تھا یا راوی کی تصریح سے یا بعض ائمہ واقفین کی اطلاع سے یا محال ہونے کی وجہ سے کہ آپ نے یہ کہا ہو۔ خطیب نے مدرج کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں دو چند بلکہ اس سے زائد کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف ادراج متن کی تفصیل کرتے ہیں۔ اولاً اس کی تقسیم ہے۔ پھر ادراج کی علامتوں کا بیان ہے۔

ادراج یا تو اول متن میں ہوگا جیسے اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار اس میں اسبغوا کا لفظ مدرج ہے۔ یا وسط متن میں ہوگا۔ جیسے حضرت عائشہ کی حدیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحنث فی غار حرا وھو التعبد اللیالی۔ وھو التعبد مدرج ہے۔ یا ادراج آخر متن میں ہو جیسے ابو خیثمہ کے واسطے سے تشہد ابن مسعود کے آخر میں اذا قلت ھذا فقد قضیت۔ اس میں اذا کے بعد مدرج ہے۔

وھو الاکثر۔ ادراج عموماً آخر میں ہوتا ہے چونکہ اس کا تعلق تفسیر سے ہوتا ہے۔

بأن یدمج موقوف۔ یعنی داخل کر دینا۔

من بعدھم۔ یعنی صحابہ کے بعد تابعین یا اتباع تابعین کی روایت۔

بلا فصل۔ یعنی بلا تمیز اور فرق کے

مدرک الادراج۔ یعنی ادراج کی معرفت کا طریقہ۔

بورود روایة مُفَصِّلَة۔ مفصّل اسم فاعل۔ یعنی دوسری روایت سے مدرج حصہ

متصور ہو کر آ رہا ہو۔

او باستحالة۔ یعنی ایسے الفاظ جن کا آپ سے اس کا صادر ہونا مشکل ہو۔ جیسا کہ لو لا الجهاد فی سبیل الله و بر امی لاحببت ان اموت و انا مملوک اگر جہاد اور والدہ کی خدمت کا موقع نہ ہوتا میں غلام کی موت کی تمنا کرتا۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کہاں حیات تھیں اور غلامی کی تمنا آپ کی شایان شان بھی کہاں۔

لخصت۔ خطیب بغدادی کی اس کتاب کا نام الفصل للوصل المدرج فی النقل ہے۔

اور حافظ کی تلخیص اور اس پر جو اضافہ ہے اس کا نام تقریب المنہج بترتیب المدرج ہے۔

وَ اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَقْدِيمٍ وَ تَاخِيرٍ اَیْ فِی الْاَسْمَاءِ كَمُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ وَ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ لِاَنَّ اِسْمَ اَحَدِهِمَا اِسْمُ اَبِی الْاٰخَرِ فَهٰذَا هُوَ الْمَقْلُوْبُ وَ لِلْخَطِيْبِ فِيْهِ كِتَابُ رَافِعِ الْاِرْتِيَابِ وَ قَدْ يَقَعُ الْقَلْبُ فِی الْمَتْنِ اَيْضًا كَحَدِيْثِ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِی السَّبْعَةِ الَّذِيْنَ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّ عَرْشِهٖ فَفِيْهِ وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ يَمِيْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ فَهٰذَا مِمَّا انْقَلَبَ عَلٰی اَحَدِ الرُّوَاةِ وَ اِنَّمَا هُوَ حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ كَمَا فِی الصَّحِيْحَيْنِ.

ترجمہ: اگر مخالفت تقدیم و تاخیر کی صورت میں ہو یعنی ناموں میں ہو۔ جیسے مرہ بن کعب سے کعب بن مرہ۔ چونکہ ان میں ایک کا نام دوسرے کے باپ کا ہے تو یہ مقلوب ہے۔ اور خطیب نے اس پر کتاب لکھی ہے۔ رافع الارتیاب اور قلب بھی متن میں ہوتا ہے۔ جیسے حضرت ابوہریرہ کی حدیث مسلم میں ان سات لوگوں کے متعلق جو عرش کے سایہ میں ہوں گے پس اس میں ایک وہ آدمی ہے جس نے صدقہ ایسے مخفی طور سے کیا ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ کو نہ معلوم ہو کہ بائیں نے کیا خرچ کیا۔ اس میں ایک راوی نے اسے بدل کر کہا۔ حالانکہ وہ اس طرح ہے اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

تشریح۔ مؤلف اس مقام سے مقلوب کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ یعنی سند یا متن میں الٹ پلٹ ہو جائے جیسے کعب بن مرہ سے مرہ بن کعب۔

قولہ فی الاسماء. مقلوب اکثر اسماء اور ناموں میں واقع ہوتا ہے۔
راقع الارتیاب. اوہام واقع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والانساب.
ابو ھریرہ. حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث مسلم کے بعض طرق میں ہے۔
ففیہ. یعنی ففی ذلک الحدیث۔
انقلب. ای متنہ۔ یعنی متن حدیث میں انقلاب ہے۔
صحیحین. مسلم اور بخاری کے بعض نسخوں میں یہ قلب واقع ہے۔
وَ اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِزِيَادَةِ رَاوٍ فِي اَثْنَاءِ الْاِسْنَادِ وَ مَنْ لَّمْ يَزِدْهَا اَتْقَنُ مِمَّنْ زَادَهَا فَهٰذَا هُوَ الْمَزِيْدُ فِي مُتَّصِلِ الْاَسَانِيْدِ وَ شَرْطُهٗ اَنْ يَّقَعَ التَّصْرِيْحُ بِالسَّمَاعِ فِي مَوْضِعِ الزِّيَادَةِ وَ اِلَّا فَمَتٰى كَانَ مُعَنْعَنًا مَثَلًا تَرَجَّحَتِ الزِّيَادَةُ اَوْ اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِاِبْدَالِهٖ اَيِ الرَّاوِيْ وَ لَا مُرَجِّحَ لِاِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَلَى الْاُخْرٰى فَهٰذَا هُوَ الْمُضْطَرِبُ وَ هُوَ يَقَعُ فِي الْاِسْنَادِ غَالِبًا وَ قَدْ يَقَعُ فِي الْمَتْنِ لٰكِنْ قَلَّ اَنْ يَّحْكُمَ الْمُحَدِّثُ عَلَى الْحَدِيْثِ بِالْاِضْطِرَابِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاِخْتِلَافِ فِي الْمَتْنِ دُوْنَ الْاِسْنَادِ۔

ترجمہ:۔ اگر مخالفت درمیان سند میں راوی کے زاید کرنے کی وجہ سے ہو اور جس نے زاید نہیں کیا وہ اس سے اتقن ہو اس کے مقابلہ میں جس نے زاید کیا ہو تو وہ مزید فی متصل الاسانید ہے کی کی یہ شرط ہے کہ سماع کی تصریح زیادتی کے مقام میں کردی ہو۔ ورنہ تو جب معنعن ہوگا تو زیادتی کو ترجیح دی جائے گی۔ یا یہ کہ مخالفت اس کے یعنی راوی کے ابدال سے ہو اور کوئی مرجح نہ ہو دو روایتوں میں سے کسی ایک کے درمیان۔ تو یہ مضطرب ہے۔ اور اکثر یہ سند میں ہوتا ہے اور کبھی متن میں ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کم ہوا ہے کہ کسی حدیث پر کوئی محدث اضطراب کا حکم لگائے۔ اختلاف متن کی نسبت کے اعتبار سے نہ کہ اسناد کے اعتبار سے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف مزید متصل الاسانید اور مضطرب کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ مزید فی متصل الاسانید۔ جس کی سند متصل ہو۔ اور کسی راوی کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

جیسے حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ

ابا ادریس قال سمعت واثلة یقول سمعت ابا مرثد الغنوی یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تجلسوا علی القبور. اس سند میں ابو سفیان اور ابو ادریس کی زیادتی ہے۔ اور یہ زیادتی وہما ہے۔ چونکہ اس کو ثقہ جماعت نے ان دو واسطوں کے بغیر نقل کیا ہے۔

مضطرب۔ وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں تغیر یا تبدل کی وجہ سے ثقہ راوی سے اختلاف پیدا ہو گیا ہو۔ اور دونوں روایتوں میں سے کسی کو ترجیح ممکن نہ ہو۔ اگر ترجیح ممکن ہو تو راجح کو مقبول اور مرجوح کو غیر مقبول کہیں گے۔ جیسے بواسطہ ابو بکر صدیق یہ روایت ہے یا رسول اللہ اراک شبت قال شیبتنی ھود و اخواتھا اس میں سنداً اضطراب ہے کہ یہ صرف ابو اسحٰق کے طریق سے مروی ہے۔ اور اس میں دس وجوہات سے اختلاف ہے۔

بعض نے مرسل۔ بعض نے موصول۔ بعض نے مسانید ابی بکر میں کسی نے مسانید سعد میں ذکر بیان کیا ہے ادھر تمام رواۃ ثقات ہیں مساوی درجے کے ہیں۔ ترجیح بھی ممکن نہیں۔ اور جمع بھی ممکن نہیں۔

اضطراب کی مثال۔ ترمذی میں فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الزکوۃ فقال ان فی المال حقاً سوی الزکوۃ۔ اسے ابن ماجہ نے اس طرح نقل کیا ہے۔ لیس فی المال حق سوی الزکوۃ۔

حل لغات۔ اتقن۔ اتقان سے ماخوذ ہے۔ جیسے الیہ افادہ سے۔ بمعنی اسم تفضیل۔

شرطہ۔ جس میں زاید راوی نہ ہو۔ اس میں راوی کے سماع کی تصریح ہو تاکہ معلوم ہو جائے کہ واقعی یہ واسطہ زاید ہے۔

معنعنا۔ معنعن سے بصیغہ مفعول جو بذریعہ عن عن مروی ہو۔

ترجحت الزیادۃ۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اتصال کی حدیث منقطع ہے۔ گو اس زیادتی سے قبل متصل ہونے کا احتمال تھا۔

بابدالہ الراوی۔ یعنی ابدال کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے۔ اسی طرح مروی کا بھی ابدال۔ اس طرح اضطراب سند کے ساتھ اضطراب متن کو

بھی شامل ہو جائے گا۔

ولا یرجح۔ یعنی ایک روایت کو دوسرے پر کوئی ترجیح دینے والا نہ ہو۔ اگر مرجح ہوگا تو مضطرب نہ ہوگا۔ **مضطرب** بکسر راء ہے۔

فی المتن۔ یعنی صرف متن میں۔ اضطراب فی المتن کی شکل محدثین بہت کم اسے مضطرب قرار دیتے ہیں گویا کہ اسے اختلاف متن پر محمول کر دیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ اضطراب کی شکل میں حدیث ضعیف ہو جاتی ہے چونکہ یہ عدم ضبط کی علامت ہے۔

وَقَدْ يَقَعُ الْاِبْدَالُ عَمْداً لِمَنْ يُرَادُ اخْتِبَارُ حِفْظِهِ اِمْتِحَاناً مِنْ فَاعِلِهِ كَمَا وَقَعَ لِلْبُخَارِيِّ وَالْعُقَيْلِيِّ وَغَيْرِهِمَا وَشَرْطُهُ اَنْ لَا يَسْتَمِرَّ عَلَيْهِ بَلْ يَنْتَهِي بِانْتِهَاءِ الْحَاجَةِ فَلَوْ وَقَعَ الْاِبْدَالُ عَمْداً لَا لِمَصْلَحَةٍ بَلْ لِلْاِغْرَابِ مَثَلاً فَهُوَ مِنْ اَقْسَامِ الْمَوْضُوْعِ وَلَوْ وَقَعَ غَلَطاً فَهُوَ مِنَ الْمَقْلُوْبِ وَالْمُعَلَّلِ

ترجمہ:- اور کبھی ابدال قصداً ہوتا ہے۔ اس شخص کے لئے جس کے آزمانے کا ارادہ ہو۔ ابدال کرنے والے کی طرف سے امتحان کے لئے۔ جیسا کہ امام بخاری اور عقیلی کے لئے ہوا تھا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ اس پر باقی نہ رہے۔ بلکہ ضرورت کے بعد ختم کر دے۔ لیکن اگر ابدال عمداً کسی ضرورت کے اظہار غرابت کے طور پر ہوا ہے تو وہ موضوع کے اقسام سے ہوگا۔ اگر غلطی سے ہوا ہو تو مقلوب و معلل ہے

تشریح:- اس مقام سے صاحب کتاب ابدال بالقصد کی صورت کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ اگر ابدال بالقصد امتحان لینے کے لئے ہوا ہے اور اس پر باقی نہ رہا تو ٹھیک ہے۔ اگر اظہار غرابت کے طور پر ہوا تو موضوع ہوگا اور اگر سہواً ہوا تو مقلوب ہوگا۔

حل لغات: **من فاعلہ۔** ای فاعل الابدال۔

للبخاری۔ امام بخاری کے ساتھ امتحاناً ابدال کا واقعہ بغداد میں پیش آیا تھا۔ قریب سو حدیثوں کے سندوں اور متنوں کو بدل کر پیش کیا۔ امام بخاری نے اولاً ان احادیث کے متعلق لا اعرف کہا۔ پھر کہا کہ فلاں حدیث اس کی سند اور متن اس طرح تھی۔ اور واقع میں اس کی سند اور متن اس طرح ہے۔ اسی طرح سو حدیثوں کا جواب دیا۔ اہل بغداد نے علم و فضل کا اعتراف کیا۔ (شرح القاری)

عقیلی یعنی کے ضمہ کے ساتھ۔
بحسب الحاجۃ یعنی ضرورت کے بعد یہ تبدیلی قسم کرے۔
مثلاً اعراب اظہار حیرت و تعجب کے لئے۔

خیال رہے کہ مؤلف نے اتفاقاً اسی کو ابدال کے اقسام میں لیا ہے دیگر حضرات سے مقلوب شمار ہوتا ہے۔

وَإِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيرِ حَرْفٍ أَوْ حُرُوفٍ مَعَ بَقَاءِ صُورَةِ الْخَطِّ فِي السِّيَاقِ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ بِالنِّسْبَةِ إِلَى النُّقَطِ فَالْمُصَحَّفُ وَإِنْ كَانَ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الشَّكْلِ فَالْمُحَرَّفُ وَمَعْرِفَةُ هَذَا النَّوْعِ مُهِمَّةٌ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْعَسْكَرِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُمَا وَأَكْثَرُ مَا يَقَعُ فِي الْمُتُونِ وَقَدْ يَقَعُ فِي الْأَسْمَاءِ الَّتِي فِي الْأَسَانِيدِ.

ترجمہ:- پس اگر مخالفت کسی حرف یا حروف میں ہو صورت خط کے باقی رہنے کے ساتھ سیاق میں اگر یہ نقطہ میں ہے تو مصحف ہے اور اگر شکل کے اعتبار سے ہے تو محرف ہے۔ اس قسم کا پہچاننا مشکل ہے اور عسکری اور دارقطنی نے اس پر کتب لکھی ہیں۔ زیادہ تر یہ متون میں ہوتا ہے اور کبھی سند کے ناموں میں ہو جاتا ہے۔
تشریح:- اس مقام سے مؤلف مصحف اور محرف جو ابدال اور تغیر کی ایک شکل ہے ذکر کر رہے ہیں۔

مصحف۔ جس حدیث کو ثقہ راوی کے خلاف نقل کیا جائے اور یہ اختلاف نقطوں کے اعتبار سے ہو مصحف النقط اور شکل میں ہو تو محرف کہا جاتا ہے۔ اور دیگر حضرات اسے مصحف الشکل کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ ابن حجر کی اصطلاح ہے۔ مصحف النقط کی مثال۔ مراجم اور مزاحم ہے۔ اور محرف کی مثال رمی أبي يوم الأحزاب میں سے مراد اُبی بن کعب ہیں تو اُبی آب کی اضافت کے ساتھ کر دیا ہے ابن صلاح نے دونوں قسموں کو محرف سے موسوم کیا ہے۔
حل لغات: حروف۔ یعنی دو حرف یا اس سے زائد۔
السیاق۔ یعنی لفظ کا سیاق سے ہٹ کے یعنی تغیر۔

مصحف۔ اسم مفعول کے ساتھ۔ اسی کی مثال مراجم سے مرد جم۔ حا سے خیا۔ المحکم المشکل۔ یعنی حرکات وسکنات میں۔ جیسے ابی بن کعب سے ابی معاذ اب بل بیلو ا الاسناد۔ مثلاً عاصم الاحول سے احدب۔

غیرھما۔ جیسے خطابی ابن جوزی۔ یا طبع۔ یا مصدر یہ ہے۔ یعنی اکثر وقوع جس طرح اسماء نسب میں ہوتا ہے اسی طرح القاب اور انساب میں بھی تصحیف واقع ہو جاتی ہے۔

وَلَا يَجُوزُ تَعَمُّدُ تَغْيِيرِ صُورَةِ الْمَتْنِ مُطْلَقاً وَلَا الْاِخْتِصَارُ مِنْهُ بِالنَّقْصِ وَلَا اِبْدَالُ اللَّفْظِ الْمُرَادِفِ بِاللَّفْظِ الْمُرَادِفِ لَهُ اِلَّا لِعَالِمٍ بِمَدْلُوْلَاتِ الْاَلْفَاظِ وَ بِمَا يُحِيلُ الْمَعَانِي عَلَى الصَّحِيحِ فِي الْمَسْئَلَتَيْنِ اَمَّا اِخْتِصَارُ الْحَدِيثِ وَ الْاَكْثَرُوْنَ عَلَى جَوَازِهِ بِشَرْطِ اَنْ يَكُوْنَ الَّذِي يَخْتَصِرُهُ عَالِماً لِاَنَّ الْعَالِمَ لَا يَنْقُصُ مِنَ الْحَدِيثِ اِلَّا مَا لَا تَعَلُّقَ لَهُ بِمَا يُبْقِيهِ مِنْهُ بِحَيْثُ لَا تَخْتَلِفُ الدَّلَالَةُ وَ لَا يَخْتَلُّ الْبَيَانُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْمَذْكُوْرُ وَالْمَحْذُوْفُ بِمَنْزِلَةِ خَبَرَيْنِ اَوْ يَدُلُّ مَا ذَكَرَهُ عَلَى مَا حَذَفَهُ بِخِلَافِ الْجَاهِلِ فَاِنَّهُ قَدْ يَنْقُصُ مَالَهُ تَعَلُّقٌ كَتَرْكِ الْاِسْتِثْنَاءِ۔

ترجمہ:- اور متن کی صورت کو عمداً بدلنا کسی بھی طرح درست نہیں۔ اور نہ اختصار کرنا کم کرتے ہوئے۔ اور نہ کسی مرادف لفظ کو مرادف سے بدلنا۔ ہاں مگر اس عالم کو (جائز ہے) جو الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو۔ اور جس سے معانی بدل جاتے ہوں۔ دونوں مسئلوں کے متعلق صحیح قول پر۔ اور بہر حال حدیث پاک کا اختصار تو اکثر اسے شرط کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں کہ اسے عالم مختصر کرنے والا ہو۔ چونکہ عالم حدیث کو ناقص نہیں کرے گا۔ ہاں جس کے باقیہ حصہ کہ معانی سے تعلق نہ ہو معانی سے اس طور پر کہ دلالت مختلف ہو۔ اور بیان میں خلل واقع نہ ہو۔ یہاں تک کہ محذوف مذکور بمنزلہ دو خبر کے ہو جائے۔ یا مذکور محذوف پر دلالت کرے۔ بخلاف جاہل کے وہ جس کا تعلق معانی سے ہو اس کو بھی ناقص کرے گا۔ جیسے استثناء کا چھوڑ دینا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف متن کی تغییر اور اس کے اختصار کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اگر واقف حدیث شخص عالم معنی اور مدلول کی بقاء کے ساتھ اختصار کر دے تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور جاہل کو اختصار حدیث درست نہیں چونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کا تعلق معنی

سے ہو ایسے بھی کم دے جس سے معنی ناتمام ہو جائے۔

حل لغات: تغییر۔ مثلاً تصحیف و تحریف واقع ہو جائے۔

مطلقاً۔ خواہ مفردات میں ہو یا مرکبات میں۔

الا لعالم۔ مطلب یہ ہے کہ متن کی صورت کو بدلنا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور اختصار عالم کے لئے درست ہے۔

مدلولات الالفاظ۔ یعنی معنی لغوی۔ یحیل احالہ سے۔ یعنی متغیر کر دینا۔

مستثنیین۔ یعنی اختصار الحدیث اور روایت بالمعنی۔ دونوں عالم کے لئے درست ہے۔

اختصار کے متعلق چند اقوال ہیں۔ جائز نہ ہونا۔ جائز ہونا۔ اگر اس کی روایت ایک مرتبہ کر چکا ہے تو جائز ورنہ نہیں۔

مالا تعلق لہ۔ یعنی مذکور اور محذوف۔ یعنی جس کا معنی کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔

منہ۔ یعنی الحدیث۔ یختل البیان۔ یعنی حکم میں کوئی خلل نہ پیدا ہو۔

بمنزلۃ خبرین۔ یعنی دو منفصل خبر کے مانند۔

مالہ تعلق۔ یعنی جملہ کے ساتھ اس کا ایسا تعلق ہو کہ اسکے حذف سے معنی بدل جائیں۔

کذلک۔ جیسے استثناء کا حذف کرنا کہ اس کا ذکر ضروری ہے۔ مثلاً لا یباع الذہب بالذہب الا سواءً بسواءٍ۔

وَ اَمَّا الرِّوَايَةُ بِالْمَعْنَى فَالْخِلَافُ فِيهِ شَهِيرٌ وَالْاَكْثَرُ عَلَى الْجَوَازِ اَيْضاً وَ مِنْ اَقْوَى حُجَجِهِمُ الْاِجْمَاعُ عَلَى جَوَازِ شَرْحِ الشَّرِيعَةِ لِلْعَجَمِ بِلِسَانِهِمْ لِلْعَارِفِ بِهِ فَاِذَا جَازَ الْاِبْدَالُ بِلُغَةٍ اُخْرَى فَجَوَازُهُ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ اَوْلَى ، وَ قِيلَ اِنَّمَا يَجُوزُ فِي الْمُفْرَدَاتِ دُوْنَ الْمُرَكَّبَاتِ وَقِيلَ اِنَّمَا يَجُوزُ لِمَنْ يَسْتَحْضِرُ اللَّفْظَ لِيَتَمَكَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ وَ قِيلَ اِنَّمَا يَجُوزُ لِمَنْ كَانَ يَحْفَظُ الْحَدِيثَ فَنَسِيَ لَفْظَهُ وَ بَقِيَ مَعْنَاهُ مُرْتَسِماً فِي ذِهْنِهِ فَلَهُ اَنْ يَرْوِيَهُ بِالْمَعْنَى لِمَصْلَحَةِ تَحْصِيلِ الْحُكْمِ مِنْهُ بِخِلَافِ مَنْ كَانَ مُسْتَحْضِراً لِلَفْظِهِ وَ جَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَازِ وَ عَدَمِهِ وَ لَا شَكَّ اَنَّ الْاَوْلَى اِيْرَادُ الْحَدِيثِ بِاَلْفَاظِهِ دُوْنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ. قَالَ الْقَاضِي عِيَاضٌ يَنْبَغِي سَدُّ بَابِ الرِّوَايَةِ بِالْمَعْنَى لِئَلَّا يَتَسَلَّطَ مَنْ لَا يُحْسِنُ مِمَّنْ يَظُنُّ اَنَّهُ

دون المرکبات۔ اس لئے کہ مرکبات کے مقابلہ میں مفردات میں کم تغیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

دون المتصرف: معنیٰ کا لحاظ نہیں ہے کہ تصرف کا امکان نہیں رہتا۔

قال القاضی۔ قاضی عیاض مالکی روایت بالمعنی کو درست قرار نہیں دیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے ہر شخص حدیث میں تغیر نہ کر سکے

یلعنی۔ یعنی عیب لازم ہے۔ یتسلط۔ یعنی جرأت کرتا

لا یحسن۔ جو بدل کر اور کا حق ادا نہ کر سکتا ہو۔

فَإِنْ خَفِيَ الْمَعْنَى بِأَنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلاً بِقِلَّةٍ احْتِيجَ إِلَى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ الْغَرِيبِ كَكِتَابِ أَبِي عُبَيْدٍ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَّامٍ وَهُوَ غَيْرُ مُرَتَّبٍ وَقَدْ رَتَّبَهُ الشَّيْخُ مُوَفَّقُ الدِّينِ ابْنُ قُدَامَةَ عَلَى الْحُرُوفِ وَأَجْمَعُ مِنْهُ كِتَابُ أَبِي عُبَيْدٍ الْهَرَوِيِّ وَقَدِ اعْتَنَى بِهِ الْحَافِظُ أَبُو مُوسَى الْمَدِينِيُّ فَنَقَّبَ عَلَيْهِ وَاسْتَدْرَكَ وَلِلزَّمَخْشَرِيِّ كِتَابٌ اسْمُهُ الْفَائِقُ حَسَنُ التَّرْتِيبِ ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِيعَ ابْنُ الْأَثِيرِ فِي النِّهَايَةِ وَكِتَابُهُ أَسْهَلُ الْكُتُبِ تَنَاوُلاً مَعَ إِعْوَازٍ قَلِيلٍ فِيهِ.

ترجمہ: اگر معنی میں خفا رہ جائے (واضح نہ ہو) اس طرح کہ لفظ کا استعمال کم ہوتا ہو تو ان کتابوں کی طرف ضرورت پڑتی ہے جو غریب یعنی ایسے الفاظ کی تشریح میں لکھی گئی ہیں۔ جیسے ابو عبید القاسم کی کتاب جو غیر مرتب تھی۔ اور شیخ موفق الدین ابن قدامہ نے اسے حروف پر ترتیب دی ہے۔ اس سے زیادہ جامع کتاب ابو عبید ہروی کی ہے اور اس پر مزید توجہ حافظ ابو موسیٰ مدینی نے کی ہے۔ انھوں نے اس کا تعقب اور استدراک کیا ہے۔ اور اس موضوع پر زمخشری کی کتاب ہے جس کا نام فائق ہے۔ جس کی ترتیب بڑی عمدہ ہے۔ پھر ان سب کو ابن اثیر نے النہایہ میں جمع کر دیا ہے۔ اور ان کی کتاب سے فائدہ حاصل کرنا آسان ہے۔ کچھ کمی کے ساتھ جو اس میں ہوتی ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف قلیل الاستعمال غریب الفاظ اور ان کے حل پر لکھی جانے والی کتابوں کی تشریح کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ اس مقام پر غریب سے مراد لغوی غریب ہے اصطلاحی نہیں جس کا ذکر شروع میں آ چکا ہے۔ غریب لغوی۔ متن حدیث

میں آنے والا ایسا لفظ جس کے معنی قلت استعمال کی وجہ سے ظاہر نہ ہوں مشکل ہو جائے۔

حل لغات: خفی المعنی۔ مراد حدیث کے معنی۔ سلام۔ تشدید لام کے ساتھ ہے۔
علی الحروف۔ حروف کی ترتیب پر۔
تعقب۔ تعقب کرنا۔ پیچھے پڑنا۔ تحقیق و تفتیش کرنا۔ اعتراض کرنا۔
استدرك۔ خالی اور چھوٹے ہوئے مفہوم اور امور کا ظاہر کرنا۔ کمی کو پورا کرنا۔
اعوز۔ نا قابل استفادہ۔ بعض مواقع ایسے ہیں جہاں ندرۃ نہیں ہوتا ہے۔

ابن اثیر نہایہ کی تلخیص علامہ سیوطی نے کی ہے جس کا نام الدرر النثیر فی تلخیص نہایہ ابن اثیر ہے۔ اس فن پر طاہر پٹنی کی کتاب مجمع بحار الانوار بڑی جامع مشہور اور مکمل ہے۔

وَ إِنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلاً بِكَثْرَةٍ لٰكِنْ فِي مَدْلُوْلِهِ دِقَّةٌ أُحْتِيْجَ إِلَى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْأَخْبَارِ وَ بَيَانِ الْمُشْكِلِ مِنْهَا وَ قَدْ أَكْثَرَ الْأَئِمَّةُ مِنَ التَّصَانِيْفِ فِي ذٰلِكَ كَالطَّحَاوِيِّ وَالْخَطَّابِيِّ وَ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ وَ غَيْرِهِمْ۔

ترجمہ: ۔ اور اگر لفظ کا استعمال تو کثیر ہو مگر اس کے مفہوم میں دقت ہو۔ تو اس کے لئے ان کتابوں کی ضرورت پڑے گی جو اس کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ یعنی احادیث کے معنی کے بیان اور اس کے مشکل معنی کی شرح میں اور اس کے متعلق ائمہ کی تصانیف بہت ہیں مثلاً طحاوی۔ خطابی ابن عبد البر وغیرہ کی۔

تشریح: ۔ اس مقام سے مولف "مشکل الحدیث" کی تشریح کر رہے ہیں۔ اس کا دوسرا نام مختلف الحدیث بھی ہے۔ اس میں متعارض احادیث کی تطبیق اور مشکل المراد احادیث کے محمل کی تعیین کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس نوع پر سب سے پہلے کام امام شافعی نے کتاب الام کے بعض حصوں میں کیا ہے۔ باقاعدہ طور پر ابن جریج نے قلم اٹھایا۔ ابن قتیبہ نے بھی کتاب لکھی ہے۔ اس موضوع کی دو کتابیں اس وقت دستیاب ہیں۔ طحاوی کی مشکل الآثار۔ ابن فورک کی مشکل الحدیث۔

ثُمَّ الْجَهَالَةُ بِالرَّاوِيْ وَ هِيَ السَّبَبُ الثَّامِنُ فِي الطَّعْنِ وَ سَبَبُهَا أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا أَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ تَكْثُرُ نُعُوْتُهُ مِنْ إِسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ أَوْ لَقَبٍ أَوْ صِفَةٍ أَوْ حِرْفَةٍ أَوْ نَسَبٍ فَيَشْتَهِرُ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَيُذْكَرُ بِغَيْرِ مَا اشْتَهَرَ بِهِ لِغَرَضٍ مِنَ الْأَغْرَاضِ فَيُظَنُّ أَنَّهُ آخَرُ

فَيَحْصُلُ الْجَهْلُ بِحَالِهٖ وَ صَنَّفُوْا فِيْهِ اَیْ فِیْ هٰذَا النَّوْعِ الْمُوْضِحَ لِاَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيْقِ اَجَادَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ وَ سَبَقَهٗ اِلَيْهِ عَبْدُ الْغَنِیِّ ثُمَّ الصُّوْرِیُّ.

ترجمہ: - پھر جہالت راوی جو طعن کا آٹھواں سبب ہے اس کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ راوی مختلف صفات والا ہو اسم، کنیت، لقب یا کوئی وصف یا کوئی حرفت یا نسب ان میں سے کسی ایک سے مشہور ہو اور اس کے غیر مشہور وصف کو ذکر کر دیا جائے۔ کسی غرض کی وجہ سے۔ پس گمان ہو جاتا ہے کہ یہ دوسرا شخص ہے۔ پس اس کا حال مجہول ہو جاتا ہے۔ اس نوع پر الموضح لاوہام الجمع کتاب لکھی گئی ہے۔ اور خطیب نے بڑا عمدہ لکھا ہے۔ اور عبدالغنی اور صوری سبقت لے گئے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف طعن راوی کا سبب ہشتم جہالت راوی کی تفصیل کر رہے ہیں۔ کہ بسا اوقات نام، کنیت، لقب وغیرہ کے متعدد ہونے سے راوی کے متعدد ہونے کا خیال ہو جاتا ہے۔

حل لغات: الجہالۃ. خواہ جہالت راوی ذات یا صفۃ

نعوت. نعت کی جمع مراد جو اس کی ذات پر دلالت کرے۔

بغیر ما اشتہر. یعنی جس سے مشہور ہوتا ہے اس کے علاوہ سے اسے ذکر کیا جاتا ہے۔

فیہ. بہ النوع. عبدالغنی. یعنی ابن سعید مصری انکی کتاب کا نام ایضاح الاشکال ہے۔

الصوری. عبدالغنی کے شاگرد ہیں اور خطیب کے استاذ ہیں۔ ویسے خطیب کی کتاب عمدہ بتائی گئی ہے۔

وَمِنْ اَمْثِلَتِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرٍ الْكَلْبِیُّ نَسَبَهٗ بَعْضُهُمْ اِلٰی جَدِّهٖ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَ سَمَّاهُ بَعْضُهُمْ حَمَّادَ بْنَ السَّائِبِ وَ كَنَّاهُ بَعْضُهُمْ بِاَبِی النَّضْرِ وَ بَعْضُهُمْ اَبَا سَعِيْدٍ وَ بَعْضُهُمْ اَبَا هِشَامٍ فَصَارَ يُظَنُّ اَنَّهٗ جَمَاعَةٌ وَ هُوَ وَاحِدٌ وَ مَنْ لَا يَعْرِفُ حَقِيْقَةَ الْاَمْرِ فِيْهِ لَا يَعْرِفُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ: - اور اس کی مثال محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ہے۔ کسی نے اس کو جد کی طرف نسبت کرتے ہوئے محمد بن بشیر کہا اور بعضوں نے حماد بن السائب اور بعضوں نے ابو النضر کنیت سے یاد کیا ہے۔ اور بعضوں نے ابو سعید اور بعضوں نے ابو ہشام سے ذکر کیا ہے۔ پس

گمان کیا گیا کہ یہ نام کسی جماعت (متعدد افراد) کے ہیں حالانکہ وہ ایک شخص ہے، جو اس حقیقت کو نہ پہچانے گا وہ اس سے بالکل واقف نہ ہو سکے گا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف جہالت راوی کے مذکورہ قسم کی مثال بیان کر رہے ہیں کہ محمد بن السائب ایک راوی ہے اسے کنیت، لقب، نسبت مختلف اعتبار سے اسکا ذکر کیا جاتا ہے
اسے دادا کی طرف نسبت کرتے ہوئے بشر بن بشیر، لقب کے اعتبار سے حماد بن السائب، ابو نصر ابو سعید ابو ہشام اولاد کی طرف کنیت اختیار کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک ہی ذات مختلف تعبیریں ہیں اس سے بسا اوقات روایت کے متعدد ہونے کا احتمال ہو جاتا ہے۔

وَالْاَمْرُ الثَّانِي اَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ يَكُوْنُ مُقِلاًّ مِنَ الْحَدِيْثِ فَلَا يَكْثُرُ الْاَخْذُ عَنْهُ وَقَدْ صَنَّفُوْا فِيْهِ الْوُحْدَانَ وَ هُوَ مَنْ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ اِلَّا وَاحِدٌ وَ لَوْ سُمِّيَ وَ مِمَّنْ جَمَعَهُ مُسْلِمٌ وَالْحَسَنُ ابْنُ سُفْيَانَ وَغَيْرُهُمَا اَوْلَا يُسَمَّى الرَّاوِيْ اِخْتِصَاراً مِنَ الرَّاوِيْ عَنْهُ كَقَوْلِهِ اَخْبَرَنِيْ فُلَانٌ اَوْ شَيْخٌ اَوْ رَجُلٌ اَوْ بَعْضُهُمْ اَوْ اِبْنُ فُلَانٍ وَ يُسْتَدَلُّ عَلٰى مَعْرِفَةِ اِسْمِ الْمُبْهَمِ بِوُرُوْدِهِ مِنْ طَرِيْقٍ اُخْرٰى مُسَمًّى وَ صَنَّفُوْا فِيْهِ الْمُبْهَمَاتِ وَ لَا يُقْبَلُ حَدِيْثُ الْمُبْهَمِ مَالَمْ يُسَمَّ لِاَنَّ شَرْطَ قُبُوْلِ الْخَبَرِ عَدَالَةُ رَاوِيْهِ وَ مَنْ اُبْهِمَ اِسْمُهُ لَا تُعْرَفُ عَيْنُهُ فَكَيْفَ عَدَالَتُهُ.

ترجمہ:- اور دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی قلیل الحدیث ہو۔ اس سے زیادہ روایت حاصل نہ کی گئی ہو۔ اور اس فن پر "وحدان" کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ وہ ہے جس سے ایک ہی روایت مروی ہو۔ گو اس کا نام ذکر کر دیا گیا ہو۔ اور جس نے اسے جمع کیا ہے وہ مسلم، حسن بن سفیان اور ان کے علاوہ ہیں یا راوی کا نام جس سے روایت کرنے والا ہو حذف کر دیا گیا ہو اختصار کی وجہ سے۔ جیسے اخبرنی فلان. یا اخبرنی شیخ یا رجل یا بعضھم یا ابن فلان. اور اسم مبہم پر رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس دوسرے طریق سے جس میں نام ذکر کیا گیا ہو۔ اور مبہمات (نام) کے کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور مبہم غیر مقبول ہوتا ہے تاوقتیکہ اس کا نام ذکر نہ کر دیا گیا ہو۔ اس لئے کہ خبر کے قبول کرنے کے لئے راوی کی عدالت شرط ہے اور جس کا نام مبہم ہوگا اس کی ذات معلوم نہ ہو سکے گی پھر کیسے اس کی

عدالت کا پتہ چلے گا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مؤلف جہالت راوی کا دوسرا سبب قلیل الروایات ہونا ہے ذکر کر رہے ہیں۔ راوی چونکہ قلت روایت کی وجہ سے مجہول ہو جاتا ہے اس لئے یہ بھی جہالت کا سبب ہے۔ کبھی اختصاراً نام حذف کر دیا جاتا ہے اس سے ابہام پیدا ہو کر جہالت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی روایت غیر مقبول ہوں گی چونکہ جب راوی کا پتہ نہیں تو اس کی عدالت کا کیسے علم ہوگا اسے وحدان سے موسوم کیا جاتا ہے مگر ایسوں سے ایک ہی روایت منقول ہوتی ہے۔ جیسے صحابہ میں عروہ بن مضرس۔ کہ ان سے صرف شعبی نے اور تابعین میں ابو العشراء کہ ان سے صرف حماد بن سلمہ نے روایت کی ہے۔ خیال رہے کہ صرف ایک آدمی کے روایت لینے سے روایت میں ضعف پیدا نہیں ہوتا چنانچہ صحیحین میں ایسی روایتیں بکثرت ہیں تاوقتیکہ نام مبہم نہ ہو۔

حل لغات: مُقِلاً۔ اقلال سے اسم فاعل۔ کم کرنے والا۔ الوحدان۔ غفران کے وزن پر مصدر ہے۔

وهو يعني قليل الرواية۔ مسلم۔ انکی کتاب کا نام۔ منفردات اور موحدات ہے۔

الراوي عنه۔ جس سے روایت کرنے والا ہو۔ استاذ یا شیخ مجہول ذکر کرے۔

مبهمات۔ اس فن پر ابو القاسم بن بشکوال کی کتاب بہت جامع ہے۔

مالم يسم۔ یعنی دوسرے طریق میں۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری روایت میں جب تک نام کی تصریح نہ ہو جہالت ختم نہ ہوگی۔

وَ كَذَا لَا يُقْبَلُ خَبَرُهُ لَوْ اُبْهِمَ بِلَفْظِ التَّعْدِيْلِ كَاَنْ يَقُوْلَ الرَّاوِيْ عَنْهُ اَخْبَرَنِي الثِّقَةُ لِاَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ ثِقَةً عِنْدَهُ مَجْرُوْحاً عِنْدَ غَيْرِهٖ وَ هٰذَا عَلَى الْاَصَحِّ فِي الْمَسْئَلَةِ وَلِهٰذِهِ النُّكْتَةِ لَمْ يُقْبَلِ الْمُرْسَلُ وَ لَوْ اَرْسَلَهُ الْعَدْلُ جَازِماً بِهٖ لِهٰذَا الْاِحْتِمَالِ بِعَيْنِهٖ وَ قِيْلَ يُقْبَلُ تَمَسُّكاً بِالظَّاهِرِ اِذِ الْجَرْحُ عَلٰى خِلَافِ الْاَصْلِ وَ قِيْلَ اِنْ كَانَ الْقَائِلُ عَالِماً اَجْزَأَ ذٰلِكَ فِيْ حَقِّ مَنْ يُوَافِقُهُ فِيْ مَذْهَبِهٖ وَ هٰذَا لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

ترجمہ:۔ اسی طرح اس راوی کی روایت غیر مقبول ہوگی اگر تعدیل کو مبہم کہا یعنی طور

کہ روایت کرنے والا کہے اخبرنی الثقہ اس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے نزدیک ثقہ اور دوسرے کے نزدیک مجروح ہوتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں یہی اصح ہے۔ اسی مصلحت کی وجہ سے مرسل کو قبول نہیں کیا گیا۔ گرچہ صاحب عدالت اس کا ارسال کرے۔ بعض اس احتمال کے یقینی ہونے کی وجہ سے (کہ شاید اسکے نزدیک ثقہ ہو اور دوسرے کے نزدیک مجروح) اور بعضوں نے کہا کہ ظاہر پر استدلال کرتے ہوئے قبول کرلیا جائے گا۔ چونکہ جرح خلاف اصل ہے اور یہ بھی قول ہے کہ قائل عالم ہے تو اس کے مذہب کی موافقت کرنے والے کے حق میں کافی ہوگا۔ اس وجہ سے یہ علوم حدیث کے مباحث میں نہ ہوگا۔ خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف تعدیل مبہم کے متعلق ایک تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ کہ اس سے راوی کی عدالت مبہم ہو جاتی ہے۔

حل لغات: ابہم۔ ماضی مجہول۔ لانہ۔ لا یقبل کی علت کا بیان ہے۔

ولو۔ وصلیہ ہے۔ جازما۔ یعنی اگرچہ عدالت اس کی یقینی ہو۔

ان کان القائل عالما۔ عالم سے مراد مجتہد ہے۔ جیسے امام مالک اور شافعی وغیرہ

فی حق مقلدیہ۔ یعنی اس کے مقلدین کے حق میں ہوگا۔

ھذا۔ اس سے مراد قول اخیر ہے اسے ضعیف کر دیا ہے۔

فَاِنْ سُمِّیَ الرَّاوِیْ وَ انْفَرَدَ رَاوٍ وَاحِدٌ بِالرِّوَایَةِ عَنْهُ فَهُوَ مَجْهُوْلُ الْعَیْنِ کَالْمُبْهَمِ اِلَّا اَنْ یُوَثِّقَهٗ غَیْرُ مَنِ انْفَرَدَ عَنْهُ الْاَصَحُّ وَ کَذَا مَنِ انْفَرَدَ عَنْهُ اِذَا کَانَ مُتَاَهِّلًا لِذٰلِکَ اَوْ اِنْ رَوٰی عَنْهُ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا وَ لَمْ یُوَثَّقْ فَهُوَ مَجْهُوْلُ الْحَالِ وَ هُوَ الْمَسْتُوْرُ وَ قَدْ قَبِلَ رِوَایَتَهٗ جَمَاعَةٌ بِغَیْرِ قَیْدٍ وَرَدَّهَا الْجُمْهُوْرُ وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّ رِوَایَةَ الْمَسْتُوْرِ وَ نَحْوِهٖ مِمَّا فِیْهِ الْاِحْتِمَالُ لَا یُطْلَقُ الْقَوْلُ بِرَدِّهَا وَ لَا بِقَبُوْلِهَا بَلْ هِیَ مَوْقُوْفَةٌ اِلٰی اِسْتِبَانَةِ حَالِهٖ کَمَا جَزَمَ بِهٖ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ وَ نَحْوُهٗ قَوْلُ ابْنِ الصَّلَاحِ فِیْمَنْ جُرِحَ غَیْرَ مُفَسَّرٍ۔

ترجمہ:۔ پھر اگر راوی کے نام کی تصریح ہو اور اس سے ایک راوی نے روایت کی ہو تو وہ مجہول العین ہے جیسے مبہم۔ ہاں مگر یہ کہ اس کی توثیق کر دی گئی ہو۔ اس کے علاوہ نے

جس سے منفرد روایت کی ہو اصح قول پر اسی طرح وہ راوی جس نے اس سے منفرد روایت
کی ہے جب کہ وہ اہل توثیق میں سے ہو۔ اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی ہو اور
اس کی توثیق نہ ہو۔ تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے۔ اسے بغیر کسی قید کے ایک جماعت
نے قبول کیا ہے اور جمہور نے رد کر دیا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ مستور راوی اور ان کے مثل
کی روایت جس میں احتمال ہو اس پر نہ رد نہ قبول کے قول کا اطلاق کیا جائے گا بلکہ اس کے
حال کے ظہور تک موقوف رہے گا جیسا کہ امام الحرمین نے تصریح کی ہے۔ یہی ابن صلاح
کا قول ہے اس کے حق میں جس پر جرح غیر مفسر ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے راوی مذکور الاسم جس سے ایک ہی روایت منقول ہو اس
کا پھر مستور کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

حل لغات: انفرد عنه ایک نے روایت کی ہو۔ یہ بھی مقبول الحدیث کی قسم ہے۔
کالمبہم۔ مبہم کے مثل ہوتا ہے۔
الا ان یوثقه. تفعیل کے ساتھ باب تفعیل سے ائمہ جرح تعدیل نے اس کا تزکیہ کیا ہو۔
متاهلاً۔ یعنی اہل و لائق کے ہیں۔
ان روی عنه اثنان. یعنی دو راوی کی روایت سے جہالت ذات مرتفع ہو جائے گی البتہ
جہالت حال باقی رہے گی تاوقتیکہ اس کی توثیق نہ ہو۔
و قد قبل روایته یعنی مستور کی روایت کو امام اعظم نے قبول کیا ہے۔ اسی کو ابن
حبان نے بھی اختیار کیا ہے۔ چونکہ ان کے نزدیک عادل وہ ہے جس کی جرح کا علم نہ ہو۔
چونکہ اصل یہ ہے کہ لوگ صلاح و عدالت پر باقی رہیں گے تاوقتیکہ جرح ظاہر نہ ہو۔
بعضوں نے یہ بھی کہا کہ امام صاحب کا یہ قول صدر اسلام صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے
حق میں تھا چونکہ یہ زمانہ خیر القرون کا تھا۔ اس کے بعد کو بلا توثیق کے قبول نہ کیا جائے گا۔
وردها الجمهور. جمہور علماء نے مستور کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ چونکہ عدالت
ایک مخفی شی ہے جو شرط قبولیت ہے۔
والتحقیق. صاحب کتاب کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ توثیق سے قبل موقوف رہے گا۔
اسی کو ابن صلاح نے بھی اختیار کیا ہے۔ امام الحرمین کی بھی یہی رائے ہے۔ جس کے حق

میں جرح مفسر ہے۔

ثُمَّ الْبِدْعَةُ وَهِيَ السَّبَبُ التَّاسِعُ مِنْ اَسْبَابِ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ وَهِيَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ بِمُكَفِّرٍ كَاَنْ يَعْتَقِدَ مَا يَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ اَوْ بِمُفَسِّقٍ فَالْاَوَّلُ لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ وَقِيْلَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقِيْلَ اِنْ كَانَ لَا يَعْتَقِدُ حِلَّ الْكَذِبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهٖ قُبِلَ وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّهٗ لَا يُرَدُّ كُلُّ مُكَفَّرٍ بِبِدْعَةٍ لِاَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ تَدَّعِيْ اَنَّ مُخَالِفِيْهَا مُبْتَدِعَةٌ وَقَدْ تُبَالِغُ فَتُكَفِّرُ مُخَالِفِيْهَا فَلَوْ اُخِذَ ذٰلِكَ عَلَى الْاِطْلَاقِ لَاسْتَلْزَمَ تَكْفِيْرَ جَمِيْعِ الطَّوَائِفِ. فَالْمُعْتَمَدُ اَنَّ الَّذِيْ تُرَدُّ رِوَايَتُهٗ مَنْ اَنْكَرَ اَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ وَكَذَا مَنِ اعْتَقَدَ عَكْسَهٗ فَاَمَّا مَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَانْضَمَّ اِلٰى ذٰلِكَ ضَبْطُهٗ لِمَا يَرْوِيْهِ مَعَ وَرَعِهٖ وَتَقْوَاهُ فَلَا مَانِعَ مِنْ قُبُوْلِهٖ۔

ترجمہ: - پھر بدعت اور یہ طعن راوی کا نواں سبب ہے۔ وہ یا تو مستلزم کفر ہوگا یعنی ایسے اعتقادات جو مستلزم کفر ہوتے۔ یا وہ باعث فسق ہوگا۔ سو اول (جو باعث کفر ہوگا) ایسے صاحب کی روایت جمہور نے قبول نہیں کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً قبول ہے۔ اور یہ بھی قول ہے کہ اگر اپنے مذہب کی تائید کے لئے جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو تو قبول کرلی جائے گی۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ہر موجب کفر بدعت کی تردید نہ کی جائے گی چونکہ ہر جماعت اپنے مخالف کو مبتدع سمجھتی ہے اور حد درجہ مبالغہ کرتا ہے اور اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے۔ اگر اسے مطلقاً قبول کر لیا جائے تو تمام جماعت کی تکفیر ہو جائے گی۔ اور قابل اعتماد بات اس سلسلے میں وہ ہے کہ اس کی روایت مردود ہوگی جو شریعت کے کسی متواتر امر کا انکار کرتا ہو جس کا دین ہونا بدیہۃً معلوم ہو۔ اور اسی طرح جو اس کے عکس کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور بہرحال جو اس صفت پر نہ ہو اور اس کی روایت ضبط و حفظ کے ساتھ ورع و تقوی پر مشتمل ہو تو اس کے قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں۔

تشریح: - اس مقام سے مولف طعن راوی کا نواں سبب بدعت کی تفصیل کر رہے ہیں۔ بتانا چاہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسم ہے۔ بدعت مکفرہ، بدعت موجب فسق۔ مکفرہ وہ بدعات ہیں جو باعث کفر ہوں۔ موجب فسق وہ ہے جو فسق گمراہی اور ضلالت کا سبب ہو۔ اول کی روایت مردود ہے۔ اور دوم کی ان شرطوں کے ساتھ قبول ہے کہ داعی بدعت نہ ہو۔

(۲) موئدات بدعت کی روایت نہ کرے۔ (۳) مذہب کی نصرت میں جھوٹی روایت کو حلال نہ سمجھے۔ یہ ذہن میں رہے کہ مطلق بدعت مکفرہ سبب رد نہیں ہے چونکہ مبتدعہ کے تمام فرقے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اس لئے اس مبتدع کی روایت قبول نہ کی جائے گی جو ضروریات دین اور متواتر امور کا انکار کرتا ہو۔

محل الفاظ بدعت۔ نئی وہ باتیں جسے دین اور مذہب سمجھ کر اختیار کیا گیا ہو اور اس کا ثبوت اولہ سے نہ ہوتا ہو۔

مکفر۔ تفعیل سے اسم فاعل۔ عقائد کفریہ کا حامل۔ مثلاً معتزلہ۔

مطلقاً۔ یعنی تائید مذہب کے لئے کذب کو حلال سمجھے یا نہ سمجھے۔

مقالتہ۔ مراد مذہبی اور اعتقادی امور۔ چنانچہ خطابیہ کی جماعت حلال سمجھتی ہے۔

علی الاطلاق۔ یعنی مطلقاً اگر رد کر دیا جائے گا تو ہر جماعت کی تکفیر لازم ہو جائے گی چونکہ ہر جماعت دوسرے کے حق میں تکفیر کی قائل ہے۔

المعتمد۔ قول معتمد یہ ہے کہ صرف اس کی رد ہو گی جو متواتر امور اور دین کے ضروری امور کا انکار کرے۔

بضرورۃ۔ جس کا علم یقین اور بداہت سے ہو۔ جیسے صلوٰۃ خمسہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔

لم یکن بھذہ الصفۃ۔ یعنی جو متواتر اور امور ضروریہ دینیہ کے انکار پر نہ ہو۔

فلا مانع۔ یعنی محض بدعت کا ہونا مانع قبولیت نہیں خصوصاً جب کہ ورع، حفظ و تقویٰ کے اوصاف کا حامل ہو۔ چنانچہ اصحاب صحاح نے ایسوں کی روایت لی ہے۔

وَالثَّانِي وَهُوَ مَنْ لَا يَقْتَضِي بِدْعَتُهُ التَّكْفِيْرَ اَصْلاً وَ قَدِ اخْتُلِفَ اَيْضاً فِي قَبُوْلِهٖ وَ رَدِّهٖ فَقِيْلَ يُرَدُّ مُطْلَقاً وَ هُوَ بَعِيْدٌ وَ اَكْثَرُ مَا عُلِّلَ بِهٖ اَنَّ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ تَرْوِيْجاً لِاَمْرِهٖ وَ تَنْوِيْهاً بِذِكْرِهٖ وَ عَلٰى هٰذَا فَيَنْبَغِي اَنْ لَّا يُرْوٰى عَنْ مُبْتَدِعٍ شَيْئاً يُشَارِكُهُ فِيْهِ غَيْرُ مُبْتَدِعٍ وَ قِيْلَ يُقْبَلُ مُطْلَقاً اِلَّا اِنِ اعْتَقَدَ حِلَّ الْكَذِبِ كَمَا تَقَدَّمَ وَ قِيْلَ تُقْبَلُ مَنْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً اِلٰى بِدْعَتِهٖ لِاَنَّ تَزْيِيْنَ بِدْعَتِهٖ قَدْ يَحْمِلُهُ عَلٰى تَحْرِيْفِ الرِّوَايَاتِ وَ تَسْوِيَتِهَا عَلٰى مَا يَقْتَضِيْهِ مَذْهَبُهٗ وَ هٰذَا فِي الْاَصَحِّ.

ترجمہ:- بدعت کی دوسری قسم وہ ہے جو تکفیر کا موجب نہ ہو۔ اس کے قبول اور رد کے

علیہ میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ مطلقاً مردود ہے۔ اور یہ بعید ہے۔ اور اکثر اس کی علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کی روایت کے قبول کرنے سے اس کے (مبتدع کے) امر کی ترویج اور اس کی تعظیم ہے (حالانکہ اس کے ترک اور توہین کا حکم ہے) اس اعتبار سے مناسب یہ ہے کہ مبتدع سے کوئی ایسی روایت نہ کرے جس میں غیر مبتدع شریک ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ مطلقاً مقبول ہے ہاں مگر یہ کہ جھوٹ کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔ اور یہ جو کہا گیا کہ بدعت کا داعی نہ ہو کہ اس کی روایت قبول نہ کی جائے گی سوا اس وجہ سے کہ بدعت کی خوشنمائی اسے روایت تحریف لفظی اور تسویہ (تحریف معنوی) کی جانب ابھار رہی ہے۔ جو اس کا مذہب مقتضی ہوتا ہے۔ اور یہی اصح ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف بدعت کی قسم ثانی کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اسکے متعلق تین قول ہیں: مطلقاً مردود ہے۔ مطلقاً مقبول ہے۔ داعی نہ ہونے کی صورت میں مقبول ہے۔

اصلاً۔ یہ اتفاق نہ اختلاف سبب کفر ہو۔

مطلقاً۔ خواہ راوی بدعت ہو یا نہ ہو۔ اس کے قائل امام مالک ہیں۔

بعید۔ ائمہ کے عمل سے یہ قول بعید از عقل ہے کہ ایسے اصحاب کی روایتیں صحاح میں ہیں

اکثر ما علل۔ یعنی اکثر اس کی دلیل میں یہ علت ذکر کی جاتی ہے

تنویہا۔ یعنی تفخیم و تعظیم۔ کہ مبتدع کی روایت سے اس بدعتی کی تعظیم و توقیر ہوگی جب کہ اہانت کا حکم ہے۔

الاصح۔ ابن صلاح نے اسے اعدل المذاہب قرار دیا ہے۔

وَ اَغْرَبَ اِبْنُ حِبَّانَ فَادَّعَى الْاِتِّفَاقَ عَلٰى قُبُوْلِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيْلٍ نَعَمْ الْاَكْثَرُ عَلٰى قُبُوْلِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ اِلَّا اَنْ رَوٰى مَا يُقَوِّىْ بِدْعَتَهٗ فَيُرَدُّ عَلَى الْمَذْهَبِ الْمُخْتَارِ وَ بِهٖ صَرَّحَ الْحَافِظُ اَبُوْ اِسْحٰقَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجَوْزَجَانِيُّ شَيْخُ اَبِىْ دَاؤُدَ وَ النَّسَائِىِّ فِىْ كِتَابِهٖ مَعْرِفَةِ الرِّجَالِ فَقَالَ فِىْ وَصْفِ الرُّوَاةِ وَ مِنْهُمْ زَائِغٌ عَنِ الْحَقِّ اَىْ عَنِ السُّنَّةِ صَادِقُ اللَّهْجَةِ فَلَيْسَ فِيْهِ حِيْلَةٌ اِلَّا اَنْ يُؤْخَذَ مِنْ حَدِيْثِهٖ مَا لَا يَكُوْنُ مُنْكَرًا اِذَا لَمْ يَقْوَ بِهٖ بِدْعَتَهٗ اِنْتَهٰى وَ مَا قَالَهٗ مُتَّجِهٌ لِاَنَّ الْعِلَّةَ الَّتِىْ بِهَا يُرَدُّ

حديث الداعية وَرَدُّهُ فيما اذا كان ظاهر المروى يوافق مذهب المبتدع ولو لم يكن داعية والله اعلم .

ترجمہ :- اور ابن حبان نے غریب قول اختیار کیا ہے کہ بلا کسی تفصیل کے غیر داعی کی روایت کے قبول کرنے پر اتفاق نقل کیا ہے۔ ہاں اکثر کا قول غیر داعی کے قبول کرنے کا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ وہ ایسی روایت کرے جس سے اس کی بدعت کو قوت پہنچتی ہو۔ تو مذہب مختار یہ ہے کہ وہ مردود ہوگی۔ اس کی تصریح حافظ ابو اسحاق نے کی ہے۔ اپنی کتاب معرفۃ الرجال میں جو امام ابوداؤد اور نسائی کے استاذ ہیں۔ انھوں نے رواۃ کے اوصاف میں کہا۔ بعض وہ ہیں جو حق سے ہٹے ہوئے ہیں یعنی بدعت سے صادق زبان ہیں سو اس میں کوئی حرج نہیں مگر یہ کہ وہ حدیث لی جاسکتی ہے جو منکر نہ ہو۔ جب کہ بدعت کی اس سے تائید نہ ہوتی ہو۔ انھوں نے جو کہا۔ اس کی توجیہ یہ ہے اصل سبب جس کی وجہ سے داعی کی حدیث رد کردی جاتی ہے وہ اس صورت میں وارد ہے جب کہ مروی کا ظاہر مبتدع کے مذہب کے موافق ہو گو وہ اس کا داعی نہ ہو۔

تشریح :- اس مقام سے مولف ابن حبان کے ایک غریب قول کو ذکر کررہے ہیں۔ ان کا قول غیر داعی بدعت کی روایت قبول کی جائے گی خواہ اس کی بدعت کو قوت ملے۔ سو یہ قول درست نہیں ہے۔

اس کے بعد اس مبتدع کی روایت کا حکم اور اس کی تفصیل ذکر کررہے ہیں جس سے اس مبتدع کی روایت کو تقویت ملتی ہو۔ مذہب مختار اس کی روایت کا مردود ہوتا ہے۔ چنانچہ ابو اسحاق جوزجانی جو ابوداؤد و نسائی کے مشائخ ہیں انھوں نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ جس مبتدع کی روایت سے اس کے مذہب کو تقویت ملتی ہو۔ خواہ وہ ثقہ صادق کیوں نہ ہو اور داعی بدعت بھی نہ ہو اس کی روایت نہ لی جائے گی۔

حل لغات: اغرب. غریب قول ذکر کرنا۔ حیرت میں ڈالنا۔

من غیر تفصیل. خواہ داعی ہو یا نہ ہو۔ اس کی روایت سے مذہب کی تائید ہوتی ہو یا نہ ہو یعنی مطلقا۔ الاکثر. غیر داعی کی روایت مطلقاً قبول کی جائے گی۔

المختار. مذہب مختار یہ ہے کہ گو وہ مبتدع ہو مگر بدعت کی دعوت نہ دیتا ہو تو روایت

جائز ہے۔ زائغ یعنی جدا۔ صادق اللهجة، مرواس سے صدق روایت ہے۔
لم يتقو۔ یعنی لم يتأيد۔ بدعت کی تائید نہ ہوتی ہو۔
انتھی۔ معترض کی عبارت ختم ہوئی۔
منتجه۔ یعنی ترجیح مقبول۔
الداعية۔ یعنی بدعت کی خوشنمائی اسے جھوٹی روایت کی طرف اکسائے۔

ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ وَ هُوَ السَّبَبُ الْعَاشِرُ مِنْ اَسْبَابِ الطَّعْنِ وَالْمُرَادُ بِهٖ مَنْ لَمْ يُرَجَّحْ جَانِبُ اِصَابَتِهٖ عَلٰى جَانِبِ خَطَائِهٖ وَ هُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِنْ كَانَ لَازِمًا لِلرَّاوِيْ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِهٖ فَهُوَ الشَّاذُّ عَلٰى رَاْيِ بَعْضِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَ اِنْ كَانَ سُوْءُ الْحِفْظِ طَارِئًا عَلَى الرَّاوِيْ اِمَّا لِكِبَرِهٖ اَوْ لِذَهَابِ بَصَرِهٖ اَوْ لِاحْتِرَاقِ كُتُبِهٖ اَوْ عَدَمِهَا بِاَنْ كَانَ يَعْتَمِدُهَا فَرَجَعَ اِلٰى حِفْظِهٖ فَسَاءَ فَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَلِطُ وَالْحُكْمُ فِيْهِ اَنَّ مَا حَدَّثَ بِهٖ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ اِذَا تَمَيَّزَ قُبِلَ وَ اِذَا لَمْ يَتَمَيَّزْ تُوُقِّفَ فِيْهِ وَ كَذَا مَنِ اشْتَبَهَ الْاَمْرُ فِيْهِ وَ اِنَّمَا يُعْرَفُ ذٰلِكَ بِاعْتِبَارِ الْاٰخِذِيْنَ عَنْهُ۔

ترجمہ: - پھر طعن راوی کا دسواں سبب سوء حفظ ہے۔ اس سے مراد وہ ہے جس میں جانب صواب جانب غلطی سے زائد نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں لازمی، جو راوی کو ہر حالت میں پیش آئے۔ یہ بعض محدثین کی رائے پر شاذ ہے۔ اگرچہ تو اس حفظ راوی پر طاری ہو۔ (یعنی جو بعد میں پیدا ہو) یا ضعف پیری کی وجہ سے یا عدم بصارت کی بنا پر یا کتابوں کے جلنے سے یا کتابوں کے نہ ہونے سے کہ جن پر ان کو اعتماد تھا۔ جس کا اثر ان کے حافظہ پر پڑا اور وہ خراب ہو گیا۔ تو یہ مختلط ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس نے اگر اختلاط سے قبل روایت کی اور اسے امتیاز بھی حاصل ہے تو اس کی روایت مقبول ہوگی۔ اگر اسے امتیاز نہیں ہے تو توقف کیا جائے گا۔ اسی طرح جس پر کوئی امر (حدیث) مشتبہ ہو گیا ہو۔ اس کی معرفت اس کے حاصل کرنے والے سے ہوگی۔ کہ اختلاط سے قبل کی ہے یا بعد کی۔

تشریح: - اس مقام سے مولف طعن راوی کا دسواں سبب بیان کر رہے ہیں۔ وہ سوء حفظ ہے اس کی دو قسم ہے۔ قسم اول لازمی۔ دوم طاری۔ (۱) لازمی وہ سوء حفظ جو آغاز زندگی سے راوی کو لاحق ہو۔ (۲) طاری۔ وہ سوء حفظ جو بعد میں لاحق ہو گیا ہو۔ قسم اول کی

روایت مردود ہے۔ مستور وہ کا حکم یہ ہے کہ جو ممتاز ہو کہ یہ سوء حافظہ سے قبل کی ہیں وہ مقبول ہے۔ جن کا امتیاز نہ ہو وہ موقوف رہے گا۔

حل لغات: المراد بہ، یعنی مطلق حافظ کی خرابی مراد نہیں بلکہ وہ جس کی غلطیاں زائد ہوں صواب کے مقابلہ میں۔ ذاتیاً یعنی کسی عارضہ کی وجہ سے نہ ہو۔

• ہو الشاذ۔ یعنی ایسے راوی کی روایت شاذ ہوگی۔ جو مردود میں داخل ہے۔

طاریاً۔ یعنی وہ بعد میں پیدا ہوا ہو۔

لکبرہ۔ طول عمر کی وجہ سے۔ کہ ضعف و پیری میں حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔

فہذا۔ یعنی یہ امور عارضہ جو سبب ہو حافظہ کی خرابی کا۔

مختلط۔ بکسر اللام۔

اشتبہ الامر۔ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ سوء حفظ سے قبل کی ہے یا بعد کی

باعتبار الآخذین۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے حاصل کیا اس سے معلوم ہو جائے گا کہ کب حاصل کیا۔ کہاں سے حاصل کیا۔

خیال رہے کہ ائمہ فن نے ان حضرات کی تحقیق کی ہے جن کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا ان میں عطاء بھی ہیں

وَمَتَى تُوبِعَ السَّيِّئُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ كَأَنْ يَكُوْنَ فَوْقَهُ أَوْ مِثْلَهُ لَا دُوْنَهُ وَ كَذَا الْمُخْتَلِطُ الَّذِيْ لَا يَتَمَيَّزُ وَالْمَسْتُوْرُ وَالْإِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَ كَذَا الْمُدَلَّسُ إِذَا لَمْ يُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَ حَدِيْثُهُمْ حَسَنًا لَا لِذَاتِهِ بَلْ وَصْفُهُ بِذٰلِكَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِاحْتِمَالِ كَوْنِ رِوَايَتِهِ صَوَابًا أَوْ غَيْرَ صَوَابٍ عَلَى حَدٍّ سَوَاءٍ فَإِذَا جَاءَتْ مِنَ الْمُعْتَبَرِيْنَ رِوَايَةٌ مُوَافِقَةٌ لِأَحَدِهِمْ رَجَحَ أَحَدُ الْجَانِبَيْنِ مِنَ الْاِحْتِمَالَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ

ترجمہ:- اور جب سوء حفظ (کے راوی) کا کوئی معتبر متابع مل جائے جو اس سے فوق یا مثل ہو کمتر نہ ہو اسی طرح مختلط کا جس کا امتیاز نہ ہو سکا ہو اسی طرح مستور کا اور مرسل کا اسی طرح مدلس کا جب کہ محذوف کی معرفت نہ ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جاتی ہے لذاتہ نہیں بلکہ وصف کے اعتبار سے متابع (بالکسر) متابع (بالفتح) کے مجموعہ کا اعتبار کرتے

ہوئے۔ چونکہ ان میں سے ہر ایک میں یہ احتمال ہے کہ اس کی روایت درست نہ ہو درست ہو ایک حد تک سب برابر ہے۔

اور جب معتبرین سے ان میں سے کسی ایک کے موافق روایت آ جائے تو وہ ذکر کردہ احتمال میں سے ایک جانب کو ترجیح دی جائے گی۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف سوء حفظ اسی طرح مختلط مستور، مرسل، مدلس کے معتبر متابع مل جانے کا حکم ذکر کر رہے ہیں۔ کہ اس کا کوئی معتبر متابع ہو جو اس جیسا یا اس سے بہتر ہو تو حدیث حسن ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے حسن لغیرہ کی چار شکلیں ہوں گی۔ (۱) راوی سوء حفظ کا معتبر متابع۔ (۲) راوی مستور کا معتبر متابع۔ (۳) مرسل کا معتبر متابع۔ (۴) مدلس جس کے شیخ محذوف کا علم نہ ہو معتبر متابع مل جائے۔

حل لغات: توبع۔ متابع مل جائے۔ مفاعلت سے ماضی مجہول۔

اذا لم یعرف۔ مدلس نے جو تدلیساً شیخ حذف کیا ہو۔ اس کا علم نہ ہو۔

لا لذاته۔ یعنی بذات تو حسن نہ ہوگی اگر وصف کے اعتبار سے ہو جائے گی کہ متابع مل گیا۔

علی حد سواء۔ احتمال مبتدا اور یہ اس کی خبر پھر یہ جملہ ان کی خبر واقع ہے۔

المذکورین۔ یعنی صواب ہے یا غیر صواب۔

وَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَنَّ الْحَدِيْثَ مَحْفُوْظٌ فَارْتَقٰى مِنْ دَرَجَةِ التَّوَقُّفِ اِلٰى دَرَجَةِ الْقَبُوْلِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَمَعَ ارْتِقَائِهِ اِلٰى دَرَجَةِ الْقَبُوْلِ فَهُوَ مُنْحَطٌّ عَنْ رُتْبَةِ الْحَسَنِ لِذَاتِهِ وَرُبَّمَا تَوَقَّفَ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ وَقَدِ انْقَضٰى مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَتْنِ مِنْ حَيْثُ الْقَبُوْلِ وَالرَّدِّ.

ترجمہ:۔ اس نے اس بات پر دلالت کی کہ حدیث محفوظ ہے۔ پس توقف کے درجہ سے قبول کے درجہ کی جانب چلا گیا۔ واللہ اعلم۔ باوجود اس بات کے کہ وہ قبول کے درجہ پر چڑھ گیا حسن سے اس کا درجہ کم ہی رہے گا۔ اور بعض نے اس پر حسن کے اطلاق سے توقف کیا ہے۔ اور یہاں وہ بحث ختم ہو گئی جس کا تعلق متن کے ساتھ قبول اور رد کے اعتبار سے تھا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مؤلف متابع کے فوائد کو ذکر کر رہے ہیں۔ کہ متابع سے قبل

ترجمہ: - پھر اسناد وہ طریق ہے جو متن تک پہونچے، اور متن وہ ہے جہاں سند ختم ہو جائے یعنی کلام (مرسل) یا تو اس کا سلسلہ منتہی ہوگا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک اور لفظ اس کا تقاضا کر رہا ہو، یا وہ صراحتہً ہو یا حکماً ہو۔ اور اس سند سے منقول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر۔ مرفوع قولی صریحی کی مثال۔ صحابی کہے میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ یا حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال كذا کہے۔

اور مرفوع فعلی صریحی کی مثال۔ صحابی کہے رأیت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل كذا یا صحابی یا غیر صحابی کہے كان رسول الله صلى الله عليه يفعل كذا۔ اور مرفوع تقریری صریحی کی مثال صحابی کہے فعلت بحضرة النبی صلی الله عليه وسلم كذا یا صحابی یا غیر صحابی کہے فلان بحضرة النبی صلی الله عليه وسلم يفعل كذا اور اس پر آپ کا انکار ذکر نہ کرے۔

تشریح: - اس مقام سے مؤلف سند کی اور اسکے متعلقات کی بحث ذکر کر رہے ہیں۔ اولاً سند پھر متن کی تعریف پھر سند کی کیفیت سے پیدا ہونے والے اقسام حدیث کی قسمیں مرفوع صریحی اور مرفوع حکمی اور اس میں سے ہر ایک کی اقسام ثلثہ قولی، فعلی، تقریری، بیان کر رہے ہیں۔ سند کے منتہی ہونے یعنی مرفوع ہونے کی صورت میں اور دو قسمیں ہوگی صریحی، حکمی۔ اور صریحی کی تین قسمیں ہیں، قولی، فعلی، تقریری۔ صریحی۔ جو صراحت کے ساتھ آپ کی طرف منسوب ہو۔ حکمی جو لفظ کے اعتبار سے تو آپ کی طرف منسوب نہ ہو مگر حکم وحقیقت کے اعتبار سے آپ ہی کی طرف ہو رہی ہو۔ ایک کی مثال متن میں گذر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

حل لغات: الاسناد۔ جمع سند کی۔ لغت میں ٹیک لگانا اعتماد کرنا۔ اصطلاح میں وہ جو متن تک پہونچے۔ متن۔ جہاں سند جا کر ختم ہو جائے۔

يقتضي لفظه۔ یعنی لفظ حدیث۔ صراحتہً متن ہے۔ یہ کلمہ نبی کا عطف تفسیری ہے۔ لفظہ کی ضمیر اسناد کی طرف عائد ہے۔ صرف يقتضي ذکر کرتے تو بہتر ہوتا کہ ضمیر اسناد کی طرف لوٹ جاتی۔

تصریحاً او حکماً یا فعل ہے یا تقریر ہے۔ عنرہ۔ مثلاً آپ کی بات ہے یعنی۔
لا ینکر انکارہ۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا سکوت اور چونکہ شارع کا سکوت دلیل
مشروعیت ہے۔

ومثال المرفوع من القول حكماً لا تصريحاً ما يقول الصحابي الذي لم يأخذ عن الإسرائيليات ما لا مجال للاجتهاد فيه ولا له تعلق ببيان لغة أو شرح غريب كالإخبار عن الأمور الماضية من بدء الخلق وأخبار الأنبياء عليهم السلام والآتية كالملاحم والفتن وأحوال يوم القيامة وكذا الإخبار عما يحصل بفعله ثواب مخصوص أو عقاب مخصوص وإنما كان له حكم المرفوع لأن إخباره بذلك يقتضي مخبراً له وما لا مجال للاجتهاد فيه يقتضي موقفاً للقائل به ولا موقف للصحابة إلا النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم أو بعض من يخبر عن الكتب القديمة.

ترجمہ:- اور مرفوع قولی حکمی نہ کہ صریحی وہ ہے کہ جسے صحابی پیش کرے جب کہ وہ اسرائیلیات سے نہ لینے والا ہو ان امور کے بارے میں جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو نہ اس کا تعلق بیان لغت سے ہو نہ شرح غریب سے ہو۔ جیسے گذشتہ امور کی خبریں۔ مثلاً تخلیق عالم کی ابتداء۔ حضرات انبیاء کے واقعات۔ پیشین گوئیاں مثلاً ملاحم اور فتن و احوال قیامت۔ اسی طرح وہ خبریں جس کے کرنے سے مخصوص ثواب یا خاص سزائیں ملتی ہوں۔ ایسے امور کا حکم مرفوع کے مثل اس وجہ سے ہوگا کہ یہ خبریں تقاضا کرتی ہیں کہ کسی ایسے مخبر کی جس کی خبر میں قیاس کی گنجائش نہ ہو۔ یہ تقاضہ کرتی ہے کہ کسی قائل پر موقوف ہو۔ اور حضرات صحابہ کا کوئی معلم سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ہو نہیں سکتا یا ان میں سے کوئی ہو سکتا ہے جو کتب قدیمہ سے خبریں بیان کرتا ہو۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف مرفوع حکمی اور اس کے حکمی مرفوع ہونے کی وجہ اور تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ تعریف۔ جس کی اسناد ایسے صحابی تک پہونچے جو اسرائیلیات کا قائل نہ ہو۔ امور قیاسیہ اجتہادیہ کو دخل نہ ہو۔ لغت کے حل۔ غریب کی شرح پر مشتمل نہ ہو ایسے مرفوع حکمی کہا جائے گا۔

حکمی کی وجہ۔ چونکہ جن امور مذکورہ کی یہ خبر دے رہا ہے اس کا تعلق قیاس اجتہاد سے جب نہی ہے تو یقیناً کسی سے حاصل کرکے یہ بیان کر رہا ہے اور حضرات صحابہ کا معلم آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا لہٰذا انہوں نے آپ ہی سے لیا ہوگا۔

حل: لم یاخذ۔ اس سے احتراز ہے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ سے جو اسرائیلیات نقل کرتے ہیں۔ ولا له۔ اس کا مرجع حدیث بھی اور راوی بھی ہو سکتا ہے۔

کالاخبار۔ افعال سے مصدر۔ خبر بیان کرنا۔

بدأ الخلق۔ مثلاً اولاً کس کی پیدائش ہوئی۔ اور اس کی تفصیل کیا ہے۔

الملاحم۔ ملحم کی جمع۔ قتل حرب، نزاع کے واقعات۔

ثواب مخصوص۔ مطلق ثواب بیان کرنا کہ خدا کی رضا، جنت کا حصول وغیرہ تو یہ عام ہے۔ البتہ تحدید اور خصوصیت کے ساتھ کو قیاس و اجتہاد میں دخل نہیں ہے۔

موقفا۔ اسم فاعل۔ معلم کے معنی میں۔ واقف کرانے والا۔ بتانے والا۔

فَبِهٰذَا وَقَعَ الْاِحْتِرَازُ عَنِ الْقِسْمِ الثَّانِیْ وَ اِذَا کَانَ کَذٰلِکَ فَلَهٗ حُکْمُ مَا لَوْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ فَهُوَ مَرْفُوْعٌ سَوَاءٌ کَانَ مِمَّنْ سَمِعَهٗ مِنْهُ اَوْ عَنْهُ بِوَاسِطَةٍ وَ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ حُکْمًا اَنْ یَفْعَلَ الصَّحَابِیُّ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِیْهِ فَیُنَزَّلُ عَلٰی اَنَّ ذٰلِکَ عِنْدَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ کَمَا قَالَ الشَّافِعِیُّ فِیْ صَلٰوةِ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فِی الْکُسُوْفِ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ اَکْثَرَ مِنْ رُکُوْعَیْنِ۔

ترجمہ: - اسی وجہ سے قسم ثانی سے احتراز واقع ہے اور جب ایسا ہوگا تو حکمی ہوگا۔ اگر وہ کہتا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ مرفوع ہے۔ خواہ وہ ان سے خود سنا ہو یا ان سے بواسطہ سنا ہو۔ اور مرفوع فعلی حکمی کی مثال کہ صحابی وہ کام کرے جس میں اجتہاد و قیاس کو دخل نہ ہو۔ تو اسے اتار دیا جائے گا کہ گویا وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کسوف کے متعلق کہا کہ ہر رکعت میں دو رکوع سے زاید تھا۔

تشریح: - اس عبارت سے مولف حکمی کی مثالوں میں مرفوع فعلی کو ذکر کر رہے ہیں۔

مولف کی عبارت والبتہ اوقع الاحتراز کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسرائیلیات سے نہیں لے رہا ہے تو یہ قسم اول خاص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے گا۔

حل عبارت: اذ کان کذالک۔ جب یہ شرط ہے کہ اسرائیلیات سے نہ لے رہا ہو۔ کان۔ یعنی صحابی نے بلاواسطہ یا بالواسطہ نقل کیا ہو۔ خیال رہے کہ کلمہ عن عدم واسطہ اور عن واسطہ کو ثابت کرتا ہے۔ سمعت من فلان فلاں سے بلاواسطہ سنا اور عنہ سے بواسطہ سنا۔ فینزل۔ باب تفعیل سے۔ یعنی محمول کیا جائے گا۔

عندہ۔ الی عند الصحابی۔ کہ انکے پاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گا۔

فی صلوۃ علی۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت علی سے منقول کریا آپ سے ثابت ہے۔

وَ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ التَّقْرِيْرِ حُكْمًا اَنْ يُخْبِرَ الصَّحَابِيُّ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ كَذَا فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ مِنْ جِهَةِ اَنَّ الظَّاهِرَ اِطِّلَاعُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ لِتَوَفُّرِ دَوَاعِيْهِمْ عَلٰى سُؤَالِهٖ عَنْ اُمُوْرِ دِيْنِهِمْ وَ لِاَنَّ ذٰلِكَ الزَّمَانَ زَمَانُ نُزُوْلِ الْوَحْيِ فَلَا يَقَعُ مِنَ الصَّحَابَةِ فِعْلُ شَيْءٍ وَ يَسْتَمِرُّوْنَ عَلَيْهِ اِلَّا وَ هُوَ غَيْرُ مَمْنُوْعِ الْفِعْلِ وَ قَدِ اسْتَدَلَّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَ اَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى جَوَازِ الْعَزْلِ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ وَ لَوْ كَانَ مِمَّا يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهٰى عَنْهُ الْقُرْآنُ ۔

ترجمہ:- اور مرفوع تقریری حکمی کی مثال کہ صحابی خبر دیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسا کرتے تھے۔ اس کا حکم مرفوع کا اس وجہ سے ہوگا کہ یہ ظاہر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوگی۔ چونکہ وہ زیادہ تر امور دینیہ کا سوال آپ پر پیش کرتے تھے۔ اور یہ زمانہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ پس صحابہ سے کوئی فعل ایسا واقع نہیں ہو سکتا اور وہ اس پر دوام و استمرار سے باقی ہوں مگر یہ کہ ممنوع فعل نہیں ہو سکتا۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے جواز عزل منقول ہے کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے اور قرآن کے نزول کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اگر وہ ممنوع ہوتا تو قرآن اس سے منع کرتا۔

حاصل یہ ہے کہ صحابی کا قول من السنۃ کذا کو بیشتر مرفوع اور بعض موقوف قرار دیتے ہیں۔
محل۔ من السنۃ کذا، جیسے حضرت علی کا قول من السنۃ وضع الاکف
علی الاکف۔ اسی طرح سنۃ النبی وغیرہ کے الفاظ۔
فالاکثر۔ مراد اس سے جمہور محدثین۔ مرفوع لہ یعنی حکماً۔
ابن عبد البر۔ اسی طرح حاکم اور بیہقی نے بھی مرفوع ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے۔
قال۔ کا فاعل ابن عبد البر ہے۔ کہ انھوں نے تابعی کے قول من السنۃ کذا کو مرفوع مانا ہے۔
مالم یضفہا۔ یعنی تاوقتیکہ جس کی سنت ہو اس کی تصریح نہ کردے جیسے سنت عمرین۔
تو اس صورت میں مرفوع نہ ہوگا۔
عمرین۔ مراد ابو بکر و عمر۔ تغلیباً عمر کا تثنیہ کر دیا جیسے قمرین۔
نظر۔ اتفاق کہنے میں نظر ہے چونکہ اس میں اختلاف منقول ہے۔
قولان۔ امام شافعی کے دو قول ہیں قدیم میں مرفوع۔ جدید میں غیر مرفوع۔
واحتجوا۔ ان حضرات ثلاثہ نے غیر مرفوع ہونے پر یہ استدلال پیش کیا ہے کہ سنت کا
مفہوم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے درمیان دائر ہے کیا آپ نے نہیں
فرمایا علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین۔
غیرہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کے علاوہ اجلہ صحابہ۔
وَ اُجِیْبُوْا بِاَنَّ اِحْتِمَالَ اِرَادَۃِ غَیْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ
سَلَّمَ بَعِیْدٌ وَ قَدْ رَوَی الْبُخَارِیُّ فِیْ صَحِیْحِہٖ فِیْ حَدِیْثِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ
عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ فِیْ قِصَّتِہٖ مَعَ الْحَجَّاجِ حِیْنَ قَالَ لَہٗ اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ
السُّنَّۃَ فَھَجِّرْ بِالصَّلٰوۃِ قَالَ ابْنُ شِہَابٍ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ فَقَالَ وَ ھَلْ یَعْنُوْنَ بِذٰلِکَ اِلَّا سُنَّتَہٗ فَنَقَلَ سَالِمٌ
وَ ھُوَ اَحَدُ الْفُقَہَاءِ السَّبْعَۃِ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَاَحَدُ الْحُفَّاظِ مِنَ التَّابِعِیْنَ عَنِ
الصَّحَابَۃِ اَنَّھُمْ اِذَا اَطْلَقُوْا السُّنَّۃَ لَا یُرِیْدُوْنَ بِذٰلِکَ اِلَّا سُنَّۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ۔
ترجمہ۔ اور جواب دیا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کا ارادہ بعید ہے کہ ...

بخاری نے اپنی صحیح میں ابن شہاب سے ۔ سالم سے ان کے والد کا قصہ نقل کیا ہے ۔ حجاج سے انھوں نے کہا کہ اگر تم سنت پا چاہتے ہو تو نماز اول وقت میں پڑھو ۔ ابن شہاب نے کہا میں نے حضرت سالم سے پوچھا کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت اختیار کیا ہے ۔ انھوں نے کہا حضرات صحابہ سنت سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت مراد لیتے ہیں ۔ تو سالم نے یہ نقل کیا جو مدینہ کے فقہاء سبعہ میں اور حفاظ تابعین میں سے ایک ہیں کہ جب صحابہ سنت کا ذکر کرتے ہیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت مراد لیتے ہیں ۔

تشریح ۔ جن لوگوں نے من السنۃ کذا وغیرہ کو مرفوع ماننے سے انکار کیا ہے ان پر رد اور انکے شبہات کا جواب ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ بخاری میں حضرت سالم سے جو اجلہ فقہاء میں ہیں مرفوع مراد لینا مذکور ہے ۔ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام سے یہی مراد ہے عَجِّلْ الصلوٰۃ ۔ باب افعال سے ماضی مجہول ۔ بہتر ہے کہ واجب ہونا چاہیئے ۔

قصۃ ۔ ابن عمر یا حضرت سالم کی طرف راجع ہے ۔

عجل ۔ تعجیل سے امر کا صیغہ ۔ جلدی کرنا مراد اول وقت پڑھنا

افعلہ ۔ ضمیر منصوب کا مرجع تعجیل ۔ **هل یعنون** ۔ استفہام اقراری ہے ۔

فقہاء سبعہ ۔ یہ سات جلیل القدر فقہاء حضرت ہیں جن کے نام یہ ہیں ابن مسیب، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، خارجہ بن زید، سلیمان بن یسار، عبداللہ بن عتبہ، ابو سلمہ اور ابن مبارک کے نزدیک ابو سلمہ کے بجائے سالم ہیں ۔

وَ اَمَّا قَوْلُ بَعْضِهِمْ اِنْ كَانَ مَرْفُوْعًا فَلِمَ لَا يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَجَوَابُهٗ اَنَّهُمْ تَرَكُوا الْجَزْمَ بِذٰلِكَ تَوَرُّعًا وَ اِحْتِيَاطًا وَ مِنْ هٰذَا قَوْلُ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا اَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَيْ لَوْ قُلْتُ لَمْ اَكْذِبْ لِاَنَّ قَوْلَهٗ مِنَ السُّنَّةِ هٰذَا مَعْنَاهُ لٰكِنْ اِيْرَادُهٗ بِالصِّيْغَةِ الَّتِيْ ذَكَرَهَا الصَّحَابِيُّ اَوْلٰى ۔

ترجمہ ۔ اور بہرحال بعض کا یہ قول اگر مرفوع ہے تو کیوں نہیں وہ قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتے ہیں ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے ورع اور احتیاط کی وجہ سے

تو امر اور نہی کا تقرر ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے اور استدلال پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔ احتمال ہے کہ اس کے علاوہ مراد ہو۔ (یعنی رسول کے علاوہ) جیسے قرآن یا اجماع یا بعض خلفاء یا استنباط کا حکم مراد ہو اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اصل تو اول ہی ہے اور اس کے علاوہ تو احتمال ہے۔ لیکن اسکے غیر کی طرف نسبت مرجوح ہے۔ نیز یہ امر بھی دلیل ہے کہ جو شخص کسی رئیس کی اطاعت میں ہو اور جب وہ کہے مجھے حکم دیا گیا تو نہیں سمجھا جائے گا مگر یہ کہ اسی رئیس نے حکم دیا (اسی طرح یہاں ہے)

تشریح:- اس مقام سے صاحب کتاب امرنا بکذا و نہینا عنہ کے مرفوع ہونے کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں جمہور اسے بھی مرفوع حکماً مانتے ہیں۔ اور بعض حضرات غیر کے احتمال کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

حل: امرنا۔ ماضی مجہول۔ جیسا کہ ام عطیہ کا قول امرنا ان نخرج فی العیدین العواتق و ذوات الخدور

کا بخلاف۔ جس طرح متن اسکا ہیں۔ خلاف مرفوع ہونے اور نہ ہونے میں ہے۔

طائفہ۔ مراد اس سے اسماعیلی ہے الاول۔ شارع علیہ السلام۔

فہم: ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ جو کسی بڑے کے ماتحت ہو جب وہ امرنا کہے تو اسی کی طرف نسبت ہوگی اسی طرح یہاں حضرات صحابہ کہیں امرنا تو شارع علیہ السلام ہی مراد ہونگے

وَ اَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَظُنَّ مَا لَيْسَ بِاَمْرٍ اَمْرًا فَلَا اِخْتِصَاصَ لَهُ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بَلْ هُوَ مَذْكُوْرٌ فِيْمَا لَوْ صَرَّحَ فَقَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَ هُوَ اِحْتِمَالٌ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ الصَّحَابِيَّ عَدْلٌ عَارِفٌ بِاللِّسَانِ فَلَا يُطْلِقُ ذٰلِكَ اِلَّا بَعْدَ التَّحْقِيْقِ وَ مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُ كُنَّا نَفْعَلُ كَذَا فَلَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا كَمَا تَقَدَّمَ وَ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ يَحْكُمَ الصَّحَابِيُّ عَلٰى فِعْلٍ مِنَ الْاَفْعَالِ بِاَنَّهُ طَاعَةٌ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهِ وَ مَعْصِيَةٌ كَقَوْلِ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ فَلَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا تَلَقَّاهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ

وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ:- اور بہر حال ان لوگوں کا یہ کہنا کہ احتمال ہے کہ صحابی نے گمان کر لیا ہو امر کے بارے میں کہ جس کا امر امر نہ ہو تو وہ اس مسئلہ کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ وہ اس میں بھی ذکر کیا جائے گا جہاں تصریح ہو کہ یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور یہ احتمال نکالنا ضعیف ہے۔ چونکہ حضرات صحابہ عادل صاحب زبان ہیں پس نہیں اطلاق کریں گے مگر تحقیق کے بعد۔ اور اسی میں وہ بھی داخل ہے کہ صحابی کسی فعل پر اور رسول کی اطاعت کا حکم یا معصیت کا حکم لگائے۔ جیسے حضرت عمار کا قول جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ اس کا حکم بھی مرفوع ہی کا ہے۔ چونکہ ظاہر یہ ہے کہ اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہوگا۔

تشریح:- اس مقام سے ایک شبہ پھر اس کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کسی غیر کے حکم کو حکم سمجھ رہا ہو۔ تو اس شبہ کا مولف نے جواب دیا کہ یہ صرف نہی کیا تھا خاص نہیں۔ مزید یہ کہ وہ صاحب زبان و عادل ہیں۔ تحقیق کے بعد ہی نسبت کر سکتے ہیں۔ نیز صراحۃً نسبت میں احتیاط بھی کرتے ہیں۔ اس کے بعد کتا فعل کو بھی مرفوع میں ہونا ذکر کر رہے ہیں۔ اسی طرح طاعت خدا اور رسول سے بھی مرفوع کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

حل: من يقول۔ یعنی جو حدیث مرفوع پر استدلال کرے۔ یعنی الراوی۔

ما ليس بامر۔ لہٰذا اس کا امر کہنا اور شارع امر دینا درست نہ ہوگا۔

فلا اختصاص۔ یہاں سے جواب ہے۔ وهو۔ یعنی احتمال ظن۔

عدل۔ چونکہ صحابی عادل ہیں ظن کی بنیاد پر صحابی سے یہ احتمال ضعیف ہے۔

تلقاه۔ یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہو۔

اَوْ يَنْتَهِيْ غَايَةُ الْاِسْنَادِ اِلَى الصَّحَابِيِّ كَذٰلِكَ اَيْ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ فِيْ كَوْنِ اللَّفْظِ يَقْتَضِي التَّصْرِيْحَ بِاَنَّ الْمَنْقُوْلَ هُوَ مِنْ قَوْلِ الصَّحَابِيِّ اَوْ مِنْ فِعْلِهٖ اَوْ مِنْ تَقْرِيْرِهٖ وَ لَا يَجِيْءُ فِيْهِ جَمِيْعُ مَا تَقَدَّمَ بَلْ مُعْظَمُهٗ وَ التَّشْبِيْهُ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْمُسَاوَاةُ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ.

ترجمہ:- اسی طرح سند کا آخر صحابی تک منتہی ہو جائے۔ اسی طرح جس طرح پہلی کی صورتیں ہیں لفظ کے صریح تقاضہ کرتے ہیں کہ جو صحابی کے قول یا فعل یا تقریر سے جو

منقول ہو (صریح ہو کہ عقلی نہ ہو گا) اس میں باقی کی تمام صورتیں نہیں آتی ہیں (یعنی حکماً) بلکہ اہم امور ہیں اور تنبیہ کے لئے شرط نہیں ہے کہ تمام امور میں مساوات ہو۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف جو سند صحابی تک منتہی ہو جائے اس کا حکم بیان کر رہے ہیں جسے موقوف کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ہر قسم کی جو قسم متصل اور منقطع کی ہے وہ سب موقوف میں نہیں جاری ہوتے۔ اس کی تین قسمیں ہیں. قولی: جس میں کسی صحابی کا ارشاد منقول ہو۔ فعلی: جس میں کسی صحابی کا فعل نقل ہو۔ تقریری: جس میں کسی صحابی کی تائید سکوتی منقول ہو۔ جیسے تابعی کا یہ کہنا کہ فلاں صحابی کے سامنے ایسا کام کیا اور انہوں نے انکار نہیں کیا۔

حل: غاية الاسناد. یعنی اس کا آخر صحابی تک پہونچ جائے۔

قوله الصحابي. اس قسم موقوف کی تین قسمیں ہیں قول صحابی فعل صحابی تقریر صحابی معظمه۔ جو اس میں اہم ہے۔ یعنی صریحی۔ معظم بمعنی اکثر۔

وَلَمَّا كَانَ هٰذَا الْمُخْتَصَرُ شَامِلاً لِجَمِيْعِ أَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ اسْتَطْرَدْتُهُ إِلَى تَعْرِيْفِ الصَّحَابِيِّ مَنْ هُوَ فَقُلْتُ وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِناً بِهِ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْأَصَحِّ وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَا هُوَ أَعَمُّ مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَاشَاةِ وَوُصُوْلِ أَحَدِهِمَا إِلَى الْآخَرِ وَإِنْ لَمْ يُكَالِمْهُ وَيَدْخُلُ فِيْهِ رُؤْيَةُ أَحَدِهِمَا الْآخَرَ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِنَفْسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ وَالتَّعْبِيْرُ بِاللُّقِيِّ أَوْلَى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ الصَّحَابِيُّ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ يَخْرُجُ حِيْنَئِذٍ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَنَحْوُهُ مِنَ الْعُمْيَانِ وَهُمْ صَحَابَةٌ بِلَا تَرَدُّدٍ

ترجمہ:- چونکہ یہ مختصر رسالہ علوم حدیث کی تمام قسموں کو شامل ہے تو میں نے صحابی کی تعریف بھی ذکر کیا کہ وہ کون ہے۔ یہ وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام ہی پر وفات ہوئی ہو گو بیچ میں ارتداد گرچہ پیش آگیا ہو۔ اور ملاقات کا مفہوم عام ہے خواہ مجلس سے ہو یا ساتھ چلنے سے یا ایک دوسرے کو پالینے سے اگرچہ گفتگو کی نوبت نہ آئی ہو۔ اور اس میں ایک دوسرے کا دیکھنا بھی شامل ہو جائے گا خواہ خود یا واسطے سے۔ اور ملاقات کی تعبیر اولیٰ ہے بمقابلہ ان کے جن بعض نے صحابی کی

تعریف میں یہ کہا کہ جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔ چونکہ اس صورت میں بلاشبہ حضرت ابن ام مکتوم جیسے نابینا صحابی نکل جائیں گے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف صحابہ کی تعریف پھر اس تعریف کی جامعیت اور فوقیت بیان کر رہے ہیں۔

صحابی۔ وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ سلم کی زیارت کی ہو اور ایمان کی حالت پر وفات پائی ہو۔ گرچہ بیچ میں ارتداد کا واقعہ پیش آگیا ہو۔

حل: من۔ جس طرح انسان کو شامل ہے اسی طرح جن کو بھی۔ کہ آپ کی بعثت ان کی طرف بھی ہوئی ہے اور ان کا ایمان لانا نص قرآنی سے ثابت ہے۔

مات علی الاسلام۔ یہ قید احترازی ہے۔ حالت کفر پر مرنے والا صحابی نہیں ہو سکتا۔

ولو تخللت۔ لو وصلیہ ہے۔ ردۃ بمعنی ارتداد و کفر۔ یعنی مرتد ہونے کے بعد پھر ایمان قبول کرنا۔ خیال رہے کہ ارتداد کی وجہ سے جب کہ بعد ہ اسلام لا کر اس پر وفات ہوئی ہو صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ شوافع کے نزدیک ارتداد سے عمل باطل اس وقت ہوگا جب کفر پر موت واقع ہوگی۔ اور حضرات احناف کے یہاں ارتداد سے عمل باطل ہو جائے گا گو کہ بعد میں ایمان پر موت واقع ہوئی ہو۔ لہذا صحبت ردت سے باطل ہو جائے گی۔ تو تجدید دوبارہ روایت ولقائہ ہو صحابیت کا ثبوت نہ ہوگا۔ یہی مالکیہ کا مسلک ہے۔

علی الاصح۔ اس کا تعلق مات علی الاسلام کی قید کے ساتھ ہے۔

رویۃ احدھما۔ خواہ ایک ہی لحظہ کے لئے ہو چونکہ آپ کی صحبت دو کیمیا اور کبریت ہے جو ایک لحظہ کے لئے ہو تب بھی موثر ہے۔

بغیرہ۔ بغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ قولہ آپ کو بالقصد دیکھا ہو یا دیکھنے کا ارادہ نہیں تھا مگر نظر پڑ گئی اور بعضوں نے اس کا مفہوم نکالا ہے کہ دوسرے کے ذریعہ سے دیکھا جیسے صغر کی حالت میں کوئی اٹھا کر لایا اور دکھلا دیا۔

والتعبیر۔ موئف تعریف میں لقاء کے عموم کے فائدہ کو ذکر کر رہے ہیں کہ اس کے مقابل رویت سے نابینا نکل جائیں گے۔ خیال رہے کہ جو لوگ رویت کو ذکر کرتے ہیں وہ رویت سے بالقوہ اور بالفعل دونوں مراد لیتے ہیں اس سے تعریف عام ہو کر نابینا کو بھی

شامل ہو جائے گی۔

وَاللُّقِيُّ فِي هٰذَا التَّعْرِيْفِ كَالْجِنْسِ وَقَوْلِيْ مُؤْمِنًا كَالْفَصْلِ يُخْرِجُ مَنْ حَصَلَ لَهُ اللِّقَاءُ الْمَذْكُوْرُ لٰكِنْ فِيْ حَالِ كَوْنِهِ كَافِرًا وَقَوْلِيْ بِهِ فَصْلٌ ثَانٍ يُخْرِجُ مَنْ لَقِيَهُ مُؤْمِنًا لٰكِنْ بِغَيْرِهِ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ لٰكِنْ هَلْ يُخْرِجُ مَنْ لَقِيَهُ مُؤْمِنًا بِاَنَّهُ سَيُبْعَثُ وَلَمْ يُدْرِكِ الْبِعْثَةَ وَفِيْهِ نَظَرٌ وَقَوْلِيْ وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَصْلٌ ثَالِثٌ يُخْرِجُ مَنِ ارْتَدَّ بَعْدَ اَنْ لَقِيَهُ مُؤْمِنًا وَمَاتَ عَلَى الرِّدَّةِ كَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ وَابْنِ خَطَلٍ وَقَوْلِيْ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ اَيْ بَيْنَ لُقِيِّهِ لَهُ مُؤْمِنًا بِهِ وَبَيْنَ مَوْتِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاِنَّ اِسْمَ الصُّحْبَةِ بَاقٍ لَهُ سَوَاءٌ رَجَعَ اِلَى الْاِسْلَامِ فِيْ حَيٰوتِهِ اَمْ بَعْدَهُ وَسَوَاءٌ لَقِيَهُ ثَانِيًا اَمْ لَا۔

ترجمہ:- اور لقا اس تعریف میں جنس کے مانند ہے۔ اور ہمارا قول مومن فصل کی طرح ہے۔ اس سے وہ حضرات نکل جائیں گے جن کو لقاء مذکور حاصل ہو مگر کفر کی حالت میں اور ہمارا قول بہ فصل ثانی ہے اس سے نکل جائیں گے وہ جنہوں نے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو مگر دوسرے انبیاء سے۔ لیکن یہ سوال رہ گیا کہ کیا من لقیہ مومنا بہ سے وہ نکل جائیں گے جس نے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی ہو کہ آپ مبعوث ہوں گے اور بعثت کا زمانہ نہ پایا ہو۔ سو اس میں نظر ہے اور ہمارا قول مات علی الاسلام فصل سوم ہے۔ اس سے وہ نکل جائیں گے جو مرتد ہو گئے ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد۔ اور ردت پر موت واقع ہوئی۔ جیسے عبداللہ بن جحش اور ابن خطل وغیرہ اور ہمارا قول "ولو تخللت بہ ردۃ" یعنی ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد اور اسلام پر موت کے درمیان اس لئے کہ صحبت کا نام تو باقی ہے برابر ہے خواہ اسلام کی طرف رجوع ان کی حیات یا ان کے بعد ہو اور برابر ہے خواہ دوبارہ ملاقات ہوئی ہو یا نہیں۔

تشریح:- مولف نے جو صحابہ کی تعریف کی ہے اس میں جو جنس اور فصل کے مقام پر ہے اس کی نشاندہی اور اس کے فوائد وقیود ذکر کر رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لقا جنس کی جگہ میں ہے۔ اور مومنا فصل اول ہے اس سے حالت کفر کی ملاقات خارج ہو گئی۔ اور بہ فصل دوم ہے۔ اس سے وہ نکل جائیں گے جنہوں نے آپ کے علاوہ کسی نبی سے ملاقات کی ہو جیسے "حواریین" اور مات علی الاسلام فصل سوم ہے اس سے کفر پر مرنے والے خارج

نے ایمان ہی نہیں قبول کیا بلکہ اپنی بہن سے شادی بھی کرا دی۔ اسی طرح ارباب رجال کا
صحابہ کی جماعت میں شمار کرنا اور انکی حدیث کو مسانید میں ذکر کرنا دلیل ہے صحابیت کی۔
حل: فی المسئلۃ۔ مراد اس سے مسئلہ ارتداد ہے۔ ذلک۔ الاسلام۔
ولم یتخلف۔ اشعث کو ارباب رجال نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ
انکی احادیث کو اس وجہ سے لیا ہے کہ روایت کا تحمل کفر میں اور ادا اسلام میں معتبر ہے۔
خیال رہے کہ یہاں ایک اور مسئلہ قابل ذکر ہے کہ اگر آپ کو کسی نے قبل وفات کی
حالت میں دیکھا ہو تو صحابہ کی فہرست میں شامل رہیں گے یا خارج۔ ابن جماعہ انکار کرتے
ہیں اور علائی اسے داخل صحابہ مانتے ہیں۔ علامہ بلقینی اور ابن عبد البر کا رجحان بھی یہی ہے۔
تنبيهان احدهما لاخفاء في رجحان رتبة من لازمه صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم وقاتل معه او قتل تحت رايته على من لم يلازمه او لم يحضر معه مشهدا وعلى من كلمه يسيرا او ماشاه قليلا او راه على بعد او في حال الطفولية وان كان شرف الصحبة حاصلا للجميع ومن ليس له منهم سماع منه فحديثه مرسل من حيث الرواية وهم مع ذلك معدودون في الصحابة لما نالوه من شرف الرؤية ثانيهما يعرف كونه صحابيا بالتواتر والاستفاضة او الشهرة او باخبار بعض الصحابة او بعض ثقات التابعين او باخباره عن نفسه بانه صحابي اذا كانت دعواه ذلك تدخل تحت الامكان وقد استشكل هذا الاخير جماعة من حيث ان دعواه ذلك نظير دعوى من قال انا عدل ويحتاج الى تامل۔
ترجمہ: دو تنبیہ: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی
صحبت اختیار کی اور آپ کے ساتھ قتال کیا یا آپ کے جھنڈے کے نیچے شہید ہوئے ان
کے مرتبہ کے افضل ہونے میں کوئی شبہ نہیں بمقابلہ جنہوں نے آپ کی صحبت نہیں
اختیار کی اور کسی معرکہ میں حاضر نہیں ہوئے یا اس پر جنہوں نے تھوڑی گفتگو کی یا تھوڑا
ساتھ چلے یا دور سے دیکھا یا بچپن میں دیکھا اگرچہ شرف صحبت ان سب کو حاصل ہے۔ اور
ان میں سے جن کو سماع حاصل نہیں روایت میں اس کی حدیث مرسل ہے وہ اس کے
باوجود صحابہ میں شمار رکھتے ہیں چونکہ شرف دیدار سے مشرف ہیں۔ دوسری تنبیہ یہ ہے کہ

صحابی ہونے کا علم یا تو تواتر کے ذریعہ سے یا استفاضہ یا شہرت کے ذریعہ سے یا بعض ا
کے بتانے سے یا بعض ثقہ تابعین کے خبر دینے سے یا خود ان کے کہنے سے وہ صحابی ہیں
جب کہ ان کا دعوی امکان کے تحت داخل ہو تا ہو۔ علم مصطلح میں ایک جماعت نے اس
آخری صورت پر (خود کے دعوی صحابیت پر) اشکال کیا ہے کہ یہ تو ایسے دعوی کے مثل
ہے جیسے کوئی کہے انا عدل اور اس میں غور و تامل کی ضرورت ہے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف صحابہ کی تعریف میں دو تنبیہ یا دو فائدے ذکر کر رہے
ہیں۔ اول یہ کہ گو من حیث الصحبہ سب صحابہ ہیں مگر ان میں مراتب کے اعتبار سے فرق
ہے۔ جنھوں نے طویل صحبت اٹھائی معرکہ میں حاضر رہے یا شہید ہوئے یہ ان کے مقابلہ میں
افضل ہوں گے جنھوں نے صرف ملاقات کی۔ بعض علماء اصول نے صحابہ کے مختلف مراتب
بیان کئے ہیں۔ حاکم نیشاپوری نے ١٢ طبقات ابن سعد نے پانچ طبقے ذکر کئے ہیں جنکی تفصیل
عاجز کے رسالہ ارشاد اصول الحدیث جو اس فن پر جامع رسالہ ہے دیکھے جا سکتے ہیں۔

دوسری تنبیہ یہ بیان کی ہے کہ صحابی کی معرفت کیسے ہوگی۔ یا تو تواتر سے ہوگی۔ یا
شہرت سے یا خود ان کے خبر دینے سے ہوگی۔ یا ثقہ تابعین کے بیانات یا خود ان کے اقرار
سے ہوگی۔

حل: الاولی۔ اس تنبیہ میں مراتب صحابہ کا بیان ہے۔ جس میں ان کی فضیلت و فوقیت کا
معیار بیان کیا گیا ہے۔

لازمه۔ یعنی طول صحبت۔ تحت رایته۔ جھنڈے کے نیچے یعنی جہادی شرکت۔
مشہد۔ معرکہ جنگ۔ غزوات۔ بشارہ۔ مشاہدات سے۔ یعنی ساتھ چھوڑ۔
طفولیۃ۔ یعنی سن تمیز و معرفت کی حد سے قبل۔ مرسل۔ مرسل ہو کر مقبول ہوگی۔
متعرف الرویۃ۔ یعنی ملاقات۔ خیال رہے ایک ساعت کی صحبت اور زیارت بھی
ثبوت صحابیت کے لئے موثر ہے جمہور اسی کے قائل ہیں۔ خواہ روایت یا قیام ہو یا نہ ہو۔
بخلاف ابن مسیب کے وہ اس کے قائل ہیں کہ ایک سال دو سال قیام رہا ہو۔ یا ایک دو
غزوہ میں شرکت ہو۔

ثانیہما۔ صحابی کی معرفت کا طریق کیا ہوگا اس کا بیان۔ بالتواتر۔ جیسے صدیق اکبر اور عشرہ

مشہور۔ الاستفاضہ والمشہور۔ دونوں کا مفہوم ایک ہے معمولی فرق یہ ہے کہ مستفیض میں ناقلین کی تعداد ابتداءً وانتہاءً برابر رہتی ہے۔ اور مشہور عام ہے۔

باخبار نفسہ۔ یہ اس وقت معتبر ہے جب کہ ممکن اور معروف العدالۃ ہو۔ ظفر الامانی میں اس کے متعلق تین قول ہیں۔ (۱) دعویٰ ثابت نہ ہوگا۔ ابن قطان اور زین سخاوی کی بھی رائے ہے۔ (۲) صحبت یسیرہ تو ثابت ہو سکتی ہے۔ طویلہ نہیں۔ (۳) عادل ہو اور ظاہر کے خلاف نہ ہو۔ اسی کو کتاب میں تحت الامکان سے ذکر کیا ہے۔

تحت الامکان۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا دعویٰ امکان عادی اور شرعی کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً سو سال گذرنے کے بعد کسی نے صحابیت کا دعویٰ کیا تو مردود ہے۔ جیسے رتن ہندی نے کہ اس نے چھٹی ہجری میں صحابیت کا دعویٰ کیا۔ اسی طرح شیخ عبداللہ علمبردار جن کی عمر ۷ سو سال بتائی جاتی ہے جو قلندریہ سلسلہ میں ہیں۔ کذا فی الانتقاح۔

ھذا الاخیر۔ مطلب یہ ہے کہ انا صحابی کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے انا عادل۔ جس طرح ہر شخص کہے تو معتبر نہیں اسی طرح یہ دعویٰ بھی۔ اس شبہ کا یہ جواب دیا جائے گا کہ مجہول الحال میں تو یہ تردد اور شبہ باقی رہ سکتا ہے مگر معروف العدالۃ و ظاہر العدالۃ ہو تو کوئی اشکال نہیں یہی مطلب ہے "یحتاج الی تامل کا"۔

انتباہ۔ صحابہ کی تعریف کے سلسلے میں مزید چند امور۔ (۱) رویت و لقاء میں حالت البلوغ شرط نہیں۔ (۲) رویت و لقاء بعد نبوت معتبر ہے۔ قبل النبوۃ معتبر نہیں۔ (۳) صحابی کی تعریف، جن صحابی کو بھی شامل ہے (ظفر الامانی)

أَوْ يَنْتَهِي غَايَةُ الْإِسْنَادِ إِلَى التَّابِعِيِّ وَهُوَ مَنْ لَقِيَ الصَّحَابِيَّ كَذٰلِكَ وَهٰذَا مُتَعَلِّقٌ بِاللُّقِيِّ وَمَا ذُكِرَ مَعَهُ إِلَّا قَيْدَ الْإِيمَانِ بِهِ وَذٰلِكَ خَاصٌّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَارُ خِلَافًا لِمَنِ اشْتَرَطَ فِي التَّابِعِيِّ طُولَ الْمُلَازَمَةِ أَوْ صِحَّةَ السَّمَاعِ أَوِ التَّمْيِيزِ وَبَقِيَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ طَبَقَةٌ اُخْتُلِفَ فِي إِلْحَاقِهِمْ بِأَيِّ الْقِسْمَيْنِ وَهُمُ الْمُخَضْرَمُونَ الَّذِينَ أَدْرَكُوا الْجَاهِلِيَّةَ وَالْإِسْلَامَ وَلَمْ يَرَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَعَدَّهُمُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الصَّحَابَةِ وَادَّعَى عِيَاضٌ وَغَيْرُهُ أَنَّ ابْنَ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُولُ إِنَّهُمْ صَحَابَةٌ۔

ترجمہ:- یا مسند نخشی ہو تابعی تک اور یہ وہ ہیں جنھوں نے صحابی سے ملاقات کی ہو اسی طرح اور یہ متعلق ہے لقاء کے ساتھ اور اس کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ سوائے ایمان کی قید کے یہ خاص ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ۔ اور یہی مختار ہے۔ یہ قول مخالف ہے اس کے جو تابعی میں طول ملازمت یا صحت سماع یا تمیز کی شرط لگاتے ہیں۔ رہ گیا صحابہ و تابعین کا وہ درمیانی طبقہ جو مخضرمین ہیں وہ کس قسم میں داخل ہیں۔ اختلاف ہے۔ اور یہ وہ ہے جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا ہے۔ لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے۔ ابن عبدالبر نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ ابن عبدالبر کا قول کہ وہ صحابہ ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف تابعی کی تعریف اور مخضرمین کے صحابہ ہونے ہونے میں جو اختلاف ہیں بیان کر رہے ہیں۔ تابعی جنھوں نے حضرت صحابہ کی زیارت کی ہو انہیں شرطوں کے ساتھ جو صحابہ کے بیان میں ہے۔ حافظ کی عبارت الا قید الایمان سے بظاہر یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ایمان کی حالت میں لقا شرط نہیں۔ مخضرمین یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا اور آپ کی وفات کے بعد ایمان لائے انکو ابن عبدالبر نے طبقات صحابہ میں شمار کرایا ہے۔ جیسے جبیر بن نفیر، زید ابن وہب، سوید بن غفلہ۔

محل: کذلک۔ یعنی مثل صحابی کے۔ مطلب یہ ہے صحابی سے ملاقات ہو نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لاتے ہوئے خواہ بیچ میں ردت کا واقعہ کیوں نہ پیش آجائے۔

الا قید الایمان به۔ بظاہر اس قید کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تابعی کفر کی حالت میں صحابی کو دیکھے پھر ایمان لے آئے تو اور اسلام پر وفات ہو تو تابعی ہوں گے۔

و ذلک خاص بالنبی۔ اس عبارت کی قید کا مفہوم واضح نہیں۔ کہ لقاء ایمان کے ساتھ صحابی کے لئے قید ہے تو یہ ظاہر ہے۔ مگر تابعی کے لئے بھی ایمان کے ساتھ لقاء کی شرط کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایمان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو آپ کے علاوہ پر نہ ہو۔ جیسے اہل کتاب تو پھر اس شرط میں صحابہ بھی شریک ہیں۔ واللہ اعلم۔ نخشی نے بھی اول مفہوم بیان کرنے کے بعد لکھ دیا ہے۔ عبارت خلل سے خالی نہیں۔ بظاہر یہاں کوئی جملہ رہ گیا ہے۔

هو المختار یعنی رویت کافی ہے۔ خلافاً۔ اسکے خلاف بعضوں نے طول صحبت اور سماع روایت کی بھی شرط لگائی ہے۔ خطیب نے طول صحبت کی شرط۔ ابن حبان نے سماع کی شرط کو تاکید کی ہے۔

او التمییز یعنی ایسی عمر ہو کہ وہ روایت کو محفوظ رکھ سکے۔

ولم یر النبی۔ مطلب دیکھا تو ہو مگر اسلام کی حالت میں نہیں۔ امام مسلم نے اس کی تعداد بیس ۲۰ نووی نے اس سے زائد عراقی نے اسکی تعداد چالیس بتائی ہے۔

ابن عبدالبر نے ان کو طبقہ صحابہ میں ذکر کیا ہے اس سے صحابہ میں داخل کرنا ضروری نہیں۔ مقصد اس عہد کے تمام حضرات کا استیعاب ہے۔ خیال رہے کہ مخضرمین تابعین میں سے ہوں تو ان کا صحابی نہ ہونا یقینی ہے۔

وَفِیْهِ نَظَرٌ لِاَنَّهٗ اَفْصَحَ فِيْ خُطْبَةِ كِتَابِهٖ بِاَنَّهٗ اِنَّمَا اَوْرَدَهُمْ لِيَكُوْنَ كِتَابُهٗ جَامِعًا مُسْتَوْعِبًا لِاَهْلِ الْقَرْنِ الْاَوَّلِ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُمْ مَعْدُوْدُوْنَ فِيْ كِبَارِ التَّابِعِيْنَ سَوَاءٌ عُرِفَ اَنَّ الْوَاحِدَ مِنْهُمْ كَانَ مُسْلِمًا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَالنَّجَاشِيِّ اَوْلَا لٰكِنْ اِنْ ثَبَتَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ كُشِفَ لَهٗ عَنْ جَمِيْعِ مَنْ فِي الْاَرْضِ فَرَاٰهُمْ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُعَدَّ مَنْ كَانَ مُؤْمِنًا بِهٖ فِيْ حَيَاتِهٖ اِذْ ذَاكَ وَاِنْ لَمْ يُلَاقِهٖ فِي الصَّحَابَةِ لِحُصُوْلِ الرُّؤْيَةِ مِنْ جَانِبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: — اور یہ محل نظر ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے (مخضرمین کو) ذکر کیا ہے کہ تاکہ ان کی کتاب قرن اول کے تمام لوگوں کو شامل ہو جائے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کبار تابعین میں شامل کیے جائیں۔ چاہے کہ ان میں سے کوئی عہد نبوت میں اسلام قبول کیے ہو جیسے نجاشی یا نہیں۔ لیکن اگر ثابت ہو جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں تمام ان لوگوں کا جو زمین پر ہیں انکشاف فرمایا گیا تھا پس آپ نے ان کو دیکھ لیا تو ان میں مناسب ہے کہ ان کو بھی صحابہ میں شمار کر لیا جائے جو آپ کے عہد میں مومن تھے۔ اسی وقت یعنی اسراء کے وقت۔ اگرچہ انھوں نے ملاقات نہیں کی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے رویت کے پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مختصر میں کے متعلق تحقیق تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ مزید لیلۃ اسرائیل ایک روایت کے متعلق جن کو آپ نے دیکھا اور وہ آپ کے عہد میں مومن تھے ان کو بھی احتمالاً صحابہ میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

حل: الفصیح. مطلب یہ ہے کہ ابن عبدالبر نے احتیاطاً ایسا کیا ہے تاکہ سب آپائیں اس سے صحابہ ہونا ثابت نہ ہوگا۔

والصحیح. مولف اور بیشتر علماء کے نزدیک۔ منہم۔ یعنی مسلمان میں سے جیسے نجاشی اور حضرت اویس۔

اولا یا معلوم نہ ہو کہ اس عہد میں مسلمان تھے۔ یعنی شہرت نہیں ہوئی گو وہ نفس الامر میں ہو فراھم۔ یعنی شب معراج میں دیکھا۔ اذ ذالك۔ یعنی لیلۃ الاسرائیل۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے کہ آپ نے شب معراج میں روئے زمین کے تمام انسانوں کو دیکھا تو پھر وہ شخص جو اس وقت یعنی رات میں مومن تھا۔ صحابہ میں داخل ہو جائے گا۔ اگر اس دنیا میں اس نے آپ سے ملاقات نہیں کی چونکہ آپ کا یہ معراج جسمانی تھا اور رویت عام ہے خواہ دونوں جانب سے یا ایک جانب سے۔ ارباب تحقیق کے رائے ہے کہ رویت ثابت بھی ہو گی تو عالم الغیب میں اس سے دنیاوی حکم کا ثبت ہو گا۔

فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَ هُوَ مَا يَنْتَهِي اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ غَايَةُ الْاِسْنَادِ وَ هُوَ الْمَرْفُوْعُ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْاِنْتِهَاءُ بِاِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ اَمْ لَا وَالثَّانِي الْمَوْقُوْفُ وَ هُوَ مَا يَنْتَهِي اِلَى الصَّحَابِيِّ، وَ الثَّالِثُ الْمَقْطُوْعُ وَ هُوَ مَا يَنْتَهِي اِلَى التَّابِعِيِّ وَ مَنْ دُوْنَ التَّابِعِيِّ مِنْ اَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ فِيْهِ اَيْ فِي التَّسْمِيَةِ مِثْلُهٗ اَيْ مِثْلُ مَا يَنْتَهِي اِلَى التَّابِعِيِّ فِي تَسْمِيَةِ جَمِيْعِ ذٰلِكَ مَقْطُوْعًا وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ مَوْقُوْفٌ عَلٰى فُلَانٍ.

ترجمہ:- پس اقسام ثلاثہ میں سے قسم اول جس کا بیان ماقبل میں گذر چکا وہ ہے جس کی سند نبی پاک صلی اللہ علیہ وصحبہ وسلم تک پہونچے وہ مرفوع ہے۔ برابر ہے خواہ اس کا پہونچنا سند متصل سے ہو یا نہ ہو دوسرا موقوف ہے جس کی سند صحابی تک پہونچے۔ اور تیسرا مقطوع ہے جس کی سند تابعی تک پہونچے یا تابعی سے نیچے جو اتباع تابعین میں ہوں یا اس کے نیچے

نام رکھنے میں اسی کے مثل ہے۔ یعنی تابعی کے پہونچنے تک کی طرح مقطوع ہی ہوگا۔ اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ فلاں پر موقوف ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف حدیث پاک کی مشہور قسمیں مرفوع، موقوف اور مقطوع کو بیان کر رہے ہیں اور مقطوع کے اطلاق کی وسعت کو بیان کر رہے ہیں کہ جو تابعی پر ختم ہو جائے یا اس کے کسی بھی راوی پر اس کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ سب پر مقطوع ہی کا اطلاق ہوگا۔ اور اسکی دوسری تعبیر موقوف علی فلان بھی ہے۔

حل: القسم الاول۔ یہ اقسام ثلاثہ من حیث الاسناد ہیں۔

غاية۔ یہ لفظ عبارت میں زائد ہے۔

متصل۔ یعنی سند میں کہیں حذف نہ ہو۔ ورنہ سند منقطع ہو جائے۔

في التسمية۔ یعنی اشتراک تسمیہ۔

في تسمية ذلك۔ یہ جملہ وضاحتی ہے ورنہ تو مقصود مثلہ میں ظاہر ہو گیا۔

ان شئت۔ یہ دوسری تعبیر ہے۔ موقوف علی فلان

فَيَحْصُلُ الْفَرْقُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بَيْنَ الْمَقْطُوْعِ وَ الْمُنْقَطِعِ فَالْمُنْقَطِعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْاِسْنَادِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالْمَقْطُوْعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْمَتْنِ كَمَا تَرٰى وَ قَدْ اَطْلَقَ بَعْضُهُمْ هٰذَا فِي مَوْضِعِ هٰذَا وَ بِالْعَكْسِ تَجَوُّزًا عَنِ الْاِصْطِلَاحِ وَ يُقَالُ لِلْاَخِيْرَيْنِ اَيِ الْمَوْقُوْفِ وَ الْمَقْطُوْعِ الْاَثَرُ وَالْمُسْنَدُ فِي قَوْلِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ هٰذَا حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ هُوَ مَرْفُوْعُ صَحَابِيٍّ بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْاِتِّصَالُ.

ترجمہ:- پس اصطلاحی فرق معلوم ہو جائے گا مقطوع اور منقطع کے درمیان پس منقطع اسناد کے مباحث میں ہے جیسے کہ گذرا اور مقطوع متن کے مباحث میں ہے۔ جیسا کہ دیکھ چکے اور بعضوں نے اس کے بجائے (مقطوع) اس کا (منقطع) بھی اطلاق کیا اور اسکے عکس کے ساتھ (منقطع کی جگہ مقطوع) اصطلاح میں مجاز اختیار کرتے ہوئے۔ اور آخر کی ان دونوں کو یعنی موقوف اور مقطوع کو اثر کہا جاتا ہے۔ اور اہل حدیث کی اصطلاح میں ہذا حدیث مسند کہا جاتا ہے وہ صحابی کا مرفوع ہے جس کی سند ظاہرا متصل ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اولاً منقطع اور مقطوع کے اصطلاحی فرق کو بیان کر رہے ہیں۔

اس سے تابعی کا مرفوع نکل جائے گا کہ وہ مرسل ہے۔ یا جو اس سے پہلے کا سبب کہ وہ معضل ہے یا معلق ہے اور میرے قول ظاہرہ الاتصال سے جو ظاہر الانقطاع ہو نکل جائے گا۔ اور داخل ہو جائے گا وہ جس میں احتمال ہو۔ اور جس میں حقیقتاً اتصال ہو بدرجہ اولیٰ اور ظہور کی تقیید سے سمجھ لیا جائے کہ انقطاع خفی کو جیسے مدلس کا عنعنہ یا معاصر کا جس کی ملاقات ثابت نہ ہو حدیث کو مسند ہونے سے نہیں نکالے گا ان ائمہ کے اتفاق کی وجہ سے جنہوں نے مسانید کی تخریج کی ہے۔ اور یہ تعریف حاکم کی تعریف کے موافق ہے کہ مسند وہ ہے جس کو محدث روایت کرے شیخ سے جس کا سماع ظاہر ہو اس سے۔ اس طرح وہ شیخ شیخ سے متصل کرے صحابی تک جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف علامؒ مسند کی تعریف کی جنس اور فصل کو بیان کر رہے ہیں۔ پھر مسند کے سلسلہ میں جو تفصیل ہے اسے ذکر کر رہے ہیں۔

حل: کالجنس۔ عام ہونے کی وجہ سے محدود اور غیر محدود ہر ایک کو شامل ہے۔

کالفصل۔ یہ فصل ہے اس سے تابعی کا مرفوع نکل گیا۔

معضل یا معلق۔ علی سبیل مانعۃ الخلو ہے کہ دونوں کا جمع ہونا تو ممکن ہے۔ اگر سند سے دو یا دو سے زاید مسلسل ساقط ہوں تو معضل اور مبادی سند سے ہو تو معلق ہے۔

یخرج ما ظاهره الانقطاع۔ جیسے مرسل جلی۔ اسی طرح اس کو بھی خارج کر دے گا جو احتمال اتصال و انقطاع میں برابر ہو۔

لا یخرج۔ یعنی مرسل خفی مسند رہے گا۔

لم یثبت لقیه۔ وہ مرسل خفی۔ خرجوا۔ یعنی اخرجوا ای المسانید۔

علی ذلک۔ یعنی جو میں نے ذکر کیا۔

وَ اَمَّا الْخَطِيْبُ فَقَالَ الْمُسْنَدُ الْمُتَّصِلُ فَعَلٰى هٰذَا الْمَوْقُوْفُ اِذَا جَاءَ بِسَنَدٍ مُتَّصِلٍ يُسَمّٰى عِنْدَهٗ مُسْنَدًا لٰكِنْ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ قَدْ يَاْتِيْ بِقِلَّةٍ وَ اَبْعَدَ اِبْنُ عَبْدِالْبَرِّ حَيْثُ قَالَ الْمُسْنَدُ الْمَرْفُوْعُ وَ لَمْ يَتَعَرَّضْ لِلْاِسْنَادِ فَاِنَّهٗ يَصْدُقُ عَلَى الْمُرْسَلِ وَالْمُعْضَلِ وَالْمُنْقَطِعِ اِذَا كَانَ الْمَتْنُ مَرْفُوْعًا وَ لَا قَائِلَ بِهٖ۔

ترجمہ:- بہر حال خطیب نے تو یہ تعریف کی ہے کہ مسند وہ ہے جو متصل ہو۔ اس بنا پر

جب موقوف بھی سند متصل سے آئے تو ان کے نزدیک مسند کہا جائے گا۔ لیکن یہ کم
ہوتا ہے۔ اور ابن عبد البر نے عجیب تعریف کی ہے۔ کہ مسند وہ ہے جو مرفوع
ہو۔ اور اسناد سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس پر تعریف مرسل معضل منقطع پر بھی صادق آئے
گی جب کہ متن مرفوع ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

تشریح - مؤلف نے مسند کی تعریف کے متعلق جو لکھا ہے میری تعریف امام حاکم کی
تعریف کے موافق ہے۔ اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خطیب نے جو تعریف کی ہے۔ اس میں
وہ جامعیت نہیں ہے اور ابن عبد البر نے تو اس سے بھی بعید تعریف کی ہے جو مرفوع تو
کیا موقوف مقطوع، معضل، منقطع، مرسل سب کو شامل ہو جاتی ہے۔

حل لغات: خطیب۔ مراد ابو بکر صاحب تاریخ بغداد۔ ان کی ذکر کردہ تعریف
موقوف مقطوع کو بھی شامل ہے۔

یاتی بقلۃ۔ اس معنی مذکور میں یہ کم آتا ہے۔ یعنی موقوف پر مسند کا اطلاق کم ہوتا ہے۔
ولم یتعرض۔ یعنی مسند کے متصل اور منقطع ہونے کا بالکل ذکر نہیں کیا۔
ولا قائل۔ یہ تعریف معضل، معلق، مرسل کو بھی مسند بنا دیتی ہے اس کا کوئی قائل نہیں۔
خطیب سے بھی ان کی تعریف وسیع تر ہے۔ خطیب کی تو موقوف کو شامل تھی اور ان
کی منقطع وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

فإن قل عدده أي عدد رجال السند فإما أن ينتهي إلى النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم بذلك العدد القليل بالنسبة إلى سند آخر يرد به ذلك الحديث بعينه بعدد كثير أو ينتهي إلى إمام من أئمة الحديث ذي صفة علية كالحفظ والفقه والضبط والتصنيف وغير ذلك من الصفات المقتضية للترجيح كشعبة ومالك والثوري والشافعي والبخاري ومسلم ونحوهم فالأول وهو ما ينتهي إلى النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم العلو المطلق فإن اتفق أن يكون سنده صحيحا كان الغاية القصوى وإلا فصورة العلو فيه موجودة ما لم يكن موضوعا فهو كالعدم.

ترجمہ: پس اگر اس کی تعداد کم ہو یعنی سند کے رجال کی تو یا تو نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم تک اس عدد قلیل کے ساتھ منتہی ہو کا بنسبت دوسری سند کے کہ بعینہ یہی
حدیث عدد کثیر کے ساتھ آرہی ہو۔ یہ کہ وہ سند منتہی ہوتی ہو ائمہ حدیث کے کسی ایک
امام تک جو بلند صفات کے حامل ہوں جیسے حفظ، تفقہ، ضبط، تصنیف وغیرہ ایسے اوصاف
جو ترجیح کا تقاضا کرتے ہوں جیسے شعبہ، مالک، ثوری، شافعی، بخاری، مسلم اور ان کے
مثل پس اول جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہو وہ علو مطلق ہے۔ پھر سند صحیح
کے ہونے میں یہ حدیث متفق ہو جائے تو یہ انتہا درجہ کی بلند ہوگی ورنہ تو علو کی صورت
اس میں موجود ہے جب تک کہ وہ موضوع نہ ہو کہ وہ تو مانند عدم کے ہے۔

تشریح:- اس مقام پر مؤلف سند کی قلت و کثرت کے اعتبار سے یعنی سند کے عالی اور
نازل ہونے کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم کر رہے ہیں۔ اگر دو سندوں کے مقابلے ایک
سند کے راوی کم ہوں تو کم سند والی کو علو مطلق کہتے ہیں۔ اس کا مقابل نازل ہے جس میں
دوسرے کے مقابلہ راوی زائد ہوں۔

قل عددہ۔ یعنی سند کے رجال۔ یعنی سند قلیل۔

بالنسبۃ یہ صفت ہے سند کی یعنی کسی سند آخر۔

ینتہی۔ تو یہ ذلک السند ہے۔

ونحوہم۔ مثلاً لیث ابن عیینہ وغیرہ۔

المتفق۔ ای الحدیث المذکور۔ الغایۃ القصوی۔ انتہائی بلند مرتبہ۔

چونکہ صحت اور مرتبہ علیا کا جامع ہوتا ہے۔ کالعدم۔ موضوع بالکل معدوم کے
حکم میں ہے۔ یعنی قلت عدد اگر موضوع میں آئے تو کیا اسے بھی علو کہا جائے گا ہرگز
نہیں موضوع حدیث کہاں ہے کہ اس کا اعتبار ہو۔ خیال رہے کہ اسناد حدیث اس امت
کے خصائص میں سے ہے۔ اس امت کو خدا نے پاک احادیث مرویہ میں سند اور اس کے
متعلقات علوم کا الہام کیا۔ اور اس میں علو سند مطلوب و محمود ہے۔ چونکہ اس سے خطا کا
احتمال کم از کم اور صدق و یقین کا رخ غالب ہوتا ہے۔

امام احمد کا قول ہے طلب الاسناد العالی سنۃ عن سلف۔ علو اسناد کا حصول
اسلاف کی سنت ہے۔ حاکم نیشاپوری نے کہا طلب الاسناد العالی صحیحۃ.

بلند پایہ محدثین نے اسناد عالی کے حصول میں محنت شاقہ برداشت کی ہے۔ اور اس کا شدید اہتمام کیا ہے۔

وَالثَّانِي الْعُلُوُّ النِّسْبِيُّ وَهُوَ مَا يَقِلُّ الْعَدَدُ فِيهِ إِلَى ذٰلِكَ الْإِمَامِ وَلَوْ كَانَ الْعَدَدُ مِنْ ذٰلِكَ الْإِمَامِ إِلَى مُنْتَهَاهُ كَثِيرًا وَقَدْ عَظُمَتْ رَغْبَةُ الْمُتَأَخِّرِينَ فِيهِ حَتّٰى غَلَبَ ذٰلِكَ عَلٰى كَثِيرٍ مِنْهُمْ بِحَيْثُ أَهْمَلُوا الْاِشْتِغَالَ بِمَا هُوَ أَهَمُّ مِنْهُ وَإِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ الْعُلُوُّ مَرْغُوبًا فِيهِ لِكَوْنِهِ أَقْرَبَ إِلَى الصِّحَّةِ وَقِلَّةِ الْخَطَاءِ لِأَنَّهُ مَا مِنْ رَاوٍ مِنْ رِجَالِ الْإِسْنَادِ إِلَّا وَالْخَطَأُ جَائِزٌ عَلَيْهِ فَكُلَّمَا كَثُرَتِ الْوَسَائِطُ وَطَالَ السَّنَدُ كَثُرَتْ مَظَانُّ التَّجْوِيزِ وَكُلَّمَا قَلَّتْ قَلَّتْ.

ترجمہ۔ اور دوسرا علو نسبی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں تعداد کم ہو کسی امام فن حدیث تک اگرچہ اس امام فن سے اس کی تعداد (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم) تک زیادہ کیوں نہ ہو۔ اور متاخرین کی رغبت اس میں (علو اسناد کے حصول میں) بہت زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ بہت سے دوسری اہم مشغولیتوں کو چھوڑ کر اس میں لگ گئے۔ اس وجہ سے کہ اسناد علو مرغوب ہے۔ چونکہ یہ اقرب الی الصحۃ ہے۔ اور خطاء قلیل (کا احتمال ہے) اس لئے کہ اسناد کے رجال میں سے کوئی ایسا راوی نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں غلطی کا احتمال ہے۔ پس جس قدر وسائط کم ہونگے اور سند میں طول ہوگا تو احتمال خطا کا غالب ہوگا اور جتنے وسائط کم ہونگے اسی قدر احتمال کم ہوگا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف علو نسبی کی تعریف کر رہے ہیں۔ اسکے بعد علو اسناد کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں۔

قولہ۔ نسبی۔ چونکہ یہ علو بھی نسبت کے اعتبار سے ہے اس لئے اسے نسبی کہا جاتا ہے۔

الامام۔ مراد اس سے ائمہ فن حدیث محدث وقت ہے۔ منتہاہ۔ جہاں سند جا کر ختم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مرغوبا۔ خواہ مطلق علو ہو یا علو نسبی۔ مظان التجویز۔ یعنی تجویز خطا کا گمان ظاہر ہے کہ جب افراد زائد ہوں گے تو احتمال خطاء بھی اسی قدر زائد ہوگا۔

وکلما قلت۔ ای الوسائط۔ وسائط کی کمی سے احتمال کم ہوگا۔ جیسے بخاری کی ثلاثیات

ہو طالب ثابت ہے۔

فَإِنْ كَانَ فِي النُّزُولِ مَزِيَّةٌ لَيْسَتْ فِي الْعُلُوِّ كَأَنْ يَكُونَ رِجَالُهُ أَوْثَقَ مِنْهُ أَوْ أَحْفَظَ أَوْ أَفْقَهَ أَوِ الْاِتِّصَالُ فِيهِ أَظْهَرُ فَلَا تَرَدُّدَ فِي أَنَّ النُّزُولَ أَوْلَى. وَأَمَّا مَنْ رَجَّحَ النُّزُولَ مُطْلَقًا وَاحْتَجَّ بِأَنَّ كَثْرَةَ الْبَحْثِ تَقْتَضِي الْمَشَقَّةَ فَيَعْظُمُ الْأَجْرُ فَذَلِكَ تَرْجِيحٌ بِأَمْرٍ أَجْنَبِيٍّ عَمَّا يَتَعَلَّقُ بِالتَّصْحِيحِ وَالتَّضْعِيفِ.

ترجمہ:- اگر نزول میں کوئی خوبی ایسی ہو جو علو میں نہ ہو کہ اس کے رجال اوثق، احفظ یا افقہ یا اس میں اتصال نمایاں ہوتا ہے۔ تو بلاشک نزول اولیٰ ہوگا اور بہر حال جنہوں نے نزول کو مطلقاً ترجیح دی ہے اور استدلال پیش کیا کہ کثرت بحث تقاضا کرتی ہے مشقت کا تو اس سے ثواب زیادہ ہوگا تو یہ ایک ایسے امر اجنبی کو ترجیح دینا ہے جو تصحیح و تضعیف سے متعلق ہے۔

تشریح:- اس مقام سے بیان کر رہے ہیں کہ کبھی عالی پر نازل فائق ہو جاتا ہے اس کی سند میں راوی کی بعض امتیازی خوبیوں کی وجہ سے۔ پھر ان حضرات پر تردید ہے جو مطلقاً نازل کو مشقت کی وجہ سے فائق مانتے ہیں۔

حل: مزیۃ، کوئی وصف زائد، خصوصیت، باعث ترجیح امور۔

فلا تردد: رجال کے اوثق وغیرہ ہونے کی وجہ سے بلاشبہ نازل عالی پر فائق ہو جائیگا۔

مطلقاً: یعنی رجال اوثق وغیرہ ہوں یا نہ ہوں نازل مشقت کی وجہ سے فوقیت حاصل ہوگی۔

چنانچہ ابن خلاد نے بعض اہل نظر سے نزول کی یہ ترجیح نقل کی ہے۔ اس لئے کہ جو ثقہ تحقیق زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ ابن صلاح نے اس قول کو رد کیا ہے۔

فذلک: مطلقاً نازل کے فائق ہونے کی تردید ہے کہ کثرت مشقت مطلوب تھوڑے ہی ہے۔ بوجہ نزول کے درجات کے خطا کا احتمال زائد ہوگا۔ قلت احتمال خطا مفید صحت ہے۔ اس لئے مشقت کی وجہ سے "ترجیح دینا درست نہیں"

وَفِيهِ أَيْ فِي الْعُلُوِّ النِّسْبِيِّ الْمُوَافَقَةُ وَهِيَ الْوُصُولُ إِلَى شَيْخِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ مِنْ غَيْرِ طَرِيقِهِ أَيِ الطَّرِيقَةِ الَّتِي تَصِلُ إِلَى ذَلِكَ الْمُصَنِّفِ الْمُعَيَّنِ مِثَالُهُ رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْ قُتَيْبَةَ عَنْ مَالِكٍ حَدِيثًا فَلَوْ رَوَيْنَاهُ مِنْ طَرِيقِهِ كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قُتَيْبَةَ ثَمَانِيَةٌ وَلَوْ رَوَيْنَا ذَلِكَ الْحَدِيثَ بِعَيْنِهِ مِنْ طَرِيقِ أَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ عَنْ قُتَيْبَةَ

مثلاً لكان بيننا و بين قتيبة فيه سبعة فقد حصلت الموافقة مع البخاري في شيخه بعينه مع علو الإسناد على الإسناد إليه.

ترجمہ:- اس میں یعنی علو نسبی میں موافقت ہے۔ وہ مولفین میں سے کسی شیخ کی طرف اس طریق کے علاوہ سے پہونچنا ہے جس سے وہ مولف معین تک پہونچا ہے اس کی مثال وہ ہے جس کو بخاری نے قتیبہ عن مالک ایک حدیث نقل کی ہے۔ پس ہم اس روایت کو اس طریق سے نقل کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ وسائط ہو نگے پس ہم اس حدیث کو بعینہ ابو العباس سراج کے طریق سے قتیبہ تک نقل کریں تو ہمارا اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہو جائیں گے۔ پس ہمیں بخاری کے ساتھ موافقت حاصل ہو گی۔ بعینہ ان کی شیخ کے ساتھ علو اسناد کے طور پر۔

تشریح:- اس مقام سے علو نسبی کے اقسام۔ اسکی تعریف اور تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ اسکی چار قسمیں ہیں۔ موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ۔ مولف نے اولا موافقت کو بیان کیا ہے۔

مذکورہ عبارت اسی کے متعلق ہے۔ موافقت کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ مولفین حدیث میں سے کسی شیخ کی طرف اس کی سند کے علاوہ کسی دوسری سند سے کم واسطہ میں پہونچ جانا کہ مصنف درمیان میں نہ آئے۔

احد المصنفین۔ یعنی مولفین کتب حدیث میں سے۔

من غیر طریقہ۔ مؤلف کے سلسلہ سند کے علاوہ دوسرے طریق سے۔

من طریق ابن ابی عباس۔ یعنی اس سند سے جس میں ابو العباس ہو۔

مطلب۔ بخاری نے اپنے استاذ قتیبہ کے واسطہ سے ایک حدیث نقل کی ہے اس میں آٹھ واسطے ہیں۔ اگر بخاری کے دوسرے استاذ ابو العباس کے واسطے سے قتیبہ سے نقل کیا جائے تو سات واسطے ہونگے اور بخاری کا واسطہ نہ ہو گا۔ یہ موافقت کی مثال ہے۔

وَفِيهِ أَيِ الْعُلُوِّ النِّسْبِيِّ الْبَدَلُ وَ هُوَ الْوُصُولُ إِلَى شَيْخِ شَيْخِهِ كَذَلِكَ كَأَنْ يَقَعَ لَنَا ذَلِكَ الْإِسْنَادُ بِعَيْنِهِ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى إِلَى الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ فَيَكُونُ الْقَعْنَبِيُّ بَدَلًا فِيهِ مِنْ قُتَيْبَةَ وَ أَكْثَرُ مَا يَعْتَبِرُونَ الْمُوَافَقَةَ وَالْبَدَلَ إِذَا قَارَنَا الْعُلُوَّ وَ إِلَّا فَاسْمُ الْمُوَافَقَةِ وَالْبَدَلِ وَاقِعٌ بِدُونِهِ.

ترجمہ:- اور اسی علو نسبی میں بدل ہے وہ شیخ کے شیخ کی طرف اس طرح پہونچنا ہے کہ بعینہ وا سناد دوسرے طریق سے قعنبی عن مالک روایت ہو جائے۔ پس قعنبی اس میں قتیبہ کا بدل ہو جائے۔ اور بسا اوقات موافقت اور بدل میں اعتبار کرتے ہیں جب کہ دونوں علو میں شریک ہوں۔ ورنہ تو موافقت اور بدل اس کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف بدل کی تعریف مع مثال بیان کر رہے ہیں۔ مؤلف نے تعریف اور مثال دونوں کو ایک میں ضم کر دیا ہے۔ بدل کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی مصنف کتاب یا اس کے شیخ کے سلسلہ کی سند کے علاوہ دوسری سند سے اس مؤلف کے شیخ الشیخ تک پہونچ جائے۔ اور اس سند کی تعداد بھی کم ہو۔

مثلاً امام بخاری اپنے شیخ قتیبہ عن مالک ایک روایت درج کرتے ہیں۔ ادھر ہم کسی ایسی سند سے بلا توسط بخاری کے اور قتیبہ کے جو امام بخاری کے شیخ ہیں امام مالک تک پہونچ جائیں۔ مثلاً قعنبی کے واسطے امام مالک تک جو بخاری کے شیخ الشیخ ہیں تو اسی کا نام اصطلاح اصول میں بدل ہے۔

الوصول الى شيخ شيخه۔ یعنی مؤلف کتاب کے شیخ الشیخ کی طرف پہونچ جانا۔

کذلک۔ علو اسناد کے ساتھ۔

القعنبی: قاف اور نون کے فتحہ کے ساتھ تو امام بخاری کے استاذ تھیں ہیں اور امام مالک کے شاگرد ہیں۔ بدلا فيه۔ مثلاً قتیبہ کے بدلے۔

و اكثر ما يعتبرون۔ اکثر تو موافقت یا بدل علو کے ساتھ ہوتا ہے۔ کبھی بغیر علو کے بھی ہو جاتا ہے۔ بدونه۔ یعنی بغیر علو اسناد کے۔

وَ فِيْهِ أَيْ فِي الْعُلُوِّ النِّسْبِيِّ الْمُسَاوَاةُ وَ هِيَ اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِيْ إِلَى آخِرِهِ أَيْ إِسْنَادِ الْعُلُوِّ النِّسْبِيِّ مَعَ إِسْنَادِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِيْنَ كَأَنْ يَرْوِيَ النَّسَائِيُّ مَثَلاً حَدِيْثًا يَقَعُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ أَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَيَقَعُ لَنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ بِعَيْنِهِ بِإِسْنَادٍ آخَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَقَعُ بَيْنَنَا فِيْهِ وَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَنُسَاوِي النَّسَائِيَّ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدِ مَعَ قَطْعِ

النظر عن ملاحظة ذلك الإسناد الخاص.

ترجمہ - اور علو نسبی میں مساوات ہے۔ وہ راوی سے آخر تک سندوں کی تعداد میں برابر
ہوتا ہے۔ یعنی علو نسبی کے مصنفین میں سے کسی ایک کی سند کے ساتھ جیسے نسائی روایت
کرتے ہیں کسی حدیث کو کہ اس کے اور نسائی کے درمیان گیارہ واسطے ہیں پس بعینہٖ یہی
حدیث ہمارے لئے دوسری سند سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے اور
ہمارے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بھی اس میں واسطے ہوں تو ہم مساوی ہو گئے
نسائی کی عدد کے اعتبار سے قطع نظر کرتے ہوئے کسی سند خاص کے۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف علو نسبی کی قسم مساوات کی تعریف و مثال بیان کر رہے ہیں۔
مساوات: پوری سند کے رواۃ کا مصنفین میں سے کسی کے سند کے رواۃ کے برابر
ہونا۔ جیسے کہ نسائی نے ایک حدیث گیارہ واسطوں سے نقل کی ہے۔ پھر اسی کو کوئی دوسری
سند سے گیارہ واسطوں سے نقل کرے تو یہ نسائی کی مساوات ہوگی۔

الی آخرہ۔ ای آخر الاسناد۔
نفسا۔ ای راویا الخاص۔ یعنی اس مخصوص سند سے قطع نظر کرتے ہوئے۔

وَفِيهِ أي العُلُوِّ النِّسْبِيِّ أيضًا المُصَافَحَةُ وَهِيَ الاسْتِوَاءُ مَعَ تِلْمِيذِ ذَلِكَ المُصَنِّفِ عَلَى الوَجْهِ المَشْرُوحِ أوَّلاً وَسُمِّيَتِ المُصَافَحَةُ لِأَنَّ العَادَةَ جَرَتْ فِي الغَالِبِ بِالمُصَافَحَةِ بَيْنَ مَنْ تَلاقَيَا وَنَحْنُ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ كَأَنَّا لَقِينَا النَّسَائِيَّ فَكَأَنَّا صَافَحْنَاهُ وَيُقَابِلُ العُلُوَّ بِأَقْسَامِهِ المَذْكُورَةِ النُّزُولُ فَيَكُونُ كُلُّ قِسْمٍ مِنْ أَقْسَامِ العُلُوِّ يُقَابِلُهُ قِسْمٌ مِنْ أَقْسَامِ النُّزُولِ خِلافًا لِمَنْ زَعَمَ أَنَّ العُلُوَّ قَدْ يَقَعُ غَيْرَ تَابِعٍ لِلنُّزُولِ.

ترجمہ - اور اسی میں یعنی علو نسبی میں نیز مصافحہ ہے اور وہ برابر ہونا ہے اس مصنف کے
شاگرد کے ساتھ مشروح طور پر اولاً۔ اس کا نام مصافحہ رکھا گیا چونکہ اکثر یہ عادت جاری
ہے کہ دو شخصوں کے درمیان جو ملاقات ہو اس میں یہ (مصافحہ) ہوتا ہے۔ اور جس
صورت میں ہم ہیں تو گویا ہماری ملاقات نسائی سے ہوئی تو ایسا ہے جیسا ہم نے مصافحہ کیا۔
اور علو کے مقابل اپنے مذکورہ اقسام کے ساتھ نزول ہے۔ پس جتنے علو کے اقسام ہوں گے اسی

کے مقابل نزول کے اقسام ہونگے۔ اس کے برخلاف بعضوں نے گمان کیا کہ علو بھی
نزول کے تابع نہیں ہوتا۔

تشریح: - اس مقام سے مولف علو کی قسم مصافحہ کو بیان کر رہے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے
کہ کسی مصنف کا شاگرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط سند کی تعداد میں برابر
ہو جائے۔ یعنی راوی کے اسناد مصنف کی شاگرد کے برابر ہو جائے۔ مختصر تعریف۔ پوری
سند کے رواۃ کا مصنفین میں سے کسی کے شاگرد کی سند کے رواۃ کے برابر ہونا۔ چونکہ عموماً
ملاقات میں مصافحہ کی عادت ہوتی ہے تو گویا کہ اس نے ملاقات کی اور مصافحہ کیا۔

علامہ سخاوی نے کہا کہ اس زمانہ میں "مصافحہ" کی قسم مفقود ہے۔ بعضوں کی رائے
ہے کہ مصافحہ کی مذکورہ تعریف جو ابن حجر نے کی ہے علو نسبی میں داخل نہیں ہے۔ ظاہر
ہے کہ استاذ شاگرد کی سند برابر ہو رہی ہے تو علو میں کیسے داخل ہوگا۔ اس کے بعد مولف
نے بیان کیا ہے کہ علو کے اقسام کی طرح نزول کے بھی اقسام ہیں۔

جرت العادۃ فی الغالب۔ یعنی لوگوں کی عادت یہ ہے کہ ملاقات میں مصافحہ کرتے ہیں۔

کانا لقیناہ۔ سند کے برابر ہونے سے گویا کہ ملاقات کی۔ اور ہماری ملاقات ہو گئی۔

ویقابلہ۔ یعنی نزول قسیم علو کے ہے۔ جس طرح علو مطلق ہے اسی طرح نزول مطلق۔
اسی طرح علو کے اقسام کی طرح نزول کے باقی اقسام ہونگے۔ ابن صلاح نے کہا جو علو کے
اقسام ہونگے اسی کے مقابل نزول کے بھی اقسام ہونگے۔

خلافاً۔ اس ملاقات کا گمان کرنے والے حاکم نیشاپوری ہیں۔ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ
اس سے مراد زین الدین عراقی ہیں۔ اصل میں حاکم نے گمان کیا ہے کہ جو علو کو پہچان لے
گا وہ نزول کو پہچان لے گا اس پر لطیف رد ہے۔

علی وجہ الشروح۔ شروح جمع مذکور ہے۔ مصنف کی تعریف میں عموماً اصحاب
حدیث نے اس لفظ کو ذکر نہیں کیا ہے۔

فَاِنْ تَشَارَكَ الرَّاوِي وَمَنْ رَوَى عَنْهُ فِي اَمْرٍ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالرِّوَايَةِ مِثْلَ السِّنِّ
وَاللُّقِيِّ وَهُوَ الْاَخْذُ عَنِ الْمَشَايِخِ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ رِوَايَةُ الْاَقْرَانِ لِاَنَّهُ يَكُوْنُ
رَاوِيًا عَنْ قَرِيْنِهِ وَاِنْ رَوَى كُلٌّ مِنْهُمَا اَيِ الْقَرِيْنَيْنِ عَنِ الْآخَرِ فَهُوَ الْمُدَبَّجُ وَهُوَ

ساتھ سید عبارات۔ صحبات جو بڑی عمر ہے معظم الطریق اور بڑا وسیع راستہ۔ المسلوکات۔ جاری۔
ذلک۔ اشارہ روایۃ الاکابر ہے۔ لوگوں کے مراتب کی شناخت اور ان کے مدارج کی رعایت کرتا ہے۔

وَمِنْهُ مَنْ رَوَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَ جَمَعَ الْحَافِظُ صَلَاحُ الدِّينِ الْعَلَائِيُّ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ مُجَلَّدًا كَبِيرًا فِي مَعْرِفَةِ مَنْ رَوَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَقَسَّمَهُ أَقْسَامًا فَمِنْهُ مَا يَعُودُ الضَّمِيرُ فِي قَوْلِهِ عَنْ جَدِّهِ عَلَى الرَّاوِي وَ مِنْهُ مَا يَعُودُ الضَّمِيرُ فِيهِ عَلَى أَبِيهِ وَ بَيَّنَ ذَلِكَ وَ حَقَّقَهُ وَ خَرَّجَ فِي كُلِّ تَرْجَمَةٍ حَدِيثًا مِنْ مَرْوِيِّهِ وَ قَدْ لَخَّصْتُ كِتَابَهُ الْمَذْكُورَ وَ زِدْتُ عَلَيْهِ تَرَاجِمَ كَثِيرَةً جِدًّا وَ أَكْثَرُ مَا وَقَعَ فِيهِ مَا تَسَلْسَلَتْ فِيهِ الرِّوَايَةُ عَنِ الْآبَاءِ بِأَرْبَعَةَ عَشَرَ أَبًا۔

ترجمہ:۔ اور اسی قسم میں وہ ہے جس میں اس نے اپنے والد سے اور اس نے دادا سے روایت لی۔ اور متاخرین علماء میں حافظ صلاح الدین علائی نے ایک ضخیم جلد روایۃ عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہے۔ اور اس کی قسموں کو بیان کیا ہے۔ اور اسی میں یہ (بحث بھی ہے) کہ جدہ کی ضمیر راوی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ ابیہ کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے۔ اسے ذکر بھی کیا ہے اور اس کی تحقیق بھی کی ہے۔ اور ہر ایک ترجمہ پر اپنی مرویات کی ایک حدیث پیش کی ہے۔ میں نے اس کتاب مذکور کی تلخیص کی ہے اور اس میں بہت سے تراجم کا اضافہ کیا ہے۔ اور سب سے زیادہ مقدار جس میں مسلسل آباء سے روایت کا سلسلہ چلا ہے وہ چودہ تک باپ دادا کا سلسلہ ہے۔ یعنی چودہ پشت تک۔

تشریح: اس مقام سے مؤلف روایت عن ابیہ عن جدہ کی تفصیل کر رہے ہیں۔ یہ روایۃ الاصاغر عن الاکابر میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ اس قسم کی مثالوں میں جو عن جدہ اس کی ضمیر کبھی راوی کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ اس میں جدہ کی ضمیر بہز کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی بہز کے دادا بہز کے والد حکیم اور حکیم کے والد معاویہ جو صحابی ہیں۔ اور بعض مثالوں میں ضمیر راوی کے باپ کی طرف لوٹتی ہے جیسے عمر

بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ یہاں جد سے مراد شعیب کے دادا ہیں۔ یہ ایک قول ہے۔

خیال رہے کہ عمرو بن شعیب کی روایت کے سلسلے میں محدثین کا اختلاف ہے کہ جدہ کا مرجع کون ہے جس کی وجہ سے حدیث کے مرسل اور متصل ہونے میں اختلاف واقع ہو گیا

عمرو بن شعیب کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ عمرو بن عاص مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔ عمرو ان کا نام ابو محمد عمرو ہے۔ ان کے والد شعیب ہیں۔ جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ شعیب ہی کے دادا حضرت عبداللہ بن العاص بھی صحابی ہیں۔ یعنی عمرو کے والد شعیب کے دادا۔ دار قطنی کی روایت کے مطابق عمرو بن شعیب تابعی بھی نہیں ہے۔ تو اپنے دادا عبداللہ جو صحابی ہیں کس طرح روایت کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے عمرو کی روایت دادا عبداللہ سے ہے، بعض محدثین میں اختلاف واقع ہے۔ ابن حبان اور دار قطنی نے دادا سے سماع کا انکار کیا ہے۔ انکے نزدیک یہ روایت مرسل ہوگی۔ انھوں نے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ عمرو ثقہ ہیں مگر انکی روایت مرسل ہے۔

ابن علان مکی نے اسے غلط قرار دیا ہے۔ دادا سے سماع کو ثابت مانتے ہوئے کہا کہ ان کے والد محمد کی وفات ہو جانے کی وجہ سے دادا نے ان کی پرورش کی ہے۔ الفتوحات الربانیہ ج ۳، ص ۱۸۲۔ ملا علی قاری نے بھی شرح میں سماع کو تسلیم کیا ہے اور کہا کہ محمد کی وفات ہو جانے سے دادا نے پرورش کی کفالت کی الی آخرہ۔ شرح قاری، ص ۲۰۲

ابن صلاح نے بھی جد سے مراد عبداللہ بن عمرو لیا ہے۔ جس کے بیشتر محققین قائل ہیں۔ اور انکی روایت حسن کے درجے میں ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ امام احمد اور ایک جماعت نے اس سے استدلال کیا ہے۔ مگر امام نے خود جامع میں اس کی روایت نہیں لی ہے۔

وَ اِنِ اشْتَرَكَ اِثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ وَ تَقَدَّمَ مَوْتُ اَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ فَهُوَ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ وَاَكْثَرُ مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ مَابَيْنَ الرَّاوِيَيْنِ فِيْهِ فِي الْوَفَاةِ مِائَةٌ وَ خَمْسُوْنَ سَنَةً وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْحَافِظَ السِّلَفِيَّ سَمِعَ مِنْهُ اَبُوْ عَلِيٍّ الْبَرَدَانِيُّ اَحَدُ مَشَايِخِهِ حَدِيْثًا وَ رَوَاهُ عَنْهُ وَ مَاتَ عَلٰى رَأْسِ خَمْسِمِائَةٍ ثُمَّ كَانَ آخِرُ اَصْحَابِ السِّلَفِيِّ بِالسَّمَاعِ سِبْطُهُ اَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَكِّيٍّ وَ كَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةَ

خمسين و مئتين و ستمائة و من قديم ذلك ان البخاري حدث عن تلميذه ابي العباس السراج اشياء في التاريخ و غيره و مات سنة ست و خمسين و مائتين و آخر من حدث عن السراج بالسماع ابو الحسين الخفاف و مات سنة ثلث و تسعين و ثلثمائة و غالب ما يقع من ذلك ان المسموع منه قد يتاخر بعد موت احد الراويين عنه زمانا حتى يسمع منه بعض الاحداث و يعيش بعد السماع منه دهرا طويلا فيحصل من مجموع ذلك نحو هذه المدة و الله الموفق۔

ترجمہ:۔ اگر دو راوی کسی ایک شیخ سے روایت میں شریک ہو جائیں اور ان میں سے ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہو جائے تو یہ سابق لاحق ہے۔ دو راویوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ جس مدت سے ہم واقف ہوئے ہیں وفات کے بارے میں وہ ڈیڑھ سو سال ہے۔ اور یہ اس طرح کہ حافظ سلفی نے ابو علی البردانی سے حدیث روایت کی ہے جو ان کے مشائخ میں سے ہیں۔ اور ان کی وفات پانچویں صدی کے آغاز میں ہوئی ہے پھر سلفی کے آخری شاگرد روایت کرنے والے ان کے پوتے ابوالقاسم عبدالرحمن ابن مکی ہیں جن کی وفات چھ سو پچاس میں ہوئی ہے۔ اور اس سے قدیم وہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شاگرد ابوالعباس سراج سے تاریخ وغیرہ میں کچھ روایت کی اور ان کی وفات ۲۵۶ھ میں ہے اور سراج سے آخری سماع کرنے والے ابوالحسین خفاف ہیں جن کی وفات ۳۹۳ھ میں ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ سنی ہوئی روایت ایک زمانہ تک متاخر ہو جاتی ہے دو راویوں میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد۔ یہاں تک کہ اس سے بعض نئی عمر والے روایت کرتے ہیں اور سماع کے بعد ایک طویل زمانہ تک زندہ رہتے ہیں پس ان دونوں کے جمع کرنے سے یہ مدت ہو جاتی ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف سابق و لاحق کی تعریف اور اسکی مثال پیش کر رہے ہیں۔ دو راوی ایک شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں پھر ان میں سے ایک کا پہلے وصال ہو جائے اور دوسرے کا بعد میں تو اول کو سابق دوسرے کو لاحق کہا جاتا ہے۔ سابق و لاحق کے درمیان زیادہ سے زیادہ مدت جو حافظ کو معلوم ہوئی ہے وہ ڈیڑھ سو سال ہے۔

مثال۔ محمد بن اسحق سراج امام بخاری اور خفاف دونوں کے شیخ ہیں۔ امام بخاری کی

وفات ۲۵۶ھ اور خفاف کی وفات ۳۹۳ھ میں ہوئی دونوں کے درمیان ۱۳۷ سال کا فاصلہ ہے۔

عن شیخ: کسی ایک سے روایت کی۔

اکثر ما: یعنی زیادہ سے زیادہ دونوں کے وفات کی مدت۔

السلمی: سلم جو ان کے جد ہیں سے ہے ان کی طرف نسبت ہے۔

سمع منہ: ان کے شاگرد۔ سمات: البرداني۔ سلفی کے مشائخ ہیں۔ عشاری کے تلمیذ۔

خفاف: موزہ بنانے والا۔ الاحداث: حدث کی جمع۔ نئی عمر والے۔

ھذہ المدۃ: یعنی قریب ڈیڑھ سو سال۔ یعنی ایک کا انتقال۔ ایک کا زندہ رہنا یہ جب کہا جاتا ہے اس قسم کی مدت کے فصل اور فرق کا۔

وَإِنْ رَوَى الرَّاوِي عَنِ اثْنَيْنِ مُتَّفِقَيِ الاسْمِ أَوْ مَعَ اسْمِ الأَبِ أَوْ مَعَ اسْمِ الجَدِّ أَوْ مَعَ النِّسْبَةِ وَلَمْ يَتَمَيَّزَا بِمَا يَخُصُّ كُلًّا مِنْهُمَا فَإِنْ كَانَا ثِقَتَيْنِ لَمْ يَضُرَّ وَمِنْ ذَلِكَ مَا وَقَعَ فِي البُخَارِيِّ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَحْمَدَ غَيْرِ مَنْسُوبٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فَإِنَّهُ إِمَّا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ أَوْ أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى أَوْ عَنْ مُحَمَّدٍ غَيْرِ مَنْسُوبٍ عَنْ أَهْلِ العِرَاقِ فَإِنَّهُ إِمَّا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَوْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهْلِيُّ وَقَدِ اسْتَوْعَبْتُ ذَلِكَ فِي مُقَدِّمَةِ شَرْحِ البُخَارِيِّ وَمَنْ أَرَادَ لِذَلِكَ ضَابِطًا كُلِّيًّا يَمْتَازُ بِهِ أَحَدُهُمَا عَنِ الآخَرِ فَبِاخْتِصَاصِهِ أَيِ الرَّاوِي بِأَحَدِهِمَا يَتَبَيَّنُ المُهْمَلُ وَمَتَى لَمْ يَتَبَيَّنْ ذَلِكَ أَوْ كَانَ مُخْتَصًّا بِهِمَا مَعًا فَإِشْكَالُهُ شَدِيدٌ فَيُرْجَعُ فِيهِ إِلَى القَرَائِنِ وَالظَّنِّ الغَالِبِ.

ترجمہ: اگر کوئی راوی دو اساتذہ سے روایت کرے جو متحد الاسم ہوں یا ان کے والد کا نام ایک ہو یا دادا کا نام ایک ہو یا نسبت ایک ہو اور نہ ممتاز کر سکے کہ ان میں سے ہر کس کے ساتھ خاص ہے (یعنی کس کی روایت ہے) اگر دونوں کے دونوں ثقہ ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس کی مثال بخاری کی وہ روایت ہے جو عن احمد عن ابن وہب ہے اور یہ (احمد) کسی کی طرف منسوب نہیں۔ پس اس سے یا تو احمد بن صالح یا احمد بن عیسیٰ مراد ہو سکتے ہیں یا وہ جو عن محمد ہے وہ بھی اہل عراق کی طرف منسوب نہیں یا تو محمد سے مراد محمد بن سلام یا محمد بن یحییٰ ذہلی مراد ہے اس پر میں نے مفصل کلام بخاری کے مقدمہ میں کیا ہے جو اس

سلسلہ میں کسی ضابطہ کلی کا جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے کا دارومدار ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے خصائص پر نظر رکھے۔ ان میں سے کسی ایک سے مہمل متعین ہو جائے گا اور جب نہ واضح ہو پایہ کہ راوی کا دونوں کے ساتھ خصوصی تعلق ہو تو اس میں شدید اشکال ہے ایسی حالت میں قرائن اور ظن غالب کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مہمل اور اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ مہمل ایسا راوی جس کی نسبت کا بالکل ذکر نہ ہو۔ یعنی اس کے امتیازی نسبت کا جس سے وہ متعین ہو جائے اور اس نام سے اس طبقہ میں کئی راوی ہوں۔ اس کی کئی صورت ہے۔ دونوں کا نام ایک ہو۔ والد کا نام ایک ہو۔ دادا کا نام ایک ہو۔ نسبت ایک ہو۔ اگر دونوں ثقہ ہیں تو امتیاز کی ضرورت نہیں۔ ورنہ ضرورت ہوگی۔ اور اسباب امتیاز چار ہیں (۱) نسب کے ذریعہ۔ (۲) نسبت پیشہ یا قبیلہ کے ذریعہ۔ (۳) کنیت کے ذریعہ۔ (۴) لقب کے ذریعہ۔ اگر یہ اسباب نہ ہوں تو پھر جس شیخ سے اس کا زیادہ تعلق ہو گا اس کی روایت سمجھی جائے گی۔

حل: متفق الاسم۔ نام میں متحد ہو۔

ولم یمیز۔ کسی وصف یا نسبت سے ممتاز نہ ہو۔

غیر منسوب۔ اسباب امتیاز مذکورہ ہو مثلاً صرف عن احمد ہو۔ نہ نسبت یا وصف کا ذکر ہو کہ متعین ہو سکے۔

مقدمہ شرح بخاری۔ یعنی ہدی الساری۔ باختصاص۔ کسی خصوصیت یا وصف یا نسبت وغیرہ کی وجہ سے۔

فیرجع۔ قرائن اور ظن غالب جو فیصلہ کرے اسی کو قبول کیا جائے گا۔

وَ اِنْ رَوَىٰ عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثًا وَ جَحَدَ الشَّيْخُ مَرْوِيَّهٗ فَاِنْ كَانَ جَزْمًا كَاَنْ يَّقُوْلَ كَذَبَ عَلَيَّ اَوْ مَارَوَيْتُ لَهٗ هٰذَا وَ نَحْوَ ذٰلِكَ فَاِنْ وَقَعَ مِنْهُ ذٰلِكَ رُدَّ ذٰلِكَ الْخَبَرُ لِكَذِبِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِعَيْنِهٖ وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَادِحًا فِيْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِلتَّعَارُضِ اَوْ كَانَ جَحَدَهٗ اِحْتِمَالًا كَاَنْ يَّقُوْلَ مَا اَذْكُرُ هٰذَا اَوْلَا اَعْرِفُهٗ قُبِلَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ فِي الْاَصَحِّ لِاَنَّ ذٰلِكَ يُحْمَلُ عَلٰى نِسْيَانِ الشَّيْخِ وَ قِيْلَ لَا يُقْبَلُ لِاَنَّ الْفَرْعَ تَبَعٌ لِلْاَصْلِ فِيْ اِثْبَاتِ الْحَدِيْثِ بِحَيْثُ اِذَا ثَبَتَ الْاَصْلُ الْحَدِيْثُ ثَبَتَتْ رِوَايَةُ

الفرع و كذلك ينبغي ان يكون فرعاً عليه و تبعاً له في التحقيق.

ترجمہ:- اگر کسی شاگرد نے استاذ سے حدیث روایت کی اور اس روایت کا انکار کرے تو اگر یہ یقینی طور پر ہے مثلاً یوں کہے مجھ پر جھوٹ ہے یا میں نے روایت نہیں کی یا اس کے مثل واقع ہو تو اس خبر کو رد کر دیا جائے گا ان دونوں میں سے کسی ایک کے جھوٹے ہونے کی وجہ سے جو کہ متعین طور پر اور یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں جرح کا باعث نہ ہوگا تعارض کی وجہ یا اس نے انکار احتمالاً کیا ہو مثلاً اس نے کہا کہ مجھے یاد نہیں۔ میں واقف نہیں ہوں تو اصح قول کی بنیاد پر یہ حدیث قبول کی جائے گی چونکہ احتمال ہے کہ شیخ بھول گیا ہو اور کہا گیا کہ نہیں قبول کیا جائے گا چونکہ فرع اصل کے تابع ہوتی ہے اثبات حدیث میں اس طرح کہ جب اصل کی حدیث ثابت ہوگی تو فرع کی روایت ثابت ہوگی پس مناسب یہ ہے کہ فرع بھی اسی طرح ہو اور تابع ہو تحقیق میں اس کے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف راوی کی روایت کا شیخ جزماً یا احتمالاً انکار کرے تو کیا حکم ہے بیان کر رہے ہیں۔ اگر یقین و جزم کے ساتھ انکار کرتا ہے تو خبر مردود اور شیخ احتمال اور شبہ کے ساتھ رد کر رہا ہے تو خبر مقبول ہوگی۔

حل: جزماً۔ یقین کے ساتھ رد کر رہا ہو۔ حتمی طور پر انکار کر رہا ہو۔

نحو. مثلاً ليس من حديثي۔ ولا يكون ذلك۔ اس انکار کی وجہ سے شاگرد استاذ مجروح نہ ہوں گے۔

في الاصح۔ یعنی جمہور کا مذہب ہے کہ احتمال کی بنیاد پر مردود نہ ہوگا۔ چونکہ مثبت جازم مقدم ہوتا ہے نافی متردد پر۔

و قيل۔ یعنی جب اصل شیخ ہی انکار کر رہا ہے تو شاگرد سے کیسے ثابت ہوگا۔ جب اصل سے نہیں تو فرع سے کیسے ہوگا۔ اس سے مراد بعض اصحاب احناف ہیں۔

و هذا متعقب بان عدالة الفرع يقتضي صدقه و عدم علم الاصل لا ينافيه فالمثبت مقدم على النافي و اما قياس ذلك بالشهادة ففاسد لان شهادة الفرع لا تسمع مع القدرة على شهادة الاصل بخلاف الرواية فافترقا و فيه اى و في هذا النوع صنف الدارقطني كتاب من حدث و نسي و فيه ما يدل

جداگانہ ہیں۔

اس کے بعد اس موضوع پر دار قطنی کے بعض اقتباسات کا ذکر ہے کہ اس میں حدیث روایت کرنے کے بعد بھولنے کا واقعہ ہے

حل: هذا متعقب۔ یہ باعث اعتراض ہے۔ اصل کی بنیاد پر فرع کا انکار درست نہیں چونکہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر۔

فالمثبت۔ بعضوں نے بیان کیا کہ اسکے بجائے یہ جملہ بہتر ہے۔ جزم تردد پر مقدم ہے۔

و اما قیاس۔ یعنی روایت کو شہادت کا درجہ دے کر حکم جاری کرنا درست نہیں۔

ثانی۔ کہ اصل شہادت کی موجودگی میں فرع کی شہادت معتبر نہیں بخلاف روایت کے کہ استاذ کی موجودگی میں شاگرد کی روایت معتبر ہے۔

فافترقا۔ یعنی شہادت اور روایت میں

فیه۔ دار قطنی کی تالیف کردہ کتاب من حدث ونسی میں۔ اسکے کچھ اقتباسات ذکر کیے ہیں۔

صار وايرو ونها۔ شاگرد کی یاد دہانی پر استاذ روایت کرنے لگے۔

قصة الشاهد۔ یعنی قسم یمین وشاہد والی حدیث جو شوافع کا مستدل ہے۔

فکان سهيل۔ ربیعہ کی یاد دہانی پر سہیل اپنے والد سے بھولی روایت سمجھ کر روایت کرنے لگے۔

وَ اِنِ اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِي اِسْنَادٍ مِنَ الْاَسَانِيدِ فِي صِيَغِ الْاَدَاءِ كَسَمِعْتُ فُلَانًا قَالَ سَمِعْتُ فُلَانًا اَوْ حَدَّثَنَا فُلَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَانٌ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الصِّيَغِ اَوْ غَيْرِهَا مِنَ الْحَالَاتِ الْقَوْلِيَّةِ كَسَمِعْتُ فُلَانًا يَقُوْلُ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثَنِي فُلَانٌ اِلٰى آخِرِهِ وَالْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهِ دَخَلْتُ عَلٰى فُلَانٍ فَاَطْعَمَنَا تَمْرًا اِلٰى آخِرِهِ اَوِ الْقَوْلِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ مَعًا كَقَوْلِهِ حَدَّثَنِي فُلَانٌ وَ هُوَ آخِذٌ بِلِحْيَتِهِ قَالَ آمَنْتُ بِالْقَدَرِ اِلٰى آخِرِهِ فَهُوَ الْمُسَلْسَلُ وَ هُوَ مِنْ صِفَاتِ الْاِسْنَادِ وَ قَدْ يَقَعُ التَّسَلْسُلُ فِي مُعْظَمِ الْاِسْنَادِ كَحَدِيْثِ الْمُسَلْسَلِ بِالْاَوَّلِيَّةِ فَاِنَّ السِّلْسِلَةَ تَنْتَهِي فِيْهِ اِلٰى سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ فَقَطْ وَ مَنْ رَوَاهُ مُسَلْسَلًا اِلٰى مُنْتَهَاهُ فَقَدْ وَهِمَ.

ترجمہ: - اور اگر رواۃ سندوں میں سے کسی سند میں صیغ اداء کے اعتبار سے متفق ہو جائیں

جیسے۔ سمعت فلانا یا حدثنا میں یا اس کے علاوہ میں جواز وغیرہ کے الفاظ ہیں خواہ حالات قولیہ میں ہو جیسے سمعت فلانا یا اشہد باللہ میں یا القد حدثنی فلاں وغیرہ میں یا حالات فعلیہ میں جیسے فلاں پر داخل ہوا تو کھجور کھلایا آخر تک (سند میں یہی ہو) یا قولیہ اور فعلیہ۔ جیسے فلاں نے حدیث بیان کی اور وہ داڑھی پکڑے ہوئے تھے اور کہا آمنت بالقدر آخر تک (یہی سلسلہ چلے) تو یہ حدیث مسلسل ہے۔ اور یہ اسناد کے صفات میں سے ہے۔ اور کبھی تسلسل اسناد کے اکثر حصہ میں واقع ہوتا ہے جیسے حدیث مسلسل بالاولیہ میں تو اس میں تسلسل سفیان ابن عیینہ تک چلتا ہے۔ اور جس نے آخر تک مسلسل روایت کی اس کو وہم ہوا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف حدیث مسلسل کی تشریح کر رہے ہیں جس میں سند کے تمام راوی ایک ہی قول یا فعل یا احوال کے ساتھ روایت کریں۔ جیسے روایت کرتے ہوئے تمام راوی مصافحہ کریں یا کندھے پر ہاتھ رکھ کر روایت کریں۔

حل: صیغ الاداء جیسے حدثنا اخبرنا وغیرہ۔

الحالات القولیۃ. راوی کسی خاص قول کا اہتمام کرے اور ہر راوی اسے ادا کرے مثلاً حدیث میں انی احبک فقل فی دبر کل صلوۃ اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک وحسن عبادتک. پس ہر راوی احبک کہہ کر روایت کرتا ہے۔

فعلیۃ. اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر راوی وقت روایت اس فعل اور ادا کا اہتمام کرے جیسے اسودین والی حدیث روایت کے وقت ہر راوی کھجور اور پانی پینے کا فعل کرتا ہے۔

و قدیقع التسلسل. کبھی یہ تسلسل پوری سند میں نہیں بلکہ کچھ میں ہوتا ہے۔

الاولیہ. عمر بن احمد کے واسطے سے یہ حدیث ہے۔ الراحمون یرحمھم الرحمن

حدیث مسلسل کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً مسلسل بالمکان، مسلسل بالزمان، مسلسل بالصوفیا، مسلسل بالقبار وغیرہ

وَصِيَغُ الْأَدَاءِ الْمُشَارُ إِلَيْهَا عَلَى ثَمَانِ مَرَاتِبَ الْأُولَى سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِي ثُمَّ أَخْبَرَنِي وَ قَرَأْتُ عَلَيْهِ وَ هِيَ الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ ثُمَّ قُرِئَ عَلَيْهِ وَ أَنَا أَسْمَعُ وَ هِيَ الثَّالِثَةُ ثُمَّ أَنْبَأَنِي وَ هِيَ الرَّابِعَةُ ثُمَّ نَاوَلَنِي وَ هِيَ الْخَامِسَةُ ثُمَّ شَافَهَنِي أَيْ بِالْإِجَازَةِ وَ هِيَ السَّادِسَةُ ثُمَّ كَتَبَ إِلَيَّ أَيْ بِالْإِجَازَةِ وَ هِيَ السَّابِعَةُ ثُمَّ عَنْ

نَحوِهَا مِنَ الصِّيَغِ الْمُحْتَمِلَةِ لِلسَّمَاعِ وَالْإِجَازَةِ وَ لِعَدَمِ السَّمَاعِ أَيْضًا وَ هٰذَا مِثْلُ قَالَ وَذَكَرَ وَ رَوٰى فَاللَّفْظَانِ الْأَوَّلاَنِ مِنْ صِيَغِ الْأَدَاءِ وَهُمَا سَمِعْتُ وَ حَدَّثَنِي صَالِحَانِ لِمَنْ سَمِعَ وَحْدَهُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَ تَخْصِيصُ التَّحْدِيثِ بِمَا سَمِعَ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ هُوَ الشَّائِعُ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيثِ اِصْطِلاَحًا وَلَا فَرْقَ بَيْنَ التَّحْدِيثِ وَالْإِخْبَارِ مِنْ حَيْثُ اللُّغَةِ.

ترجمہ :- اور روایت حدیث کے الفاظ جس کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے وہ آٹھ ہیں۔ اول سمعت و حدثنی۔ پھر اخبرنی۔ اور قرأت علیہ اور یہ دوسرا درجہ ہے پھر قرئ علیہ وانا اسمع یہ تیسرا درجہ ہے۔ پھر انبانی۔ یہ چوتھا ہے پھر ناولنی یہ پانچواں ہے۔ پھر شافھنی یعنی اجازت یہ چھٹا ہے پھر کتب الی یعنی اجازت یہ ساتواں ہے۔ پھر عن اور اسی کے مثل جو سماع کا احتمال رکھتے ہیں اور عدم سماع کا بھی۔ اور یہ قال، ذکر، روی کی طرح ہے پس شروع کے دو لفظ جو صیغہ ادا سے ہیں وہ سمعت اور حدثنی صلاحیت رکھتے ہیں کہ جو تنہا شیخ سے سنے اور تحدیث (حدثنا حدثنی) اس کیلئے خاص ہے جو تنہا شیخ سے سنا ہو۔ اور یہی اصطلاح اہل حدیث کے درمیان رائج ہے۔ اور تحدیث اور اخبار کے درمیان لغت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف حدیث کی روایت کے الفاظ اور صیغے کی تفصیل کر رہے ہیں مولف نے اسے آٹھ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے کم بیان کیا ہے۔ مولف نے ہر ایک کی پھر مفصل بحث کی ہے۔ جس سے واقف ہونا طالبین حدیث کے لئے ازحد ضروری ہے۔

حل: مثل قال و ذکر. خیال رہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ لی کے ساتھ نہ ہو اگر قال لی کہا تو حدثنی کے مثل ہوگا۔

تخصیص التحدیث. اس کا استعمال شیخ سے شیخ کی زبانی سننے پر ہوتا ہے۔ بخلاف اخبرنی کے اور لغت کے اعتبار سے تحدیث اور اخبار میں کوئی فرق نہیں۔

وَ فِي اِدِّعَاءِ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا تَكَلُّفٌ شَدِيدٌ لٰكِنْ لَمَّا تَقَرَّرَ فِي الْاِصْطِلاَحِ صَارَ ذٰلِكَ حَقِيقَةً عُرْفِيَّةً تُقَدَّمُ عَلَى الْحَقِيقَةِ اللُّغَوِيَّةِ مَعَ أَنَّ هٰذَا الْاِصْطِلاَحَ إِنَّمَا شَاعَ عِنْدَ الْمَشَارِقَةِ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ وَ أَمَّا غَالِبُ الْمَغَارِبَةِ فَلَمْ يَسْتَعْمِلُوا هٰذَا الْاِصْطِلاَحَ

بَلِ الْاِخْبَارُ وَالتَّحْدِيْثُ عِنْدَهُمْ بِمَعْنًى وَاحِدٍ فَاِنْ جَمَعَ الرَّاوِيْ اَيْ بِصِيْغَةِ الْاَوْلٰى جَمْعًا كَاَنْ يَقُوْلَ حَدَّثَنَا فُلَانٌ اَوْ سَمِعْنَا فُلَانًا يَقُوْلُ فَهُوَ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهُ سَمِعَ مَعَ غَيْرِهٖ وَقَدْ يَكُوْنُ النُّوْنُ لِلْعَظَمَةِ لٰكِنْ بِقِلَّةٍ۔

ترجمہ: — دونوں کے درمیان فرق کا دعوی کرنا تکلف شدید ہے۔ لیکن جب یہ بات اصطلاح سے ثابت ہو چکی ہے تو یہ حقیقت عرفی بن گئی جو حقیقت لغویہ پر مقدم ہوتی ہے اس کے باوجود اہل مشرق کی یہی اصطلاح شائع ہے کہ اور جو ان کے متبعین ہیں۔ اور جو اہل مغرب ہیں تو بیشتر وہ اس اصطلاح کو اختیار نہیں کرتے بلکہ اخبار اور تحدیث کا ان کے یہاں ایک ہی مفہوم ہے۔ پس اگر راوی پہلے صیغہ ادا کو جمع لائے یوں کہے حدثنا فلان یا سمعنا فلان تو یہ دلیل ہے کہ اس کے ساتھ سننے میں دوسرا بھی شریک ہے۔ اور کبھی نون (جمع کا صیغہ) عظمت کے لئے ہوتا ہے مگر کم ہوتا ہے۔

تشریح: — اس مقام سے مولف لفظ تحدیث اور اخبار کے درمیان قائلین پر رد کر رہے ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ تکلف سے خالی نہیں۔ ہاں البتہ اصطلاحاً فرق ہے۔ اور یہ فرق ایک خاص جماعت کے نزدیک ہونے کی وجہ سے عرفیہ خاص میں داخل ہوگا جو حقیقت لغویہ پر مقدم ہوتا ہے۔

حقیقت عرفیہ یا عرف خاص۔ جو مفہوم ایک جماعت کے نزدیک خاص ہو جائے۔ جیسے اسم۔ اور صلوٰۃ کا خاص مفہوم۔

انما شاع۔ یہ اصطلاحی فرق جو ذکر کیا گیا اہل مشرق کے نزدیک ہے۔ ورنہ اہل مغرب یکساں کے قائل ہیں۔

مشارقہ۔ اس سے مراد۔ اوزاعی، ابن جریج، امام شافعی، امام مسلم وغیرہ ہیں۔

مغاربہ۔ مراد اس سے زہری، مالک، ابن عیینہ، امام بخاری، علماء حجاز و کوفہ ہیں۔

فان جمع۔ جمع کی تعبیر کی صورت میں شرکت کا ثبوت ہوگا۔

للعظمۃ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جمع کا صیغہ تعظیماً بولا جاتا ہے۔ جمعیت کے معنی مقصود نہیں ہوتے۔

وَاَوَّلُهَا اَيْ صِيَغُ الْمَرَاتِبِ اَصْرَحُهَا اَيْ اَصْرَحُ صِيَغِ الْاَدَاءِ فِيْ سِمَاعِ قَائِلِهَا

لأنه لا يحتمل الواسطة، ولأن حدثني قد يطلق في الإجازة تدليسا، وأرفعها مقدارا ما يقع في الإملاء لما فيه من التثبت والتحفظ، والثالث: وهو أخبرني، والرابع: وهو قرأت عليه لمن قرأ بنفسه على الشيخ، فإن جمع كأن يقول: أخبرنا أو قرأنا فهو كالخامس، وهو قرئ عليه وأنا أسمع، وعرف من هذا أن التعبير بقرأت لمن قرأ خير من التعبير بالإخبار لأنه أفصح بصورة الحال.

ترجمہ:- اور پہلا (سمعت) صیغوں کے مراتب میں سب سے زیادہ صریح ہے سننے والے کے سماع کے بارے میں سب سے زیادہ صریح کہ واسطہ کا احتمال نہیں رکھتا۔ چونکہ حدثنی کا اطلاق کبھی اجازت پر بھی ہوتا ہے جس میں تدلیس ہوتی ہے۔ پھر تمام صیغوں میں اس کا مرتبہ ارفع ہے جو املاء میں واقع ہوتا ہے کہ اس میں تثبت و تحفظ ہے۔ اور تیسرا وہ اخبرنی ہے۔ اور چوتھے کے مانند ہے جو قرأت علیہ ہے۔ یہ اس کے لئے ہے جو خود شیخ پر پڑھے۔ پس اگر جمع کا صیغہ لائے: اخبرنا یا قرأنا تو وہ پانچویں کی طرح ہے اور وہ قرئ علیہ وانا اسمع ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ جو شیخ کے سامنے پڑھے اس کے لئے قرأت کی تعبیر اخبار سے بہتر ہے چونکہ یہ حال کی صورت کے لئے زیادہ صریح ہے۔

تشریح:- اس مقام پر مؤلف صیغ اداء میں "سمعت" کے اولیت اور بلندی کی مرتبہ کی وضاحت کر رہے ہیں پھر اس کے بعد ان کے متعلق امور کی تشریح کر رہے ہیں۔

اولہا۔ سمعت کے فائق ہونے کو بیان کر رہے ہیں کہ اس میں واسطہ کا احتمال نہیں رہتا اور یہ راوی کے سماع پر دلالت کرتا ہے بخلاف حدثنی کے۔ اور اس کے بعد کے الفاظ کے۔

تدلیسا۔ حدثنی مدلس بھی بولتا ہے۔ اس لئے حدثنی کا مرتبہ سمعت سے کم ہوگا۔

رفعہا۔ یعنی سمعت کا لفظ شیخ سے سنا اور اس کو لکھا کرتا ہے۔

عن قرأ۔ جو شیخ کے سامنے پڑھے۔

فان جمع۔ یعنی اخبرنا۔ قرأنا۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایک نے پڑھا باقی نے سنا جیسے قرئ علیہ وانا اسمع۔

من هذا۔ اگر راوی شیخ کے سامنے قرأت کرے تو اس کیلئے قرأت علیہ کی تعبیر اخبرنی سے بہتر ہے چونکہ اس سے قرأت کا مفہوم صراحۃ مستفاد ہوتا ہے۔ جو اخبرنی میں نہیں ہے۔

تنبیہ. القراءة على الشيخ أحد وجوه التحمل عند الجمهور و أبعد من أبى ذلك من أهل العراق و قد اشتد إنكار الإمام مالك وغيره من المدنيين عليهم في ذلك حتى بالغ بعضهم فرجحها على السماع من لفظ الشيخ و ذهب جمع جم منهم البخاري و حكاه في أوائل صحيحه عن جماعة من الأئمة إلى أن السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه يعني في الصحة والقوة سواء والله أعلم.

ترجمہ: - جمہور کے نزدیک تحمل روایت کی صورتوں میں سے ایک صورت قراءۃ علی الشیخ ہے۔ اور اہل عراق کا قول مستبعد ہے کہ اس نے انکار کیا ہے۔ امام مالک اور مدینہ نے اس پر سخت نکیر کی ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اسے (قراءۃ علی الشیخ کو) ترجیح دی ہے سماع لفظ شیخ کے مقابلہ میں۔ اور ایک کثیر جماعت نے جس میں امام بخاری بھی ہیں اسی طرف گئی ہے اور صحیح ابن حبان کے اوائل میں ائمہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ شیخ سے الفاظ کا سماع اور اس کے سامنے پڑھنا صحت اور قوت میں برابر ہے۔ واللہ اعلم۔

تشریح: - اس مقام سے مولف اس اختلاف اور تفصیل کو بیان کر رہے ہیں کہ سماع افضل ہے یا قراءۃ علی الشیخ ایک جماعت کے نزدیک قراءۃ افضل ہے۔ اسی کے قائل امام اعظم ہیں۔ یہی مسلک علماء خراسان و علماء مشرق کا ہے۔ امام بخاری حسن سفیان کے نزدیک قراءۃ علی الشیخ اور سماع دونوں برابر ہے۔ امام شافعی سماع کو افضل قرار دیتے ہیں۔

حل: وجوه التحمل۔ اخذ روایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ۔

فرجحها۔ یعنی قراءۃ علی الشیخ۔ بالغ بعضهم۔ یعنی علماء مدینہ۔

جم ای کثیر۔ وحکاہ۔ کتاب العلم کے باب سادس میں ذکر کیا ہے۔

و الإنباء من حيث اللغة و اصطلاح المتقدمين بمعنى الإخبار إلا في عرف المتأخرين فهو للإجازة كعن لأنها في عرف المتأخرين للإجازة و عنعنة المعاصر محمولة على السماع بخلاف غير المعاصر فإنها تكون مرسلة أو منقطعة فشرط حملها على السماع ثبوت المعاصرة إلا من المدلس فإنها ليست محمولة على السماع و قيل يشترط في حمل عنعنة المعاصر على السماع ثبوت لقائهما أي الشيخ والراوي عنه ولو مرة واحدة ليحصل الأمن

لِيُ بَاقِي الصِّفَةِ عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ تَبَعًا لِعَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَالْبُخَارِيِّ وَ غَيْرِهِمَا مِنَ النُّقَّادِ.

ترجمہ:- (۱) لغت اور اصطلاح متقدمین کے یہاں اخبر کے معنی میں ہے مگر متاخرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے ہے۔ جیسے عن۔ کہ یہ متاخرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے ہے۔ اور معاصر کا عنعنہ سماع پر محمول ہوتا ہے۔ بخلاف غیر معاصر کے۔ وہ مرسل یا منقطع کے حکم میں ہوتا ہے پس سماع پر محمول ہونے کیلئے معاصرت کا ثبوت شرط ہے۔ سوائے مدلس کے وہ سماع پر محمول نہیں اور یہ بھی قول ہے کہ معاصر کے عنعنہ کو سماع پر محمول کرنے کے لئے لقاء کا ثابت ہونا شرط ہے۔ یعنی شیخ اور اس کے روایت کرنے والے کا۔ خواہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ تاکہ باقی عنعنہ مرسل خفی ہونے سے محفوظ رہے۔ اور یہی مسلک مختار ہے علی بن مدینی اور امام بخاری وغیرہ نقاد کی اتباع کرتے ہوئے۔

تشریح:- اس عبارت مذکورہ سے مولف دو اہم امور کو ذکر کر رہے ہیں۔ (۱) انباء اور اخبار کا مفہوم متقدمین کے یہاں تو یکساں ہے مگر متاخرین کے یہاں انبا عن کی طرح ہے۔ جو اجازت کے لئے ہے۔

عنعنہ کی تفصیل۔ معاصر کا عنعنہ معتبر ہے خواہ لقاء ثابت ہو یا نہ ہو۔ اور امام بخاری کے نزدیک شرط لقاء کے ساتھ ہے۔ غیر معاصر کا عنعنہ مرسل ہوگا۔ لہذا عنعنہ دو شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول ہوگا۔ (۱) معاصرت (۲) راوی کا مدلس نہ ہونا۔ مگر علی بن مدینی اور امام بخاری کے یہاں معاصرت کافی نہیں لقاء شرط ہے۔ گو ایک ہی مرتبہ ہو۔ مولف بھی اسی ہی مسلک کو مختار مانتے ہیں۔

حل: متقدمین۔ یعنی متقدمین محدثین۔ الاخبار۔ یعنی اخبرنی کے معنی میں

مرسلة یا منقطعة۔ مرسل اگر تابعی ہو منقطع اگر تابعی کے بعد کا ہو۔ مگر جمہور اسے متصل مانتے ہیں۔

لیست محمولة علی السماع اتہام کی وجہ سے۔ ہاں مگر یہ کہ سماع کی تصریح کردے۔

وَ أَطْلَقُوْا الْمُشَافَهَةَ فِي الْإِجَازَةِ الْمَكْتُوْبِ الْمُتَلَفَّظِ بِهَا تَجَوُّزًا وَ كَذَا الْمُكَاتَبَةُ

في الإجازة بها وهو موجود في عبارة كثيرة من المتأخرين بخلاف المتقدمين فإنهم إنما يطلقونها فيما كتبه الشيخ من الحديث إلى الطالب سواء أذن له في روايته أم لا لا فيما إذا كتب إليه بالإجازة فقط واشترطوا في صحة الرواية بالمناولة اقترانها بالإذن بالرواية وهي إذا حصل هذا الشرط أرفع أنواع الإجازة لما فيها من التعيين والتشخيص.

ترجمہ:- اور مشافہہ کا اطلاق کتب کی زبانی اجازت پر ہوتا ہے۔ اسی طرح تحریری اجازت پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ متاخرین کی بکثرت عبارت میں ہے۔ بخلاف متقدمین کے یہاں اس کا اطلاق وہ اس صورت میں کرتے ہیں جب کہ شیخ طالب کو روایت لکھ کر دے۔ خواہ اس کی اجازت دے یا نہ دے۔ اس صورت میں نہیں کرتے جب کہ لکھ کر دے اور مناولہ میں روایت کے صحیح ہونے کی شرط یہ کافی ہے کہ اجازت کا اقتران روایت کے ساتھ ہو۔ اور جب کہ یہ شرط حاصل ہو جائے تو یہ اجازت کی نوعوں میں سب سے بلند ہے۔ چونکہ اس میں تعیین اور تشخیص ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف قسم سادس المشافہہ کو بیان کر رہے ہیں۔

مشافہہ۔ اس کے معنی منہ در منہ گفتگو کے ہیں۔ اصطلاح میں شیخ زبان سے اجازت دے۔

مکاتبت۔ متاخرین کے یہاں۔ اپنی سند سے روایت کرنے کی تحریری اجازت دینا۔ اور متقدمین کے یہاں حدیث شیخ لکھ کر شاگرد کو دے۔ خواہ زبانی اجازت دے یا نہ دے۔

مناولہ۔ اصل کتاب یا نقل شاگرد کو دے یا شیخ کی کتاب نقل کرکے اس کے سامنے کرے۔ اور شیخ کہے کہ میں اپنی سند سے روایت کی اجازت دیتا ہوں۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شیخ خاموش رہے۔

حل: المتلفظ۔ مثلاً اجزت لک کہنا۔

تجوزا۔ بمعنی مجاز۔ چونکہ اصل میں تو وضع تو حضر کی اجازت کے لئے غیبت میں استعمال اذن کے علاقہ کی وجہ سے ہوا۔

کذا مشافہہ کی طرح مکاتبہ بھی ہے۔ مثلاً اجزتا کتابۃً

وھو۔ بمعنی المکاتبہ۔ لہ یعنی الطالب۔

ام لا۔ یعنی اجازت اس کے ساتھ منضم ہو یا نہیں۔ اور انضمام کتابت کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے خط سے حدیث لکھے یا دوسرے کو حکم دے وہ اس کی اجازت سے لکھے۔ پھر کہے اجزت لک ما کتبت۔

حصل بہذا الشرط۔ یعنی اقتران۔ فیہا۔ یعنی مناولہ میں اجازت اور تمکین کی وجہ سے یہ اجازت کے بلند و بالا مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

وَ صُوْرَتُهَا اَنْ يَدْفَعَ الشَّيْخُ اَصْلَهُ اَوْ مَا قَامَ مَقَامَهُ لِلطَّالِبِ اَوْ يُحْضِرَ الطَّالِبُ اَصْلَ الشَّيْخِ وَ يَقُوْلُ لَهُ فِي الصُّوْرَتَيْنِ هٰذِهٖ رِوَايَتِيْ عَنْ فُلَانٍ فَارْوِهٖ عَنِّيْ وَ شَرْطُهُ اَنْ يُمَكِّنَهُ مِنْهُ اِمَّا بِالتَّمْلِيْكِ اَوْ بِالْعَارِيَةِ لِيَنْقُلَ مِنْهُ وَ يُقَابِلَ عَلَيْهِ وَ اِلَّا اِنْ نَاوَلَهُ وَ اسْتَرَدَّ فِي الْحَالِ فَلَا يَتَبَيَّنُ اَرْفَعِيَّتُهُ لٰكِنْ لَهَا زِيَادَةُ مَزِيَّةٍ عَلَى الْاِجَازَةِ الْمُعَيَّنَةِ وَ هِيَ اَنْ يُجِيْزَهُ الشَّيْخُ بِرِوَايَةِ كِتَابٍ مُعَيَّنٍ وَ يُعَيِّنُ لَهُ كَيْفِيَّةَ رِوَايَتِهٖ لَهُ وَ اِذَا خَلَتِ الْمُنَاوَلَةُ عَنِ الْاِذْنِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهَا عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَ جَنَحَ مَنِ اعْتَبَرَهَا اِلَى اَنَّ مُنَاوَلَتَهُ اِيَّاهُ تَقُوْمُ مَقَامَ اِرْسَالِهٖ اِلَيْهِ بِالْكِتَابِ مِنْ بَلَدٍ اِلٰى بَلَدٍ۔

ترجمہ: اس کی صورت یہ ہے کہ استاد اصل نسخہ یا اس کے جو قائم مقام ہو اسے شاگرد کو دے یا خود اصل شیخ کے پاس حاضر کردے۔ دونوں صورتوں میں شیخ اس سے کہے یہ میری روایت ہے تم مجھ سے روایت کرو۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس سے نقل کرنا ممکن ہو خواہ مالک بنا کر یا عاریت کے ذریعہ اور اس سے مقابلہ بھی کرے۔ ورنہ تو دیا اور فوراً واپس لے لی تو اس کی ارفعیت ظاہر نہ ہوگی مگر اجازت معینہ پر اس کو فضیلت حاصل ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ کسی کتاب معین کی اجازت دے اور طریق روایت کی رہنمائی و اعانت فرمادے۔ اور جب مناولہ اذن سے خالی ہو تو جمہور کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ (روایت درست نہیں) اور مائل ہے جن حضرات نے اس کا اعتبار کیا ہے کہ مناولہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف کتاب بھیجنے کے حکم میں ہے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف مناولہ کی صورت کو مع اس کی شرطوں کو اور پھر بلا اجازت اس کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کو بیان کر رہے ہیں۔

حل: اصلہ۔ اصل کتاب کا نسخہ یا جو اس کے قائم مقام ہو۔

فاروه عنی۔ یعنی میری اجازت ہے اسے روایت کرو۔

و شرطه۔ مناولہ کی شرط کا ذکر ہے۔ شاگرد کا اصل یا نقل پر لے کا یا عاریۃً قبضہ کرنا پھر اسے شیخ اجازت دے دے۔

ان یمکنه۔ اسے اختیار میں دے دینا۔

یقابله۔ تصحیح کے لئے مقابلہ کرنا۔ مرجۃ۔ فضیلۃ

وهی۔ اجازت معینہ۔ کیفیت۔ روایت کا طریقہ۔

عن الاذن۔ کتاب دی مگر اجازت تالیف نہ دی۔

کتاب معین۔ کوئی مشہور تالیف۔

الجمهور۔ مراد اس سے فقہاء کرام، علماء اصول اور محدثین حضرات ہیں۔

و جنح۔ مائل ہونا، اعتبار۔ یعنی متداول۔

وَ قَدْ ذَهَبَ اِلٰی صِحَّةِ الرِّوَایَةِ بِالْکِتَابَةِ الْمُجَرَّدَةِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ وَ لَوْ لَمْ یَقْتَرِنْ ذٰلِکَ بِالْاِذْنِ بِالرِّوَایَةِ کَاَنَّهُمْ اکْتَفَوْا فِیْ ذٰلِکَ بِالْقَرِیْنَةِ وَ لَمْ یَظْهَرْ اِلَیَّ فَرْقٌ قَوِیٌّ بَیْنَ مُنَاوَلَةِ الشَّیْخِ الْکِتَابَ لِلطَّالِبِ وَ بَیْنَ اِرْسَالِهٖ اِلَیْهِ بِالْکِتَابِ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰی آخَرَ اِذَا خَلَا کُلٌّ مِنْهُمَا عَنِ الْاِذْنِ۔

ترجمہ:- اور ایک جماعت ائمہ کی اس امر کی طرف گئی ہے کہ کتابت محض کی صورت میں روایت صحیح ہے اگرچہ اسکے ساتھ اجازت شامل نہ ہو۔ گویا کہ انھوں نے قرینہ کو کافی سمجھا۔ اور میرے نزدیک کوئی فرق ظاہر نہیں شیخ کے شاگرد کو کتاب دینے یا اس کی طرف ایک شہر سے دوسرے شہر میں کتاب بھیجنے کے درمیان جب کہ دونوں اجازت سے خالی ہوں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مناولہ میں جب کہ اجازت شامل نہ ہو بعض لوگ کے نزدیک معتبر ہونا بیان کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ بغیر اذن کے بھی بعض لوگ مناولہ کو معتبر تسلیم کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ قرینہ کو کافی سمجھتے ہیں چونکہ بلا اذن ارسال کتاب سے بے فائدہ ہوگا۔ لہذا بہتر صورت خواہ کتاب دے یا دوسرے شہر میں بھیجے اذن کے مفہوم میں شامل ہونے کی وجہ سے روایت درست ہو جائے گی۔ یہ حافظ کی رائے ہے۔

حل: جماعة من الائمة بیشتر متقدمین و متاخرین علما مثلاً ایوب سختیانی۔ لیث۔

منصوصہ وغیرہ۔

بالقرینہ وہ یہ ہے کہ وصل کتاب سے کیا فائدہ ہوگا جب تک اجازت نہ ہو۔

لم یظہر لی. مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک ایک صورت میں روایت کو صحیح اور دوسری صورت میں غیر صحیح قرار دینے کی دلیل واضح نہیں ہوئی۔ لہذا دونوں صحت روایت میں برابر ہے۔

وَ كَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ فِي الْوِجَادَةِ وَ هِيَ أَنْ يَجِدَ بِخَطٍّ يَعْرِفُ كَاتِبَهُ فَيَقُولُ وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ وَ لَا يَسُوغُ فِيهِ إِطْلَاقُ أَخْبَرَنِي بِمُجَرَّدِ ذَلِكَ إِلَّا إِنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ إِذْنٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ وَ أَطْلَقَ قَوْمٌ ذَلِكَ فَغَلِطُوا وَ كَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ وَ هِيَ أَنْ يُوصِيَ عِنْدَ مَوْتِهِ أَوْ سَفَرِهِ لِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِأَصْلِهِ أَوْ بِأُصُولِهِ فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِينَ يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَرْوِيَ تِلْكَ الْأُصُولَ عَنْهُ بِمُجَرَّدِ هَذِهِ الْوَصِيَّةِ وَ أَبَى ذَلِكَ الْجُمْهُورُ إِلَّا إِنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ إِجَازَةٌ.

ترجمہ:- اسی طرح سے انہوں نے وجادہ میں اجازت کی شرط لگائی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کا خط جس کو وہ پہچانتا ہو کہ اس کا کاتب یہ ہے کہے کہ میں نے فلاں کا خط پایا ہے۔ اس کے لئے محض اس کے پانے سے اخبرنی کا اطلاق درست نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ روایت کی اجازت ہو اور ایک قوم نے مطلق رکھا سو اس نے غلط کیا۔ اسی طرح وصیۃ بالکتاب ہے۔ وہ یہ ہے کہ موت یا سفر کے وقت کسی متعین شخص کو ایک یا چند کتاب کی وصیت کرے۔ تو متقدمین کی ایک جماعت نے کہا جائز ہے کہ وہ ان کتابوں سے روایت کرے۔ محض وصیت کی وجہ سے۔ اور جمہور نے انکار کیا ہے مگر یہ کہ اس کو اجازت ہو۔

تشریح:- اس مقام سے مولف وجادہ کی تعریف کرتے ہیں اور اس کی تفصیل کے بعد وصیۃ بالکتاب بیان کرتے ہیں۔ الوجادۃ۔ کسی شخص کا کسی محدث کی تحریر کردہ کسی روایت یا کتاب کا پتہ چلنے نہ کہ وہ پہچانتا ہو۔ اس کا حکم منقطع ہے۔ اور اس کی روایت اجازت سے معتبر ہے۔

وصیۃ۔ کوئی محدث اپنی موت یا سفر کے موقع پر اپنی جمع کردہ کسی کتاب کے حق میں کسی کے لئے وصیت کر جائے۔ جمہور کے نزدیک اجازت ہو تو درست ہے۔

حل: الوجادۃ۔ بالزجہ تجدہ سے ہے۔

اجازت موجود یا معدوم کے لئے ہو جب کہ اس کو مشیت پر معلق کر دیا گیا ہو۔ مثلاً یوں کہے میں نے اجازت دی اگر فلاں چاہے یا اجازت دی اسے جو چاہے اس طرح نہ کہے میں نے تم کو اجازت دی اگر تم چاہو۔ اور یہ تمام شکلوں میں صحیح ترین صورت ہے۔

تشریح - اس مقام سے مولف اعلام، اجازت عامہ، اجازت مجہولہ، اجازت معدوم، اجازت معلق بالمشیۃ کو بیان کر رہے ہیں۔ اعلام۔ شیخ کا یہ ظاہر کرنا کہ میں فلاں کتاب یا فلاں حدیث کو فلاں سے روایت کرتا ہوں۔ اجازت عامہ۔ شیخ عام اجازت ظاہر کرے خواہ ملکی اعتبار سے۔ خواہ اپنی زندگی کے اعتبار سے۔ اجازت مجہول۔ مطلق یا نامعلوم کو اجازت دے۔ اجازت معدوم۔ غیر موجود جس کے آئندہ پیدا ہونے کا امکان ہو اسے اجازت دے۔ ان تمام شکل مذکورہ میں اعلام کے بارے میں تو اجازت سے روایت جائز ہے۔ باقی غیر کی کوئی شکل جائز نہیں۔

حل - الاعلام۔ افعال کا مصدر۔ اطلاع کرنا ظاہر کرنا۔

اعلام الطالب۔ یعنی شاگرد کو مطلع کرنا شیخ کا۔

فلا عبرۃ۔ اگر اجازت نہ ہو تو کوئی اعتبار نہیں۔ ابن جریج اور ابن صباغ بغیر اجازت کے جائز کہتے ہیں۔

کالاجازۃ العامۃ۔ جس طرح اجازت عامہ غیر معتبر ہے اسی طرح یہ۔

المجاز لہ۔ مراد شاگرد۔ المجاز بہ۔ حدیث روایت۔

وھو۔ مراد کسی شہر والے کی اجازت۔ مثلاً باشندہ بصرہ کو اجازت دے کہ انحصار کی وجہ سے جہالت نہیں۔

مبہماً۔ مثلاً نام نہ لیا۔ مہملاً۔ نام تو لیا مگر امتیاز نہ ہو سکا۔ مثلاً عبداللہ۔

وقد قیل۔ اس کے قائل ابو بکر حنبلی ہیں۔ ان کے نزدیک اتصال کے ساتھ جائز ہے۔

الاقرب۔ مصنف کے نزدیک قریب ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے۔

علقت۔ غیر کی مشیت پر معلق نہیں۔ ہاں اگر مخاطب کی مشیت پر معلق کیا تو درست ہے مثلاً تم چاہو تو تم کو اجازت دیدوں۔

ھذا علی الاصح۔ یعنی مذکورہ کے اعتبار کا نہ ہونا یہ صحیح قول کی بنا پر ہے۔

وَ قَدْ جَوَّزَ الرِّوَايَةَ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ سِوَى الْمَجْهُوْلِ مَا لَمْ يَتَبَيَّنِ الْمُرَادُ مِنْهُ الْخَطِيْبُ وَ حَكَاهُ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ مَشَائِخِهِ وَ اسْتَعْمَلَ الْإِجَازَةَ لِلْمَعْدُوْمِ مِنَ الْقُدَمَاءِ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ وَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ مَنْدَةَ وَ اسْتَعْمَلَ الْمُعَلَّقَةَ مِنْهُمْ أَيْضًا أَبُوْبَكْرِ ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ وَ رَوٰى بِالْإِجَازَةِ الْعَامَّةِ جَمْعٌ كَثِيْرٌ جَمَعَهُمْ بَعْضُ الْحُفَّاظِ فِي كِتَابٍ وَ رَتَّبَهُمْ عَلٰى حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ لِكَثْرَتِهِمْ وَ كُلُّ ذٰلِكَ كَمَا قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ تَوَسُّعٌ غَيْرُ مَرْضِيٍّ لِأَنَّ الْإِجَازَةَ الْخَاصَّةَ الْمُعَيَّنَةَ مُخْتَلَفٌ فِي صِحَّتِهَا إِخْتِلَافًا قَوِيًّا عِنْدَ الْقُدَمَاءِ وَ إِنْ كَانَ الْعَمَلُ اسْتَقَرَّ عَلٰى اعْتِبَارِهَا عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ فَهِيَ دُوْنَ السَّمَاعِ بِالْإِتِّفَاقِ فَكَيْفَ إِذَا حَصَلَ فِيْهَا الْإِسْتِرْسَالُ الْمَذْكُوْرُ فَإِنَّهَا تَزْدَادُ ضُعْفًا لٰكِنَّهَا فِي الْجُمْلَةِ خَيْرٌ مِنْ إِيْرَادِ الْحَدِيْثِ مُعْضَلًا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَ إِلٰى هُنَا انْتَهَى الْكَلَامُ فِي أَقْسَامِ صِيَغِ الْأَدَاءِ۔

ترجمہ:- خطیب نے تحقیق مجہول کے علاوہ صورتوں میں روایت کو جائز قرار دیا ہے تاوقتیکہ مراد واضح نہ ہو۔ مشائخ کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے۔ معدوم کی اجازت کو قدما میں ابو بکر بن داؤد۔ ابو عبداللہ بن مندہ نے استعمال کیا ہے۔ اور معلق کو قدماء میں ابو بکر بن خیثمہ نے استعمال کیا ہے۔ (یعنی جو غیر یہ معلق ہو) اور اجازت عامہ سے روایت کو ایک جم غفیر نے جائز قرار دیا ہے۔ جس کو بعض حفاظ نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے اور ان کے کثیر ہونے کی وجہ سے حروف معجم پر مرتب کیا ہے۔ ابن صلاح کے مطابق یہ تمام توسیعات پسندیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے اجازت خاصہ معینہ کے صحیح ہونے کے مسئلے میں قدماء کے نزدیک شدید اختلاف ہے۔ اگرچہ عمل متاخرین کے نزدیک اس اعتبار سے جاری ہے۔ پس یہ بالاتفاق سماع سے کم مرتبہ کا ہے۔ پس کس طرح جب توسع مذکور (وصیت وجادہ و اعلام اجازت عامہ) میں اجازت حاصل ہو جائے گی تو ضعف ہی کی زیادتی ہو گی لیکن یہ (اجازت) بہتر ہے حدیث کو معضل لانے سے۔ خدائے پاک ہی بہتر جانتا ہے۔ یہاں صیغ ادا کی قسموں کا بیان ختم ہو گیا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف۔ مجہول کے علاوہ جو وصیت وجادہ اجازت عامہ وغیرہ ہیں اسکے متعلق بعض لوگوں کے قول جواز کو بیان کر کے اپنی رائے پیش کر رہے ہیں۔

خطیب نے اور مشائخ کی ایک جماعت نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ جن میں ابو بکر اور ابن مندہ بھی ہیں۔ ابو بکر بن خیثمہ نے غیر کی مشیت پر معلق والی صورت بھی جائز قرار دیا ہے۔ ابن صلاح صاحب مقدمہ نے اس جواز کو پسند نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ اجازت خاصہ ہی میں جب اختلاف ہے تو اس میں بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے۔ مقدمہ ابن صلاح میں اس پر نہایت تفصیل سے بحث ہے۔

قل: جوزہ سابقا من خطیب ہے۔ قاضی عیاض نے بھی مشائخ کا قول اجازت کا ذکر کیا ہے۔

حروف المعجم. یعنی حروف تہجی کے اعتبار سے۔

المعلقة. یعنی جو غیر کی مشیت پر معلق ہو۔

کل ذلک. یہ مبتدا ہے۔ اس کی خبر غیر مرضی ہے۔ کل ذلک سے مراد تمام جائز قرار دادہ امور ہیں۔

استقر علی اعتبارها. انھوں نے تحقیق روایت کی ترغیب کیلئے اس کی سہولت پیدا کی۔

حصل فیها. یعنی اجازت۔

الاسترسال المذکور. یعنی توسعات مذکورہ جیسے وجادہ اعلام وغیرہ۔

تکلفها. یعنی اجازت خاصہ۔ معضل. جس میں راوی مسلسل حذف ہوں۔

ثُمَّ الرُّوَاةُ إِنِ اتَّفَقَتْ أَسْمَاؤُهُمْ وَ أَسْمَاءُ آبَائِهِمْ فَصَاعِدًا وَ اخْتَلَفَتْ أَشْخَاصُهُمْ سَوَاءٌ اتَّفَقَ فِي ذٰلِكَ اثْنَانِ مِنْهُمْ أَمْ أَكْثَرُ وَ كَذٰلِكَ إِذَا اتَّفَقَ اثْنَانِ فَصَاعِدًا فِي الْكُنْيَةِ وَ النِّسْبَةِ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الْمُتَّفِقُ وَ الْمُفْتَرِقُ وَ فَائِدَتُهُ مَعْرِفَتُهُ خَشْيَةَ أَنْ يُظَنَّ الشَّخْصَانِ شَخْصًا وَاحِدًا وَ قَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابًا حَافِلًا وَ قَدْ لَخَّصْتُهُ وَ زِدْتُ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيرًا وَ هٰذَا عَكْسُ مَا تَقَدَّمَ مِنَ النَّوْعِ الْمُسَمَّى بِالْمُهْمَلِ لِأَنَّهُ يُخْشَى مِنْهُ أَنْ يُظَنَّ الْوَاحِدُ اثْنَيْنِ وَ هٰذَا يُخْشَى أَنْ يُظَنَّ الِاثْنَانِ وَاحِدًا.

ترجمہ: پھر راوی متعدد ایسے ہوں کہ ان کے نام ان کے آباء اجداد اور اس سے آگے کا نسب یکساں ہو اور شخصیتیں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ برابر ہے خواہ یہ اتفاق دو میں پیش آئے یا زائد میں۔ اسی طرح دو یا دو سے زیادہ کنیت میں یا نسبت میں شریک ہوں تو اس قسم کو متفق و

مفترق کہا جاتا ہے۔ اس کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ دو شخصوں کو ایک شخص سمجھنے کے گمان سے محفوظ رہتا ہے۔ اس پر خطیب نے ایک وسیع کتاب لکھی ہے میں نے اس کی تلخیص کی ہے اور بہت سے امور کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ ما قبل کی اس نوع جس کا نام مہمل تھا اس کا عکس ہے چونکہ وہاں خوف تھا کہ ایک کو دو نہ سمجھ لیا جائے اور یہاں یہ خوف ہے کہ دو کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف رواۃ میں ہم نامی کی وجہ سے جو اشتباہ اور خطا کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے اس کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے رواۃ کی تین قسمیں ہیں: (۱) متفق مفترق۔ (۲) موتلف مختلف۔ (۳) متشابہ۔ متفق مفترق وہ راوی ہیں جس کے نام مع ولدیت بولنے اور لکھنے میں یکساں ہوں۔ اور ان کی شخصیت علیحدہ علیحدہ ہو۔ نام یکساں ہونے کی وجہ سے متفق اور ذات علیحدہ ہونے کی وجہ سے مفترق کہا جاتا ہے۔ موتلف و مختلف۔ وہ رواۃ جن کے نام لکھنے میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں۔ جیسے عُقَیل اور عَقِیل۔ متشابہ۔ وہ ہم نام راوی جن کی ولدیت تلفظ مختلف اور کتابت میں متفق ہو۔ جیسے محمد بن عَقیل اور محمد بن عُقیل۔ یا اس کا برعکس ہو۔ تلفظ میں مختلف اور ولدیت یکساں ہو جیسے شریح بن النعمان اور سریج بن النعمان۔

حل: اثنان او اکثر۔ ہم نام دو ہوں یا اس سے زائد خلیل بن احمد نام کے چھ راوی ہیں۔

المنسبة: نسبت میں ہو جیسے محمد بن عبد اللہ الانصاری۔ اس نام و نسبت کے دو ہیں۔

فائدۃ: اس مقام سے اس کی معرفت کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ دو کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔

کتابا: خطیب کی اس کتاب کا نام الموضح لاوہام الجمع والتفریق ہے۔

حافلا: یعنی جامعا۔ هذا: یعنی یہ مہمل کی ضد اور عکس ہے۔

وَ إِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطّاً وَ اخْتَلَفَتْ نُطْقًا سَوَاءٌ كَانَ مَرْجِعُ الْاِخْتِلَافِ النُّقَطَ أَوِ الشَّكْلَ فَهُوَ الْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ وَ مَعْرِفَتُهُ مِنْ مُهِمَّاتِ هٰذَا الْفَنِّ حَتّٰى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ أَشَدُّ التَّصْحِيْفِ مَا يَقَعُ فِي الْأَسْمَاءِ وَ وَجَّهَهُ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهُ شَيْءٌ لَا يَدْخُلُهُ الْقِيَاسُ وَ لَا قَبْلَهُ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ لَا بَعْدَهُ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهِ أَبُوْ أَحْمَدَ الْعَسْكَرِيُّ لٰكِنَّهُ أَضَافَهُ إِلٰى كِتَابِ التَّصْحِيْفِ لَهُ ثُمَّ أَفْرَدَهُ بِالتَّأْلِيْفِ عَبْدُ الْغَنِيِّ

ابْنُ سَعِيدٍ فَجَمَعَ فِيهِ كِتَابَيْنِ كِتَابًا فِي مُشْتَبِهِ الْأَسْمَاءِ وَكِتَابًا فِي مُشْتَبِهِ النِّسْبَةِ وَجَمَعَ شَيْخُهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي ذٰلِكَ كِتَابًا حَافِلًا ثُمَّ جَمَعَ الْخَطِيبُ ذَيْلًا ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِيعَ أَبُو نَصْرِ بْنُ مَاكُولَا فِي كِتَابِهِ الْإِكْمَالِ۔

ترجمہ:- پھر اگر نام کتابت میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ اور گویائی میں علیحدہ ہو۔ خواہ یہ اختلاف نقطوں میں ہو یا شکلوں میں تو وہ موتلف و مختلف ہے۔ اس سے واقفیت اس فن کے اہم امور میں سے ہے۔ یہاں تک کہ ابن مدینی نے کہا کہ سب سے زیادہ غلطی نام میں ہے۔ اس کی توجیہ میں بعضوں نے کہا کہ اس میں چونکہ قیاس کو دخل نہیں۔ نہ اس کے آگے پیچھے کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو (اس کی صحت پر) دلالت کرے۔ ابو احمد عسکری نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی اور اسے اپنی کتاب التصحیف میں شامل کر لیا۔ پھر عبد الغنی بن سعید نے مستقل اس پر کتاب لکھی اس میں دو کتابوں کو جمع کیا۔ ایک کتاب مشتبہ الاسماء ایک مشتبہ النسبۃ۔ انکے استاذ دار قطنی نے اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی پھر خطیب نے اس کا ذیل لکھا۔ پھر سب کو جمع کر دیا ابو نصر ماکولا نے اپنی کتاب اکمال میں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف موتلف مختلف کی تعریف اس کی اہمیت اور اس فن پر لکھی جانے والی کتابوں کو ذکر کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ محدثین نے اس پر کتنی توجہ کی ہے۔ اس کی تعریف اور مثال گذر چکی ہے۔ جیسے عقیل اور عقیل۔

حل: خطاً۔ یعنی کتابت کے اعتبار سے۔

موتلف۔ یعنی لکھنے کے اعتبار سے یکساں اور بولنے کے اعتبار سے مختلف ہونے کی وجہ سے۔

بانہ۔ التصحیف۔ ولا قبلہ۔ یعنی سیاق و سباق کی وجہ سے

فیہ۔ یعنی اس موتلف اور مختلف کے موضوع پر۔

ذیلاً۔ یعنی اضافہ اور حاشیہ کے طور پر وہ باتیں لکھیں جو رہ گئی تھیں۔

وَاسْتَدْرَكَ عَلَيْهِمْ فِي كِتَابٍ آخَرَ فَجَمَعَ فِيهِ أَوْهَامَهُمْ وَبَيَّنَهَا وَكِتَابُهُ مِنْ أَجْمَعِ مَا جُمِعَ فِي ذٰلِكَ وَهُوَ عُمْدَةُ كُلِّ مُحَدِّثٍ بَعْدَهُ وَقَدِ اسْتَدْرَكَ عَلَيْهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ نُقْطَةَ مَا فَاتَهُ أَوْ تَجَدَّدَ بَعْدَهُ فِي مُجَلَّدٍ ضَخْمٍ ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيْهِ مَنْصُورُ بْنُ سَلِيمٍ بِفَتْحِ السِّينِ فِي مُجَلَّدٍ لَطِيفٍ وَكَذٰلِكَ أَبُو حَامِدِ بْنُ الصَّابُونِيِّ وَجَمَعَ الذَّهَبِيُّ فِي ذٰلِكَ مُخْتَصَرًا جِدًّا

اِعْتَمَدَ فِيْهِ عَلَى الضَّبْطِ بِالْقَلَمِ فَكَثُرَ فِيْهِ الْغَلَطُ وَالتَّصْحِيْفُ الْمُبَايِنُ لِمَوْضُوْعِ الْكِتَابِ وَقَدْ يَسَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِتَوْضِيْحِهِ فِيْ كِتَابٍ سَمَّيْتُهُ تَبْصِيْرُ الْمُنْتَبِهِ بِتَحْرِيْرِ الْمُشْتَبِهِ وَهُوَ مُجَلَّدٌ وَاحِدٌ فَضَبَطْتُهُ بِالْحُرُوْفِ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمَرْضِيَّةِ وَزِدْتُ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيْرًا مِمَّا أَهْمَلَهُ أَوْ لَمْ يَقِفْ عَلَيْهِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ۔

ترجمہ:- اور اس پر استدراک کیا ہے دوسری کتاب میں اس میں اس کے اوہام کو بیان کیا ہے اور جمع کیا ہے۔ اور جمع کردہ کتابوں میں سے ان کی کتاب سب سے عمدہ ہے ہر محدث کے لئے عمدہ ہے جو اس کے بعد آئے۔ اور جو چھوٹ گیا تھا اس پر ابو بکر بن نقطہ نے استدراک کیا۔ یا جو نئے مسائل اس کے بعد آئے۔ ایک ضخیم جلد میں۔ پھر اس پر منصور بن سلیم شیخ الحسن نے ایک لطیف جلد میں ذیل لکھا اسی طرح ابو حامد بن الصابونی نے اور ذہبی نے ان سب کو ایک مختصر میں جمع کر دیا۔ مگر اس میں ضبط پر قلم سے اعتماد کیا (یعنی تحریراً) پر کثرت سے اس میں غلطیاں واقع ہو گئیں۔ جو موضوع کتاب کے خلاف ہوئی۔ خدا تعالیٰ ہم پر آسان کرے اس کی توضیح میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام تبصیر المنتبہ تحریر المشتبہ ہے۔ وہ ایک جلد میں ہے۔ میں نے اسے اچھی طرح حروف کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ اور اس پر بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ جن لوگوں نے چھوڑ دیا جن سے لوگ واقف نہ ہوئے۔ اس پر خدا ہی کی تعریف ہے۔

تشریح:- اس فن پر جو استدراکات ہوتے اور اس فن پر جو اہم قابل ذکر تالیفات محدثین کے قلم سے وجود میں آئیں مولف اس کا تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن ماکولا نے اکمال کے علاوہ ایک کتاب استدراک لکھا۔ یعنی ماقبل کے چھوٹے مسائل کو جمع کر دیا۔ ابو بکر بن نقطہ نے ابن ماکولا پر مستدرک لکھا۔ منصور بن سلیم نے اس پر ذیل لکھا۔ اسی طرح ابو حامد صابونی نے بھی ذیل لکھا ان سب کو ذہبی نے مختصر کر کے ایک مختصر کی ترتیب دی۔ ذہبی نے ان ناموں کو کتابۃً تو لکھا مگر تحریر یعنی حروف میں ضبط نہیں کیا جس سے مقصد فوت ہو گیا اور غلطیاں زاید ہو گئیں۔ پھر خود حافظ نے ذہبی کی کتاب پر توضیح کی جس کا نام تبصرۃ المنتبہ رکھا۔ اس میں ناموں کو حروف سے ضبط کیا۔ اور اس میں بہت سی مافات امور کا اضافہ کیا۔ اسی طرح سب سے جامع کتاب

حافظ کی ہوگی۔

وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطًّا وَنُطْقًا وَاخْتَلَفَتِ الْآبَاءُ نُطْقًا مَعَ ائْتِلَافِهَا خَطًّا كَمُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَمُحَمَّدِ ابْنِ عُقَيْلٍ بِضَمِّهَا فَالْأَوَّلُ نَيْسَابُورِيٌّ وَالثَّانِي فِرْيَابِيٌّ وَهُمَا مَشْهُورَانِ وَطَبَقَتُهُمَا مُتَقَارِبَةٌ أَوْ بِالْعَكْسِ كَأَنْ يَخْتَلِفَ الْأَسْمَاءُ نُطْقًا وَيَأْتَلِفَ خَطًّا وَيَتَّفِقَ الْآبَاءُ خَطًّا وَنُطْقًا كَشُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ وَسُرَيْجِ بْنِ النُّعْمَانِ الْأَوَّلُ بِالشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَهُوَ تَابِعِيٌّ يَرْوِي عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَالثَّانِي بِالسِّينِ الْمُهْمَلَةِ وَالْجِيمِ وَهُوَ مِنْ شُيُوخِ الْبُخَارِيِّ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الْمُتَشَابِهُ وَكَذَا إِنْ وَقَعَ ذٰلِكَ الِاتِّفَاقُ فِي الِاسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ وَالِاخْتِلَافُ فِي النِّسْبَةِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابًا جَلِيلًا سَمَّاهُ تَلْخِيصَ الْمُتَشَابِهِ ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيْهِ أَيْضًا بِمَا فَاتَهُ أَوَّلًا وَهُوَ كَثِيرُ الْفَائِدَةِ.

ترجمہ:- اگر نام تحریر اور تلفظ میں تو یکساں ہوں اور آباء میں تلفظاً فرق ہو۔ ور خط میں یکساں ہوں۔ جیسے محمد بن عَقیل عین کے فتحہ کے ساتھ اور محمد بن عُقیل عین کے ضمہ کے ساتھ اول نیشاپوری ہیں دوم فریابی ہیں دونوں مشہور ہیں۔ دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے۔ یا یہ کہ اس کا عکس ہو۔ نام تو تلفظ کے اعتبار سے مختلف ہو۔ اور تحریراً یکساں ہو۔ اور ولد کا نام تحریر اور تلفظ میں دونوں یکساں ہوں۔ جیسے شریح بن النعمان اور سریج بن النعمان اول منقوط شین کے ساتھ اور حاء غیر منقوط کے ساتھ۔ یہ تابعی ہیں جو حضرت علی سے روایت کرتے ہیں دوسرا سین غیر منقوط اور جیم کے ساتھ ہے۔ جو بخاری کے اساتذہ میں ہیں۔ یہ وہ قسم ہے جس کا نام متشابہ رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر راوی اور راوی کے ولد کے نام میں اتفاق ہو اور نسبت میں فرق ہو تو اس پر خطیب نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام تلخیص المتشابہ ہے۔ پھر جو چھوٹ گیا تھا اس کا ذیل لکھا۔ جو بہت مفید ہے۔

تشریح:- تیسری قسم متشابہ کی یہاں سے تفصیل کر رہے ہیں۔ یہ وہ قسم ہے راوی جس کی ولدیت کتابت میں یکساں اور تلفظ میں مختلف ہو۔ جیسے محمد بن عَقیل عین کے فتحہ کے ساتھ اور محمد بن عُقیل عین کے ضمہ کے ساتھ۔ یا اس کا عکس ولدیت میں یکساں ہو اور راوی میں خطاً تو یکسانیت ہو اور تلفظاً فرق ہو۔ جیسے شریح بن النعمان بڑی شین کے ساتھ

اور حاء کے ساتھ اور سریج بن النعمان سین اور جیم کے ساتھ۔ یا نام اور ولدیت تو یکساں ہو مگر نسبت میں فرق ہو جیسے محمد بن عبداللہ مخرّمی تشدید یا کے ساتھ اور محمد بن عبداللہ مخرمی بلا تشدید یا کے اول مخرمی نسبت ہے مقام مخرم کی طرف جو بغداد کے علاقے میں ہے اور ثانی مخرمہ بن نوفل کی جانب منسوب ہے۔ فریابی منسوب ہے ترک کے علاقے کے ایک شہر فریاب کی طرف۔

وَيَتَرَكَّبُ مِنْهُ وَمِمَّا قَبْلَهُ أَنْوَاعٌ مِنْهَا أَنْ يَحْصُلَ الْاِتِّفَاقُ أَوِ الْاِشْتِبَاهُ فِي الْاِسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ مَثَلًا إِلَّا فِي حَرْفٍ أَوْ حَرْفَيْنِ فَأَكْثَرَ مِنْ أَحَدِهِمَا أَوْ مِنْهُمَا وَهُوَ عَلَى قِسْمَيْنِ إِمَّا بِأَنْ يَكُوْنَ الْاِخْتِلَافُ بِالتَّغْيِيْرِ مَعَ أَنَّ عَدَدَ الْحُرُوْفِ ثَابِتَةٌ فِي الْجِهَتَيْنِ أَوْ يَكُوْنُ الْاِخْتِلَافُ بِالتَّغْيِيْرِ مَعَ نُقْصَانِ بَعْضِ الْأَسْمَاءِ عَنْ بَعْضٍ فَمِنْ أَمْثِلَةِ الْأَوَّلِ مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَنُوْنَيْنِ بَيْنَهُمَا أَلِفٌ وَهُمْ جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الْعَوَقِيُّ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ ثُمَّ الْقَافِ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَيَّارٍ بِفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ التَّحْتَانِيَّةِ وَبَعْدَ الْأَلِفِ رَاءٌ وَهُمْ أَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الْيَمَامِيُّ شَيْخُ عُمَرَ بْنِ يُوْنُسَ وَمِنْهَا مُحَمَّدُ بْنُ حُنَيْنٍ بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَنُوْنَيْنِ الْأُوْلَى مَفْتُوْحَةٌ بَيْنَهُمَا يَاءٌ تَحْتَانِيَّةٌ تَابِعِيٌّ يَرْوِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ بِالْجِيْمِ بَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ وَآخِرُهُ رَاءٌ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ تَابِعِيٌّ مَشْهُوْرٌ أَيْضًا وَمِنْ ذٰلِكَ مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ كُوْفِيٌّ مَشْهُوْرٌ وَمُطَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ بِالطَّاءِ بَدَلَ الْعَيْنِ شَيْخٌ آخَرُ يَرْوِيْ عَنْهُ أَبُوْ حُذَيْفَةَ النَّهْدِيُّ وَمِنْهُ أَيْضًا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ صَاحِبُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ وَآخَرُوْنَ وَأُحَيْدُ بْنُ الْحُسَيْنِ مِثْلُهُ لٰكِنْ بَدَلَ الْمِيْمِ يَاءٌ تَحْتَانِيَّةٌ وَهُوَ شَيْخٌ بُخَارِيٌّ يَرْوِيْ عَنْهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبِيْكَنْدِيُّ.

ترجمہ:- اس سے اور ما قبل سے مل کر چند قسمیں حاصل ہوں گی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ راوی یا اسکے والد کے نام میں یکسانیت اور اشتباہ واقع ہو مگر ایک یا دو حرف میں نہیں۔ اس سے زیادہ میں ہو۔ دو ناموں میں سے ایک میں۔ یا دونوں میں تو اس کی دو قسم ہے۔ یا تو اختلاف تغیر کی وجہ سے ہو۔ اور حروف کی تعداد دونوں صورتوں میں باقی ہو۔ یا

یہ کہ اختلاف تو تغیر کی وجہ سے ہو بعض ناموں میں کمی کے ساتھ۔ اول کی مثال۔ محمد بن سنان سین مہملہ کے کسرہ کے ساتھ اور دو نون اور اس کے درمیان الف ہے اور اس نام سے ایک جماعت ہے انہیں میں عوفی بھی ہیں جو عین اور واو کے فتح پھر قاف کے ساتھ ہے۔ یہ بخاری کے شیخ ہیں اور محمد بن سیار سین مہملہ کے فتح کے ساتھ اور یا تحتانیہ کی تشدید کے ساتھ اور الف کے بعد راء ہے۔ اور اس نام کی بھی ایک جماعت ہے۔ انہیں یمامی بھی ہیں جو عمر بن یونس کے شیخ ہیں اور انہیں میں محمد بن حنین بھی ہیں جو حاء مہملہ کے ضمہ کے ساتھ اور دو نون کے ساتھ جس کے درمیان الف ہے۔ یہ ایک تابعی ہیں جو ابن عباس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور محمد بن جبیر۔ جیم اور اس کے بعد یا کے ساتھ اور اسکے آخر میں راء ہے۔ اور یہ محمد بن جبیر بن مطعم ایک مشہور تابعی ہیں۔ اور اسی میں معرف بن واصل کوفی ہیں جو مشہور ہیں۔ اور مطرف بن واصل بھی ہیں جو میم کے بدلے طاء کے ساتھ ہے۔ یہ دوسرے شیخ ہیں ان سے ابو حذیفہ نہدی روایت کرتے ہیں اور اسی میں نیز احمد بن حسین صاحب ابراہیم بن سعد ان ہیں اور دوسرے احید بن الحسین اسی کے مثل ہے۔ لیکن میم کے بجائے یا تحتانیہ ہے۔ یہ بخاری کے شیخ ہیں ان سے عبد اللہ بن محمد بیکندی روایت کرتے ہیں۔

تشریح:- ماتن کے اقسام مذکورہ مؤتلف مفترق و متشابہ سے جو اقسام حاصل ہوتے ہیں اس کی مولف تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ اتفاق و اتحاد تام نہ ہو مگر ایک دو حروف میں نہ ہو۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ تعداد میں تو یکساں ہو مگر ایک دو حروف بدلے ہوں جیسے محمد بن سنان، محمد بن سیار۔ کہ نون اور یاء کا فرق ہے۔ اسی طرح معرف بن واصل اور مطرف بن واصل ایک میم کے ساتھ ایک طاء کے ساتھ۔ اسی طرح احمد بن حسین اور احید بن حسین۔ ایک میم کے ساتھ ایک یاء کے ساتھ ہے۔

حل: یترکب منه۔ یعنی متشابہ۔ مما قبله۔ یعنی مؤتلف اور مختلف۔

انواع۔ یعنی مختلف قسمیں۔ منها ای من جملة الانواع

الاتفاق۔ یعنی خط اور نطق میں۔ فی الاسم یعنی راوی کے نام میں

فاکثر۔ ای من حرفین۔ من احدهما۔ ای احد الاسمین من رسم الراوی۔

و اسم الاب۔ یعنی راوی یا راوی کے والد کے نام میں سے ایک میں۔

جہتین۔ یعنی دو راویوں کے اعتبار سے۔ عوقی۔ عوقہ جو بطن عبد القیس سے ہے۔

یمامی۔ یمامہ کی جانب منسوب ہے۔ مشتبہا۔ مراد اس سے مختلف الاول ہے۔

و من ذٰلك ايضا حفص بن ميسرة شيخ بخاري مشهور من طبقة مالك و جعفر بن ميسرة شيخ مشهور شيخ لعبيد الله بن موسى الكوفي الاول بالحاء المهملة والفاء بعدها صاد مهملة والثاني بالجيم والعين المهملة بعدها فاء ثم راء و من امثلة الثاني عبد الله بن زيد جماعة منهم في الصحابة صاحب الاذان و اسم جده عبد ربه و راوي حديث الوضوء و اسم جده عاصم و هما انصاريان و عبد الله بن يزيد بزيادة ياء في اول اسم الاب والزاي المكسورة و هم ايضا جماعة منهم في الصحابة الخطمي يكنى ابا موسى و حديثه في الصحيحين والقاري له ذكر في حديث عائشة رضي الله تعالى عنها و قد زعم بعضهم انه الخطمي و فيه نظر ومنها عبد الله بن نجي و هم جماعة و عبد الله بن نجي بضم النون و فتح الجيم و تشديد الياء تابعي معروف يروي عن علي رضي الله تعالى عنه۔

ترجمہ:- اور اسی میں حفص بن میسرہ امام بخاری کے مشہور شیخ ہیں۔ اور جعفر بن میسرہ عبد اللہ بن موسیٰ کے مشہور شیخ ہیں۔ پہلا حاء مہملہ کے ساتھ اور اس کے بعد صاد مہملہ ہے۔ دوسرا جیم اور عین مہملہ اس کے بعد راء ہے۔ مشہور تابعی ہیں جو حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ اور قسم ثانی کی مثال عبد اللہ بن زید ان ناموں کی ایک جماعت ہے۔ انہیں میں اذان کی روایت کرنے والے صحابی ہیں۔ ان کے دادا کا نام عبد ربہ ہے۔ اور حدیث وضو کے بھی راوی ہیں ان کے دادا کا نام عاصم ہے۔ دونوں انصاری ہیں اور عبد اللہ بن یزید باپ کے نام کے شروع میں یائی زیادتی کے اور زاء مکسورہ کے ساتھ اس نام کی بھی ایک جماعت ہے جن میں خطمی صحابی بھی ہیں جن کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔ ان کی حدیث صحیحین میں ہے۔ اور قاری بھی ہے۔ جس کا ذکر حدیث عائشہ میں ہے اور بعضوں نے اسے خطمی سمجھا ہے۔ اور اس میں اشکال ہے۔ اور اسی میں عبد اللہ بن نجی ہے اور اس نام کی

ایک جماعت ہے۔ اور عبداللہ بن نُجَیّ نون کے ضمہ اور جیم کے فتحہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ ہے۔ مشہور تابعی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح:- ماقبل ہی کے مقصد سے اس عبارت مذکورہ کا تعلق ہے۔ اور اسی قسم اول کے اقسام کی تفصیل چل رہی ہے۔ اس کے بعد قسم ثانی کی مثال بیان کیا قسم ثانی سے مراد یہ کہ اختلاف بعض اسماء میں بعض حروف کی کمی یا زیادتی سے متعلق ہو۔ جیسے عبداللہ بن زید اور عبداللہ بن یزید۔ اسی نام سے ایک صحابی خطمی بھی ہیں۔ جن کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔ دوسرے ایک اور ہے جو قاری یاء کی تشدید کے ساتھ ہے قبیلہ قارہ کی جانب ہے۔ بعضوں نے قاری اور خطمی کو ایک سمجھ لیا ہے سو یہ قابل تحقیق ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن یحیٰی اور عبداللہ بن نُجَیّ ہے۔ کہ صرف جیم اور یاء کا فرق ہے۔

حل:۔ ومن ذلک، یعنی قسم اول۔

من امثلة الثاني، دوسری قسم جس میں تغیر بعض اسماء میں حروف کی کمی و بیشی کے ساتھ متعلق ہو۔ صاحب الاذان، جنہوں نے اذان کی حدیث صحیح میں منقول ہے۔

عاصم، بعض روایت میں ہے عاصم کے بجائے خطیب ہے لہٰذا ملا علی قاری نے شرح میں اسی کو ذکر کیا ہے۔ خطمی، خطمہ جو بطن اوس سے ہے اسی کی طرف منسوب ہے۔

القاریؒ، قارہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔

فیه نظر، اس نظر کی وجہ یہ ہے کہ یہ قاری بہت چھوٹے تھے یعنی آپ کے زمانہ میں۔

اَوْ يَحْصُلُ الْاِتِّفَاقُ فِي الْخَطِّ وَالنُّطْقِ لٰكِنْ يَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ اَوِ الْاِشْتِبَاهُ بِالتَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ اِمَّا فِي الْاِسْمَيْنِ جُمْلَةً اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ كَاَنْ يَقَعَ التَّقْدِيْمُ وَالتَّاخِيْرُ فِي الْاِسْمِ الْوَاحِدِ فِي بَعْضِ حُرُوْفِهٖ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَشْتَبِهُ بِهٖ مِثَالُ الْاَوَّلِ الْاَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ وَيَزِيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَهُوَ ظَاهِرٌ وَمِنْهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ وَيَزِيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَمِثَالُ الثَّانِيْ اَيُّوْبُ بْنُ سَيَّارٍ وَاَيُّوْبُ بْنُ يَسَارٍ اَلْاَوَّلُ مَدَنِيٌّ مَشْهُوْرٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَالْاٰخَرُ مَجْهُوْلٌ۔

ترجمہ:- یا تحریر اور تلفظ میں تو یکسانیت ہو لیکن اختلاف اور اشتباہ تقدیم و تاخیر میں ہو یا یہ دو اسموں میں ساتھ ہو۔ یا اس کے مثل ہو کر تقدیم و تاخیر ایک نام میں بعض حروف

ہے اندر دوسرے مشابہ کے اعتبار سے ہو۔ اول کی مثال اسود بن یزید اور یزید بن الاسود ہے۔ اور یہ ظاہر ہے اسی طرح عبداللہ بن یزید اور یزید بن عبداللہ ہے۔ اور ثانی کی مثال ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار ہے۔ اور مشہور ہے جو مدنی ہیں یہ قوی نہیں ہیں۔ اور دوسرے مجہول ہیں۔

تشریح :- اس مقام سے مولف اس قسم کو بیان کر رہے ہیں کہ رواۃ کے نام لکھنے اور بولنے میں تو یکساں ہو مگر تقدیم و تاخیر کی وجہ سے اختلاف یا اشتباہ پیدا ہو گیا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ دونوں ناموں میں ایک ساتھ تقدیم و تاخیر ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن الاسود۔ یا ایک نام کے بعض حروف میں دوسرے مشابہ نام کے اعتبار سے ہو جیسے ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار۔

حل: فی الاسمین جملۃ۔ یعنی یک ساتھ۔ اس کا نام مقلوب القلوب رکھا گیا ہے۔

الاسود بن یزید۔ یہ تابعی ہیں۔ اور یزید بن الاسود نام کے دو صحابی ہیں ایک خزاعی دوسرے الجرشی۔ الثانی۔ مراد تقدیم و تاخیر ایک نام میں ہو۔

لیس بالقوی۔ ایوب بن یسار کی روایت ضعیف ہے۔

المجہول۔ ایوب بن یسار۔ یہ مجہول راوی ہیں ان کی حدیث غیر مقبول ہے۔

"خاتمة"

وَ مِنَ الْمُهِمِّ فِي ذٰلِكَ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الرُّوَاةِ وَ فَائِدَتُهُ الْاَمْنُ مِنْ تَدَاخُلِ الْمُشْتَبِهِيْنَ وَ اِمْكَانُ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى تَبْيِيْنِ التَّدْلِيْسِ وَ الْوُقُوْفُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْمُرَادِ مِنَ الْعَنْعَنَةِ وَالطَّبَقَةُ فِي اصْطِلَاحِهِمْ عِبَارَةٌ عَنْ جَمَاعَةٍ اِشْتَرَكُوْا فِي السِّنِّ وَ لِقَاءِ الْمَشَائِخِ وَ قَدْ يَكُوْنُ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ مِنْ طَبَقَتَيْنِ بِاِعْتِبَارَيْنِ كَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنَّهُ مِنْ حَيْثُ ثُبُوْتِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يُعَدُّ فِي طَبَقَةِ الْعَشَرَةِ مَثَلًا وَ مِنْ حَيْثُ صِغَرِ السِّنِّ يُعَدُّ فِي طَبَقَةٍ مَنْ بَعْدَهُمْ فَمَنْ نَظَرَ اِلَى الصَّحَابَةِ بِاِعْتِبَارِ الصُّحْبَةِ جَعَلَ الْجَمِيْعَ طَبَقَةً وَاحِدَةً كَمَا صَنَعَ اِبْنُ حِبَّانَ وَغَيْرُهُ وَ مَنْ نَظَرَ اِلَيْهِمْ بِاِعْتِبَارِ قَدْرٍ زَائِدٍ كَالسَّبْقِ اِلَى

الْإِسْلَامِ أَوْ شُهُوْدِ الْمَشَاهِدِ الْفَاضِلَةِ وَالْهِجْرَةِ جَعَلَهُمْ طَبَقَاتٍ وَ إِلَى ذٰلِكَ جَنَحَ صَاحِبُ الطَّبَقَاتِ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ الْبَغْدَادِيُّ وَ كِتَابُهُ أَجْمَعُ مَا جُمِعَ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْكُتُبِ وَ كَذٰلِكَ مَنْ جَاءَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ وَ هُمُ التَّابِعُوْنَ مَنْ نَظَرَ إِلَيْهِمْ بِاعْتِبَارِ الْأَخْذِ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ فَقَطْ جَعَلَ الْجَمِيْعَ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كَمَا صَنَعَ ابْنُ حِبَّانَ أَيْضًا وَ مَنْ نَظَرَ إِلَيْهِمْ بِاعْتِبَارِ اللِّقَاءِ قَسَّمَهُمْ كَمَا فَعَلَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ وَلِكُلٍّ مِّنْهُمَا وَجْهٌ۔

ترجمہ :- ارباب حدیث کے نزدیک فن کے اہم امور میں سے راویوں کے طبقہ کا جاننا ہے۔ اور اس کا فائدہ مشتبہین کے تداخل سے محفوظ رہنا اور تدلیس کی حقیقت پر مطلع ہونا اور معنعن کے حقیقی مراد سے واقف ہونا ہے۔ طبقہ کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسی جماعت جو عمر اور شیوخ کی ملاقات میں شریک ہو۔ کبھی ایک ہی شخص دو مختلف اعتبار سے دو طبقہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک اس حیثیت سے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف صحبت حاصل ہے۔ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور اس اعتبار سے کہ صغیر السن تھے بعد کے طبقہ میں شمار ہے۔ پس جنھوں نے صحابہ میں شرف صحبت کا اعتبار کیا سب کو ایک ہی طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جیسے ابن حبان وغیرہ نے۔ اور جنھوں نے قدر زائد (فضیلت وغیرہ) کا لحاظ سبقت اسلام یا باعث فضیلت معرکہ جہاد یا ہجرت تو انھوں نے صحابہ کو چند طبقوں میں شمار کیا ہے۔ اسی کی طرف صاحب طبقات ابن سعد ابو عبداللہ محمد بن سعد بغدادی مائل ہوئے ہیں اور ان کی کتاب جمع کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ جامع ہے۔ اسی طرح صحابہ کے بعد جو تابعین آئے ہیں (انکا بھی ذکر ہے) اور جنھوں نے حضرات صحابہ سے محض استفادہ کا اعتبار کیا ہے۔ تو انھوں نے سب کو ایک طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جیسے کہ ابن حبان نے۔ اور جنھوں نے محض لقاء کا اعتبار کیا تو انھوں نے ان کو تقسیم کر دیا۔ جیسا کہ ابن سعد اور ہر ایک کو اس کی گنجائش ہے۔

تشریح :- خاتمہ میں چند فن کے اہم امور کا ذکر ہے۔ جن کا جاننا طالبین کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ چنانچہ انہیں اہم امور میں طبقات رواۃ بھی ہے۔ طبقہ اصطلاح میں وہ افراد عمر اور لقاء شیوخ میں باہم شریک ہوں۔ عموماً اس کے تین فوائد جلیلہ ہیں۔ (۱) مشتبہ

وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضاً مَعْرِفَةُ مَوَالِيْدِهِمْ وَ وَفِيَاتِهِمْ لِاَنَّ بِمَعْرِفَتِهِمَا يَحْصُلُ الْاَمْنُ مِنْ دَعْوَى الْمُدَّعِي لِلِقَاءِ بَعْضِهِمْ وَ هُوَ فِي نَفْسِ الْاَمْرِ لَيْسَ كَذٰلِكَ. وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضاً مَعْرِفَةُ بُلْدَانِهِمْ وَ اَوْطَانِهِمْ وَ فَائِدَتُهُ الْاَمْنُ مِنْ تَدَاخُلِ الْاِسْمَيْنِ اِذَا اتَّفَقَا لٰكِنْ اِفْتَرَقَا بِالنَّسَبِ۔

ترجمہ:۔ نیز اہم ترین امور میں سے انکی پیدائش اور وفات کی معرفت ہے۔ چونکہ اس کی معرفت سے بعض کا بعض سے (جھوٹی) ملاقات کا دعوی محفوظ ہو جائے گا۔ جب کہ واقعہ میں ایسا نہ ہو (ملاقات نہ ہوئی) اس اہم امور میں سے شہروں اور وطنوں کی پہچان ہے۔ اور اس کا فائدہ دو ناموں کے باہم تشابہ کے اندیشہ سے جب کہ وہ یکساں ہوں بہ محفوظ رہنا ہے۔ لیکن وہ (التباس) نسب سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف رحمہ کے ولادت اور وفات اور انکے جائے پیدائش یا سکونت کے علاقے کی معرفت کی اہمیت کو ذکر کر رہے ہیں۔ ولادت اور وفات کا جاننا اس وجہ سے ضروری ہے تاکہ لقاء کے سلسلہ میں سچ جھوٹ کا پتہ چل جائے۔ اور وطن و سکونت کے شہروں کی معرفت اس وجہ سے کہ جو رواۃ ہم نام ہیں ان میں اس نسبت سے فرق کیا جاسکے کہ یہ بغدادی ہیں اور یہ رازی یا حرملی ہیں وغیرہ۔

حل لغات: موالید۔ میلاد کی جمع۔ نفس الامر۔ حقیقت واقعہ۔

افترقا فی النسب۔ یعنی شہر اور وطن کی معرفت سے ناموں کا التباس و اشتباہ جاتا رہیگا۔

وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضاً مَعْرِفَةُ اَحْوَالِهِمْ تَعْدِيْلاً وَ تَجْرِيْحاً وَ جَهَالَةً لِاَنَّ الرَّاوِيَ اِمَّا اَنْ يُعْرَفَ عَدَالَتُهُ اَوْ يُعْرَفَ فِسْقُهُ اَوْلَا يُعْرَفَ فِيْهِ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ. وَ مِنْ اَهَمِّ ذٰلِكَ بَعْدَ الْاِطِّلَاعِ مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ لِاَنَّهُمْ قَدْ يَجْرَحُوْنَ الشَّخْصَ بِمَا لَا يَسْتَلْزِمُ رَدَّ حَدِيْثِهِ كُلِّهِ وَ قَدْ بَيَّنَّا اَسْبَابَ ذٰلِكَ فِيْمَا مَضٰى وَ حَصَرْنَاهَا فِي عَشَرَةٍ وَ قَدْ تَقَدَّمَ شَرْحُهَا مُفَصَّلاً وَ الْغَرْضُ هُنَا ذِكْرُ الْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِ فِي اِصْطِلَاحِهِمْ عَلٰى تِلْكَ الْمَرَاتِبِ.

ترجمہ:۔ اور انہی اہم امور میں عدل و جرح و جہالت کے اعتبار سے ان کے احوال کی معرفت ہے۔ چونکہ راوی، راوی کی عدالت یا فسق معلوم ہو گیا یا کچھ نہ معلوم ہوگا۔

اور اس کی واقفیت کے بعد جرح و تعدیل کی معرفت بھی اہم ترین امور میں سے ہے۔
چونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راوی پر ایسی جرح کر دیتے ہیں جس کے سبب سے کل حدیث کا
رد لازم نہیں آتا۔ میں نے اس (رد کے) اسباب کو گزشتہ اوراق میں بیان کیا ہے۔ اور ہم
نے اسے دس میں منحصر کیا ہے۔ اور اس کی شرح مفصل گزر چکی ہے۔ یہاں مقصد ان
الفاظ کا ذکر کرنا ہے جو ان کی اصطلاح کے اعتبار سے مراتب پر دلالت کرتے ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف عدالت و جرح کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے بعد جرح و
تعدیل کے مراتب کو بیان کرتے ہیں۔ چونکہ کوئی راوی عادل، ثقہ، معروف و مجہول
ہے۔ اور عدل و جرح کے کس مرتبہ پر اس کا جاننا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ احادیث کے
درجات راویوں کے احوال پر موقوف ہوتے ہیں۔

حل: تعدیل۔ کسی کی عدالت سے بحث کرنا۔ تجریح۔ کسی کی جرح سے بحث کرنا۔
جہالات۔ غیر معروف اور ان اشخاص کی معرفت۔
لان الراوی۔ راوی کے احوال انہیں احوال ثلاثہ میں دائر رہتے ہیں۔ چونکہ اس کے
مراتب مختلف ہیں اس لئے مراتب کی واقفیت ضروری ہے۔
قد یجرحون۔ باب تفعیل سے جرح کی نسبت کرنا۔
لا یستلزم۔ ناواقفیت اصول کی وجہ سے جرح کی بنیاد پر کل حدیث مسترد کر دیا جاتا حالانکہ
ایسا نہیں۔

وَ لِلْجَرْحِ مَرَاتِبُ اَسْوَأُهَا الْوَصْفُ بِمَا دَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِيْهِ وَ اَصْرَحُ ذٰلِكَ
التَّعْبِيْرُ بِاَفْعَلَ كَاَكْذَبِ النَّاسِ وَ كَذَا قَوْلُهُمْ اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي الْوَضْعِ اَوْ هُوَ رُكْنُ
الْكِذْبِ وَ نَحْوُ ذٰلِكَ ثُمَّ دَجَّالٌ اَوْ وَضَّاعٌ اَوْ كَذَّابٌ لِاَنَّهَا وَ اِنْ كَانَ نَوْعُ مُبَالَغَةٍ
لٰكِنَّهَا دُوْنَ الَّتِيْ قَبْلَهَا. وَ اَسْهَلُهَا اَيِ الْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِ عَلَى الْجَرْحِ قَوْلُهُمْ فُلَانٌ لَيِّنٌ
اَوْ سَيِّئُ الْحِفْظِ اَوْ فِيْهِ اَدْنٰى مَقَالٍ وَ بَيْنَ اَسْوَأِ الْجَرْحِ وَ اَسْهَلِهِ مَرَاتِبُ لَا تَخْفٰى
فَقَوْلُهُمْ مَتْرُوْكٌ اَوْ سَاقِطٌ اَوْ فَاحِشُ الْغَلَطِ اَوْ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ اَشَدُّ مِنْ قَوْلِهِمْ
ضَعِيْفٌ اَوْ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ اَوْ فِيْهِ مَقَالٌ

ترجمہ:- جرح کے چند مراتب ہیں۔ ان میں سب سے بدترین وہ صفت ہے جو مبالغہ پر

دلالت کرے۔ اور اس سے زیادہ صراحت اسم تفضیل کے صیغے میں ہے۔ جیسے اکذب الناس۔ یا اسی طرح یہ قول۔ الیہ المنتہی فی الوضع۔ وضع کا سلسلہ اسی پر جا کر ختم ہے۔ یا رکن کذب ہے۔ یا اسی کے مانند۔ پھر دجال۔ وضاع، کذاب۔ اس میں گو ایک قسم کا مبالغہ ہے مگر ما قبل سے کم ہے۔ اور ان میں نرم الفاظ جو جرح پر دلالت کرنے والے ہیں ان کا قول۔ فلان لین یا سیئ الحفظ یا فیہ ادنی مقال ہے۔ سوا کو اور اکمل کے درمیان مختلف مراتب ہیں جو ظاہر ہیں۔ پس ان کے یہ الفاظ متروک، ساقط، فاحش الغلط، منکر الحدیث زیادہ سخت ہیں بمقابلہ ان کے ان الفاظ کے ضعیف یا لیس بالقوی یا فیہ مقال۔

تشریح :۔ مولف اس مقام سے جرح کے اصولی مراتب یا اجمالی اقسام کو ذکر کر رہے ہیں۔ اصولاً ان کے تین مراتب ہیں۔ (۱) بدترین جرح۔ جیسے اکذب الناس۔ (۲) متوسط۔ دجال وضاع۔ (۳) ادنیٰ۔ سی الحفظ وغیرہ۔ مزید اس کے بعض اقسام اور بیان کئے گئے ہیں۔ فلان فیہ مقال یا فلان ضعیف۔ اور لا یحتج بہ۔ خیال رہے کہ جن راویوں کے بارے میں یہ جرح کے الفاظ ذکر کیے گئے ہوں ان کی روایت سے نہ استشہاد ہو گا نہ ان کی حدیث ذکر کی جائے گی نہ لکھی اور روایت کی جائے گی۔ ہاں مگر ذکر کرکے تاکہ معلوم ہو جائے۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضاً مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ التَّعْدِيْلِ وَ اَرْفَعُهَا الْوَصْفُ اَيْضاً بِمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْمُبَالَغَةُ فِيْهِ وَ اَصْرَحُ ذٰلِكَ التَّعْبِيْرُ بِاَفْعَلَ كَاَوْثَقِ النَّاسِ اَوْ اَثْبَتِ النَّاسِ وَ اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي التَّثَبُّتِ ثُمَّ مَا تَاَكَّدَ بِصِفَةٍ مِنَ الصِّفَاتِ الدَّالَّةِ عَلَى التَّعْدِيْلِ اَوْ صِفَتَيْنِ كَثِقَةٍ ثِقَةٍ اَوْ ثَبْتٍ ثَبْتٍ اَوْ ثِقَةٍ حَافِظٍ اَوْ عَدْلٍ ضَابِطٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ وَ اَدْنَاهَا مَا اَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ اَسْهَلِ التَّجْرِيْحِ كَشَيْخٍ وَ يُرْوٰى حَدِيْثُهٗ وَ يُعْتَبَرُ بِهٖ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ وَ بَيْنَ ذٰلِكَ مَرَاتِبُ لَا تَخْفٰى.

ترجمہ :۔ انہیں اہم امور میں تعدیل کے مراتب کو بھی جاننا ہے۔ اور ان میں سب سے عمدہ وصف ہے جو مبالغہ پر دلالت کرے۔ اور اس میں سب سے زیادہ واضح تعبیر افعل اسم تفضیل کے ذریعہ ہے۔ جیسے اوثق الناس اثبت الناس یا الیہ المنتہی فی التثبت ہے۔ پھر وہ صیغہ صفت میں سے کوئی صفت ہے جو تعدیل پر دلالت کرنے والا ہو یا مکرر صفتیں ہوں۔ جیسے ثقہ ثقہ، ثبت ثبت یا ثقہ حافظ۔ یا عدل ضابط یا اسی کے مثل۔ اور اس میں سب سے

کمتر مرتبہ وہ ہے جو جرح کے ادنیٰ مراتب کے قریب ہو۔ مثلاً شیخ یا یروی حدیثہ و یعتبر بہ یا
اسی کے مثل اور اس کے مابین بہت سے مراتب ہیں جو مخفی نہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مراتب تعدیل کو ذکر کر رہے ہیں۔ جرح کی طرح تعدیل
کے بھی تین اصول ہیں۔ (۱) راوی کے حق میں انتہائی مبالغہ ہو۔ یا اسم تفضیل کا صیغہ
استعمال کیا گیا ہو جیسے اوثق یا اعلیٰ ہے۔ (۲) اوسط۔ مکرر صفات ہو جیسے ثقہ ثقہ۔ (۳)
ادنیٰ جرح کے اولیٰ مراتب سے قریب ہو۔ جیسے یروی حدیثہ۔ کہ اس کے نیچے اگر آئے گا
جرح ادنیٰ میں شامل ہو جائے گا۔ اور اعلیٰ ادنیٰ کے درمیان مراتب ہیں مثلاً یکتب حدیثہ۔
مامون۔ خیال رہے کہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں تعدیل کے ۶ مراتب اور صیغے اور
جرح کے ۶ مراتب اور صیغے بیان کئے ہیں انہیں مراتب جرح تعدیل سے موسوم کیا گیا
ہے۔ اب یہی اصطلاح رائج اور جاری و مشہور ہے۔ اولاً تعدیل کے پھر جرح کے یہ ہیں
(۱) صحابی ہونا۔ (۲) اوثق۔ (۳) ثقہ۔ (۴) صدوق لا باس (۵) صدوق لہ اوہام (۶) لین
الحدیث۔ (۷) مستور یا مجہول۔ (۸) ضعیف۔ (۹) مجہول۔ (۱۰) متروک۔ (۱۱) متہم
بالکذب۔ (۱۲) کذاب وضاع۔

وَهٰذِهِ أَحْكَامٌ تَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ وَ ذَكَرْتُهَا تَكْمِلَةً لِلْفَائِدَةِ فَأَقُوْلُ تُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ
عَارِفٍ بِأَسْبَابِهَا لَا مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ. لِئَلَّا يُزَكِّيَ بِمُجَرَّدِ مَا يَظْهَرُ لَهُ ابْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ
مُمَارَسَةٍ وَاخْتِبَارٍ. وَلَوْ كَانَتِ التَّزْكِيَةُ صَادِرَةً مِنْ مُزَكٍّ وَاحِدٍ عَلَى الْأَصَحِّ خِلَافًا
لِمَنْ شَرَطَ أَنَّهَا لَا تُقْبَلُ إِلَّا مِنِ اثْنَيْنِ إِلْحَاقًا لَهَا بِالشَّهَادَةِ فِي الْأَصَحِّ أَيْضًا وَ
الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ التَّزْكِيَةَ تَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْحُكْمِ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ وَالشَّهَادَةُ
تَقَعُ مِنَ الشَّاهِدِ عِنْدَ الْحَاكِمِ فَافْتَرَقَا.

ترجمہ:- اور یہ احکام اسی جرح و تعدیل سے متعلق ہیں۔ میں نے یہاں تکمیل فائدہ کے
لئے ذکر کر دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تزکیہ اسباب تزکیہ کے عارفین ہی سے قبول کیا جائے
گا۔ غیر عارف سے نہیں۔ تاکہ محض ظاہر کے اعتبار سے ابتداءً تزکیہ نہ کر دی جائے بلا
تجربہ اور آزمائش کے۔ خواہ تزکیہ صحیح قول کی بنا پر ایک ہی مزکی سے صادر ہو۔ بخلاف ان
حضرات کے جنہوں نے شرط لگائی ہے کہ تزکیہ دو سے قبول کیا جائے گا صحیح قول یہ ہے۔

کے ساتھ متصل کرتے ہوئے۔ اور فرق دونوں کے درمیان یہ ہے کہ تزکیہ بمنزلہ حکم کے ہے۔ پس اس میں عدد شرط نہیں۔ اور شہادت شاہد سے حاکم کے پاس واقع ہوتی ہے پس دونوں کے درمیان فرق ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جرح کس کی معتبر ہوگی اور کس کی نہیں۔ اور یہ کہ جرح کے لئے نصاب شہادت شرط نہیں جیسا کہ بعضوں کو گمان ہوا ہے۔ چونکہ یہ بمنزلہ حکم کے ہے۔ اس میں عدد شہادت شرط نہیں۔

حل: ھذہ۔ جرح تعدیل سے متعلق جو آئندہ احکامات ذکر کر رہے ہیں۔ یعنی تزکیہ عارف سے قبول کرنا۔

بذلک۔ یعنی جرح و تعدیل۔ عارف۔ جو تزکیہ کے اصول و قواعد سے واقف اور ماہر ہو
ولو واحدا ہنا الاصح۔ یک قول میں یہ بھی ہے کہ شہادت مزکی واحد سے بھی ہو جاتی ہے۔
الحاقا لہا بالروایۃ یا تزکیہ۔ فی الاصح۔ یعنی شہادت میں اصل یہ ہے کہ دو سے ہو۔
مگر ایک سے بھی ہونے کا قول ہے۔ جیسا مزکی روایت اور مزکی شہادت۔

وَلَوْ قِيلَ يُفَصَّلُ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِي الرَّاوِيْ مُسْتَنِدَةً مِنَ الْمُزَكِّي إِلَى اجْتِهَادِهِ أَوْ إِلَى النَّقْلِ عَنْ غَيْرِهِ لَكَانَ مُتَّجِهاً لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ الْأَوَّلُ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ أَصْلاً لِأَنَّهُ حِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ بِمَنْزِلَةِ الْحَاكِمِ وَإِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَيَجْرِيْ الْخِلَافُ وَيَتَبَيَّنُ أَنَّهُ أَيْضاً لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ لِأَنَّ أَصْلَ النَّقْلِ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ فَكَذَا مَا تَفَرَّعَ عَنْهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ:- پس اگر کہا جائے کہ فرق اس طرح کیا گیا ہے کہ راوی کے تزکیہ کا مزکی کی طرف سے اجتہاد کے یا نقل کے اعتبار سے ہے تو اس کی توجیہ کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ اول (اجتہاد) کے اعتبار سے تو اس میں عدد بالکل شرط نہیں چونکہ اس وقت یہ بمنزلہ حاکم کے ہے۔ اگر ثانی (نقل کے) اعتبار سے ہے تو اس میں اختلاف ہے اور اس میں بھی واضح بھی ہے کہ عدد شرط نہیں ہے چونکہ اصل نقل میں عدد شرط نہیں ہے۔ پس اسی طرح اس سے متفرع ہونے والے میں بھی۔ واللہ اعلم۔

تشریح:- مولف اس مقام سے قیل کے ذریعہ ایک شبہ دور کر رہے ہیں کہ اگر مزکی کا

تزکیہ یعنی اجتہاد سے یا نقل سے ہو تو اس میں تو فرق ہونا چاہئے۔ تو اس کا جواب دے رہے ہیں بہر صورت عدد کا اعتبار نہ ہوگا۔ یعنی قبول خبر میں جب عدد شرط نہیں ہے تو راوی کی تعدیل و جرح میں بھی دو کی شرط نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ اجتہاد اور نقل میں جب ایک کافی ہے تو یہاں جو اس پر متفرع ہے بدرجہ اولیٰ کافی ہوگا۔

حل ینفصل۔ مجرد اور تنفیس دونوں سے ہو سکتا ہے۔

متجہا۔ متوجہ ہوتے ہوئے توجیہ کرتے ہوئے۔ القسم الاول یعنی اجتہاد فیہ یعنی مزکی میں۔ یتفرع۔ جو اس پر متفرع ہو یعنی تزکیہ اور نقل سے۔

وَ يَنْبَغِي اَنْ لَا يُقْبَلَ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ اِلَّا مِنْ عَدْلٍ مُتَيَقِّظٍ فَلَا يُقْبَلُ جَرْحُ مَنْ اَفْرَطَ فِيْهِ فَجَرَحَ بِمَا لَا يَقْتَضِي رَدَّ الْحَدِيْثِ الْمُحَدِّثِ كَمَا لَا يُقْبَلُ تَزْكِيَةُ مَنْ اَخَذَ بِمُجَرَّدِ الظَّاهِرِ فَاَطْلَقَ التَّزْكِيَةَ وَ قَالَ الذَّهَبِيُّ وَ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْتِقْرَاءِ التَّامِّ فِي نَقْدِ الرِّجَالِ لَمْ يَجْتَمِعِ اثْنَانِ مِنْ عُلَمَاءِ هٰذَا الشَّاْنِ قَطُّ عَلٰى تَوْثِيْقِ ضَعِيْفٍ وَ لَا عَلٰى تَضْعِيْفِ ثِقَةٍ وَ لِهٰذَا كَانَ مَذْهَبُ النَّسَائِيِّ اَنْ لَا يُتْرَكَ حَدِيْثُ الرَّجُلِ حَتّٰى يَجْتَمِعَ الْجَمِيْعُ عَلٰى تَرْكِهٖ.

ترجمہ۔ اور یہ ضروری ہے کہ جرح و تعدیل نہ قبول کیا جائے مگر ایسے شخص کا جو عادل بیدار ہو اس کی جرح معتبر نہیں جو جرح میں افراط کرے۔ کہ وہ جرح کردے ایسی سے جو کسی محدث کی حدیث کے رد کا تقاضہ نہیں کرتا۔ جیسا کہ اس کا تزکیہ نہیں قبول کیا جاتا جو محض ظاہر کا اعتبار کرے اور تزکیہ کرتے تھے۔ اور علامہ ذہبی نے کہا جو نقد رجال کے سلسلے میں استقراء تام رکھتے ہیں کہ دو عالم کسی ضعیف کی توثیق پر اور کسی ثقہ کی تضعیف پر جمع نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے امام نسائی کا مسلک تھا کہ کسی کی حدیث اس وقت تک ترک نہ کی جائے تاوقتیکہ اس کے ترک پر سب کا اتفاق نہ ہو جائے۔

تشریح: مولف کا مقصد اس سے یہ ہے کہ ہر کسی کی جرح معتبر نہیں۔ متشدد اور متساہل کی جرح معتبر نہیں۔ نیز یہ کہ کسی ایک کی جرح پر حدیث ترک نہ کر دی جائے تاوقتیکہ اس کے ترک پر اہل فن کا اتفاق نہ ہو جائے۔

حل ینبغی۔ معنی میں لازم اور مناسب کے ہے۔ متیقظ۔ یقظ سے ہے۔ یعنی بیدار۔

من افراط جو حد سے زیادہ گذر جائے۔ تشدد اختیار کرے۔ جیسے ابن جوزی وغیرہ۔
وذا مقبول ہے لا یقتضی کا۔ ضعیف مراد اس سے جس کا ضعف مشہور ہو۔
تضعیف ثقہ: میں نے جو بیان کیا ہے اس سے اکثر یہ مراد ہے۔ ورنہ تو اس کے خلاف بھی ہوا۔ جو اہل فن پر مخفی نہیں۔

وَلْيَحْذَرِ الْمُتَكَلِّمُ فِي هٰذَا الْفَنِّ مِنَ التَّسَاهُلِ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ فَإِنَّهُ إِنْ عَدَّلَ بِغَيْرِ تَثَبُّتٍ كَانَ كَالْمُثْبِتِ حُكْمًا لَيْسَ بِثَابِتٍ فَيُخْشٰى عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ فِي زُمْرَةِ مَنْ رَوٰى حَدِيثًا وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّهُ كَذِبٌ وَإِنْ جَرَحَ بِغَيْرِ تَحَرُّزٍ أَقْدَمَ عَلَى الطَّعْنِ فِي مُسْلِمٍ بَرِيءٍ مِنْ ذٰلِكَ وَوَسَمَهُ بِمِيسَمِ سُوْءٍ يَبْقٰى عَلَيْهِ عَارُهُ أَبَدًا وَالْآفَةُ تَدْخُلُ فِي هٰذَا تَارَةً مِنَ الْهَوٰى وَالْغَرَضِ الْفَاسِدِ وَكَلَامُ الْمُتَقَدِّمِينَ سَالِمٌ مِنْ هٰذَا غَالِبًا وَتَارَةً مِنَ الْمُخَالَفَةِ فِي الْعَقَائِدِ وَهُوَ مَوْجُودٌ كَثِيرًا قَدِيمًا وَحَدِيثًا وَلَا يَنْبَغِي إِطْلَاقُ الْجَرْحِ بِذٰلِكَ فَقَدْ قَدَّمْنَا تَحْقِيقَ الْحَالِ فِي الْعَمَلِ بِرِوَايَةِ الْمُبْتَدِعَةِ.

ترجمہ:- اس فن میں گفتگو کرنے والے کو بہت احتیاط چاہئے۔ کہ وہ جرح و تعدیل میں تساہل برتے۔ چونکہ اگر اس نے خلاف واقعہ تعدیل کر دی تو گویا غیر ثابت کو ثابت کرنے والا ہوا۔ خدشہ ہے کہ وہ اس زمرہ میں داخل نہ ہو جائے جس نے حدیث روایت کی اور وہ سمجھ رہا ہے کہ جھوٹ ہے۔ اگر بغیر احتیاط کے جرح کر دیا تو گویا اس نے اقدام کیا ایک مسلمان پر طعن کا جو اس سے بری تھا اور اس نے بری علامت سے داغدار کیا جس کا عار ہمیشہ لاحق رہے۔ اور یہ آفت (خلاف واقعہ جرح) کبھی داخل ہو جاتی ہے ہوائے نفس کی وجہ سے بھی اور غرض فاسد کی وجہ سے بھی۔ البتہ اسلاف کا کلام ایسی باتوں سے محفوظ ہے۔ اور کبھی عقائد کی مخالفت کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے۔ اور ایسا بہت ہوا ہے پہلے بھی اور اب بھی۔ اس کی وجہ سے جرح درست نہیں (محض خلاف عقیدہ کی بنیاد پر) میں نے اس امر کی تحقیق مبتدعہ کی روایت میں پہلے ہی کر دی ہے۔

تشریح:- مولف کا مقصد یہ ہے کہ جرح و تعدیل میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔ ذرا تساہل اور بے احتیاطی سے غیر عادل کو عادل بنایا جا سکتا ہے۔ کبھی جرح خلاف واقعہ نفسانیت کی بنیاد پر۔ کبھی مخالفت عقیدہ و مسلک کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس

کے باعث کر دیکھنا ضروری ہوتا ہے جو ایک ماہر کا کام ہے۔
حل لغات: المتکلم۔ جرح و تعدیل پر کلام کرنے والا۔
عدل۔ تعدیل عادل ہونے کی نسبت کرنا۔
تثبت۔ دلیل و برہان سے اقدام کرنا
وسمہ۔ داغ لگانا علامت لگانا۔ المخالفۃ فی العقائد۔ جیسے رافضیوں کی سنی راویوں پر۔
المبتدعہ۔ جہاں پر بدعت اور اہل بدعت پر بحث کی گئی ہے۔

وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ وَ اَطْلَقَ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ وَ لٰكِنْ مَحَلُّهُ اِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِنْ عَارِفٍ بِاَسْبَابِهِ لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ غَيْرَ مُفَسَّرٍ لَمْ يَقْدَحْ فِي مَنْ ثَبَتَتْ عَدَالَتُهُ وَ اِنْ صَدَرَ مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ بِالْاَسْبَابِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهِ اَيْضًا فَاِنْ خَلَا الْمَجْرُوْحُ عَنِ التَّعْدِيْلِ قُبِلَ الْجَرْحُ فِيْهِ مُجْمَلًا غَيْرَ مُبَيَّنِ السَّبَبِ اِذَا صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ عَلَى الْمُخْتَارِ لِاَنَّهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ تَعْدِيْلٌ فَهُوَ فِي حَيِّزِ الْمَجْهُوْلِ وَ اِعْمَالُ قَوْلِ الْمُجَارِحِ اَوْلٰى مِنْ اِهْمَالِهِ وَ مَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ فِي مِثْلِ هٰذَا اِلَى التَّوَقُّفِ۔

ترجمہ:- اور جرح مقدم ہے تعدیل پر۔ ایک جماعت نے اسے مطلق رکھا۔ لیکن اس کا محل یہ ہے کہ اگر جرح کسی اسباب جرح کے عارف سے مفسر ثابت ہو تو (ٹھیک) اگر جرح غیر مفسر اس پر ہے جس کی عدالت ثابت ہے تو کوئی نقصان نہیں۔ اسی طرح اسباب جرح سے ناواقف کی جانب سے ہے تب بھی جرح معتبر نہیں اگر جرح تعدیل سے خالی ہو (یعنی اس کی کسی نے تعدیل نہ کی ہو) تو جرح مبہم بھی معتبر ہے۔ جس کے سبب کو بیان نہ کیا گیا ہو۔ جب کہ وہ کسی عارف سے مختار قول پر ثابت ہو۔ چونکہ اس کی تعدیل نہیں ہے تو وہ مجہول کے زمرہ میں ہے اور صاحب جرح کا قول اولیٰ ہوگا اس کے ترک سے۔ اور ابن صلاح اس مقام پر توقف کے قائل ہوتے ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف جرح مبہم جرح مفسر اور تعدیل مبہم و تعدیل مفسر کی وضاحت اور موثر ہونے کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ جرح مبین تعدیل سے مقدم ہے جب کہ اس کی تعدیل نہ کی ہو اور واقف فن سے ہو۔ اسی طرح اس کے حق میں جرح غیر مبین مجمل و مبہم بھی مقدم ہوگی یہی مختار ہے۔ چونکہ یہ مجہول ہے۔ اور ابن

صلاح نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

حل: الجرح۔ یعنی جرح کیا ہے۔ مقدم۔ یہ اس وقت ہے جب کہ تعارض ہو۔
علیه۔ یعنی مقدم ہے تعدیل پر۔ مبینا یعنی مفسر۔ جس کے سبب وجہ کو ذکر کیا گیا ہو۔
لم یعتد به۔ غیر عارف سے بالاجماع معتبر نہیں ہے۔ مجملا۔ یعنی جس سبب بیان نہ کیا گیا ہو
باہمال قول الجارح۔ یعنی جارح کی بات کا اعتبار کرنا۔ ابن صلاح نے ان کا توقف
مصنف کے نزدیک غیر مختار ہے۔

فَصْلٌ : وَمِنَ الْمُهِمِّ فِي هٰذَا الْفَنِّ مَعْرِفَةُ كُنَى الْمُسَمَّيْنَ مِمَّنِ اشْتُهِرَ بِاسْمِهِ وَلَهُ كُنْيَةٌ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يَأْتِيَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ مَكْنِيًّا لِئَلَّا يُظَنَّ أَنَّهُ آخَرُ وَمَعْرِفَةُ أَسْمَاءِ الْمُكَنَّيْنَ وَهُوَ عَكْسُ الَّذِي قَبْلَهُ وَمَعْرِفَةُ مَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ وَهُمْ قَلِيْلٌ وَمَعْرِفَةُ مَنِ اخْتُلِفَ فِي كُنْيَتِهِ وَهُوَ كَثِيْرٌ وَمَعْرِفَةُ مَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ كَابْنِ جُرَيْجٍ لَهُ كُنْيَتَانِ أَبُو الْوَلِيْدِ وَأَبُو خَالِدٍ أَوْ كَثُرَتْ نُعُوْتُهُ وَأَلْقَابُهُ وَمَعْرِفَةُ مَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ اسْمَ أَبِيْهِ كَأَبِي إِسْحٰقَ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ إِسْحٰقَ الْمَدَنِيِّ أَحَدِ أَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ وَفَائِدَةُ مَعْرِفَتِهِ نَفْيُ الْغَلَطِ عَمَّنْ نَسَبَهُ إِلٰى أَبِيْهِ فَقَالَ ثَنَا ابْنُ إِسْحٰقَ فَنُسِبَ إِلَى التَّصْحِيْفِ وَأَنَّ الصَّوَابَ ثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ أَوْ بِالْعَكْسِ كَإِسْحٰقَ بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ السَّبِيْعِيِّ أَوْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ كُنْيَةَ زَوْجَتِهِ كَأَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ وَأُمِّ أَيُّوْبَ صَحَابِيَّانِ مَشْهُوْرَانِ.

ترجمہ: - اور اس فن کے اہم امور میں سے ناموں کی کنیت سے واقف ہونا ہے جو مشہور نام سے ہیں اور ان کی کنیت بھی ہے۔ تو نہیں محفوظ رہتا۔ بعض روایتوں میں کنیت کے ساتھ آجائے تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ وہ دوسرا شخص ہے۔ اور کنیت والوں کے ناموں کی معرفت بھی اور یہ ماقبل کا عکس ہے۔ اور ان کی بھی معرفت جس کا نام ہی کنیت ہے اور یہ کم ہیں۔ اور ان کی معرفت جس کی کنیت میں اختلاف ہے اور یہ بہت ہے اور ان کی معرفت جن کی کنیت بکثرت ہو۔ جیسے ابن جریج۔ انکی دو کنیت ہے۔ ابو الولید و ابو خالد یا یہ کہ اس کی صفت اور القاب زیادہ ہوں۔ اور ان کی معرفت جن کے باپ کا نام اس کی کنیت ہو۔ جیسے ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق المدنی۔ اتباع تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کی معرفت کا فائدہ باپ کی طرف منسوب میں غلطی کی نفی ہو جاتی ہے۔ پس کہا حدثنا ابن اسحٰق پس منسوب کردیا تصحیف کی طرف حالانکہ حدثنا ابو اسحٰق کہنا

جاتا ہے یا اس کا عکس جیسے اسحٰق بن ابی اسحٰق السبیعی۔ کبھی شوہر کی کنیت اور بیوی کی کنیت ایک ہوتی ہے جیسے ابو ایوب اور ام ایوب دونوں مشہور صحابی ہیں۔

تشریح: اس مقام سے مولف جرح و تعدیل کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد کنیت کی بحث کر رہے ہیں بسا اوقات راوی کے نام کے ساتھ کنیت بھی ہوتی ہے۔ اگر غائب کنیت نہ جانتا ہوگا تو التباس ہو جائے گا۔ دوسرا راوی سمجھ لے گا۔ مثلاً حضرت ابن عمر کی کنیت ابو عبد الرحمن بھی ہے۔ سند میں جن کی کنیت ہوتی ہے ان کے نام کا بھی جاننا ضروری ہوتا ہے کہ وہ نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ کبھی راوی کی کنیت وہی ہوتی ہے جو راوی کے والد کا نام ہوتا ہے۔ مثلاً ابو اسحٰق بن ابراہیم ان کے والد کا نام اسحٰق ہے۔ کبھی نام اور والد کی کنیت میں موافقت ہو جاتی ہے مثلاً اسحٰق بن ابی اسحٰق۔ کبھی شوہر بیوی کی کنیت ایک ہوتی ہے جیسے ابو ایوب ام ایوب۔

حل: کنی المسلمین۔ ناموں کی کنیت سے واقف ہونا۔

لئلا یظن انه آخر۔ چنانچہ حاکم کی ایک روایت میں ہے عن عبد الله بن شداد عن ابی الولید۔ یہاں عبد الله بن شداد ہی کی کنیت ابو الولید ہے۔ بظاہر یہ الگ الگ معلوم ہوتے ہیں۔

المکنین۔ کنیت والے جو کنیت سے مشہور ہیں۔ کنیت جس کی ابتدا اب یا ام سے ہو۔

من اسمه کنیته۔ نام کسی کی کنیت ہو۔ جیسے ابو حصین۔ ایسا کم ہوتا ہے۔

اختلف کنیته۔ کئی کنیت ہوں۔ جیسے اس میں کسی نے ابو زید کسی نے ابو محمد کسی نے ابو خالد ذکر کیا ہے

کثرت نعوته والقابه۔ نعت یا القاب وہ جو کسی رفعت و شان پر دلالت کرے جیسے صدیق، عتیق، حضرت ابو بکر کیلئے۔ حضرت علی کے لئے ابو تراب، ابو الحسن، ابو الحسین

التصحیف۔ یہ تحریف کے معنی میں ہے۔

السبیعی۔ یمن کے ایک قبیلہ کی جانب منسوب ہے۔

او وافق اسم شيخه اسم ابيه كالربيع ابن انس عن انس هكذا ياتي في الروايات فيظن انه يروي عن ابيه كما وقع في الصحيح عن عامر بن سعد عن سعد و هو ابوه وليس انس شيخ الربيع والده بل ابوه بكري و شيخه انصاري و هو انس

بْنُ مَالِكٍ الصَّحَابِيُّ الْمَشْهُوْرُ وَ لَيْسَ الرَّبِيْعُ الْمَذْكُوْرُ مِنْ أَوْلَادِهِ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ نُسِبَ إِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ كَالْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ نُسِبَ إِلَى الْأَسْوَدِ الزُّهْرِيِّ لِأَنَّهُ تَبَنَّاهُ وَ إِنَّمَا هُوَ الْمِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو أَوْ نُسِبَ إِلَى أُمِّهِ كَابْنِ عُلَيَّةَ وَ هُوَ إِسْمٰعِيْلُ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مِقْسَمٍ أَحَدُ الثِّقَاتِ وَ عُلَيَّةُ إِسْمُ أُمِّهِ اشْتُهِرَ بِهَا وَ كَانَ لَا يُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَ لِهٰذَا كَانَ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ أَنَا إِسْمٰعِيْلُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ أَوْ نُسِبَ إِلَى غَيْرِ مَا يَسْبِقُ إِلَى الْفَهْمِ كَالْحَذَّاءِ ظَاهِرُهُ أَنَّهُ مَنْسُوْبٌ إِلَى صِنَاعَتِهَا أَوْ بَيْعِهَا وَ لَيْسَ كَذٰلِكَ وَ إِنَّمَا كَانَ يُجَالِسُهُمْ فَنُسِبَ إِلَيْهِمْ وَ كَسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ لَمْ يَكُنْ مِنْ بَنِي التَّيْمِ وَ لٰكِنْ نَزَلَ فِيْهِمْ وَ كَذَا مَنْ نُسِبَ إِلَى جَدِّهِ فَلَا يُؤْمَنُ الْتِبَاسُهُ بِمَنْ وَافَقَ اسْمُهُ اسْمَهُ وَ اسْمُ أَبِيْهِ اسْمَ الْجَدِّ الْمَذْكُوْرِ.

ترجمہ:- اگر شیخ کا نام اس کے والد کے نام کے موافق ہو۔ جیسے ربیع بن انس عن انس۔ اسی طرح روایتوں میں آتا ہے پس گمان ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کر رہا ہے، جیسا کہ صحیح میں عامر بن سعد عن سعد کی روایت ہیں کہ وہ اس کے والد ہیں۔ اور ربیع کے شیخ ان کے والد نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے والد بکری ہیں اور انکے شیخ انصاری ہیں اور یہ انس بن مالک مشہور صحابی ہیں۔ اور ربیع مذکور اس کی اولاد نہیں۔

اور اس بات کی معرفت بھی ہے کہ کون اپنے غیر باپ کی طرف منسوب ہے۔ جیسے مقداد بن الاسود یہ منسوب ہے اسود زہری کی جانب جو اس کے محسن ہیں۔ اصل میں یہ ابن عمر ہیں۔ یا اپنی ماں کی جانب منسوب ہو جیسے ابن علیہ۔ کہ اس کا نسب اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم جو ثقہ میں سے ہیں۔ علیہ ان کی والدہ کا نام ہے اور ابن علیہ کہنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت امام شافعی فرماتے تھے اخبرنا اسمٰعیل یقال لہ بن علیہ۔ یا ان کی طرف منسوب ہو جس کی طرف ذہن سبقت نہ کرتا ہو۔ جیسے حذاء ظاہر ہے کہ اس کی نسبت اس صنعت (جوتا بنانے) کی طرف ہوتی چاہئے۔ یا اس کے فروخت کی طرف حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان میں اٹھنا بیٹھنا تھا۔ اس لئے اس کی طرف منسوب ہو گئے۔ اسی طرح سلیمان التیمی کہ یہ قبیلہ تیم سے نہیں تھے۔ لیکن اس میں بودوباش تھا۔ اسی طرح جو منسوب ہیں اپنے دادا کی طرف۔ تاکہ التباس سے مامون ہو جا سکے کہ جس کا

نام باپ دادا کے ہمنام ہے۔

تشریح: اس مقام سے مؤلف، راوی میں ناموں کے ہم نام ہونے کی وجہ سے جو التباس پیدا ہو جاتا ہے اس سلسلے کی معرفت کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں تاکہ طالبین حدیث اس میں کوتاہی نہ کریں۔ یہ اشتباہ متعدد اعتبار سے ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) استاذ اور والد کے نام میں توافق۔ جیسے ربیع بن انس عن انس۔ والد بکری ہیں استاذ صحابی مشہور ہیں۔ (۲) غیر باپ کی طرف نسبت۔ جیسے مقداد بن اسود۔ یہ ولد نہیں ہیں بلکہ ان کے متبنّٰی ہیں۔ (۳) غیر متبادر نسبت۔ جیسے خالد حذاء خود یہ موچی نہیں تھے بلکہ موچی کے پاس بیٹھتے تھے۔

وَ مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اِسْمُهُ وَ اِسْمُ اَبِيْهِ وَ جَدِّهِ كَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَ قَدْ يَقَعُ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ هُوَ مِنْ فُرُوْعِ الْمُسَلْسَلِ وَ قَدْ يَتَّفِقُ الْاِسْمُ وَ اِسْمُ الْاَبِ مَعَ اِسْمِ الْجَدِّ وَ اِسْمِ اَبِيْهِ فَصَاعِدًا كَاَبِي الْيُمْنِ الْكِنْدِيِّ هُوَ زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ اَوِ اتَّفَقَ اِسْمُ الرَّاوِيْ وَ اِسْمُ شَيْخِهِ وَ شَيْخِ شَيْخِهِ فَصَاعِدًا كَعِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ الْاَوَّلُ يُعْرَفُ بِالْقَصِيْرِ وَالثَّانِيْ اَبُوْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ وَالثَّالِثُ ابْنُ حُصَيْنٍ الصَّحَابِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ كَسُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَوَّلُ ابْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَيُّوْبَ الطَّبَرَانِيُّ وَالثَّانِيْ ابْنُ اَحْمَدَ الْوَاسِطِيُّ وَالثَّالِثُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ بِنْتِ شُرَحْبِيْلَ وَ قَدْ يَقَعُ ذٰلِكَ لِلرَّاوِيْ وَ شَيْخِهِ مَعًا كَاَبِي الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيِّ الْعَطَّارِ مَشْهُوْرٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْ اَبِيْ عَلِيٍّ الْاَصْبَهَانِيِّ الْحَدَّادِ وَ كُلٌّ مِنْهُمَا اِسْمُهُ الْحَسَنُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدَ فَاتَّفَقَا فِيْ ذٰلِكَ وَ افْتَرَقَا فِي الْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ اِلَى الْبَلَدِ وَ الصِّنَاعَةِ وَ صَنَّفَ فِيْهِ اَبُوْ مُوْسَى الْمَدِيْنِيُّ جُزْءًا حَافِلًا۔

ترجمہ: اور اہم امور کی واقفیت میں سے یہ بھی ہے کہ راوی، اس کے باپ اور دادا کا نام موافق ہوتا ہے۔ جیسے حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ اور کبھی اس سے زائد بھی ہوتا ہے اور یہ مسلسل کے فروع میں سے ہے۔ اور کبھی راوی کا نام، اور باپ کا نام جد کے نام اور اس کے والد کے موافق ہوتا ہے۔ یا اس سے بھی زائد تک جیسے ابوالیمن

کندی کا نام وہ ہے زید بن حسن بن زید بن حسن بن زید بن حسن۔ اور کبھی راوی کا نام
اس کے شیخ اور اس کے شیخ کا نام یا اس سے بھی آگے کا نام ہم نام ہوتا ہے۔ جیسے عمران بن
عمران بن عمران اول قصیر سے ہیں مشہور اور ثانی ابو رجاء عطاردی ہے اور تیسرا ابن
حصین ہے جو صحابی ہیں۔ اسی طرح سلیمان بن احمد بن سلیمان اول ابن احمد بن ایوب
طبرانی ہیں۔ دوسرے ابن احمد الواسطی ہیں۔ تیسرے ابن عبدالرحمن الواسطی ہیں۔ جو
ابن بنت شرحبیل سے منسوب ہیں۔ اور کبھی یہ موافقت راوی اور اس کے شیخ میں ہوا ہوتا
ہے جیسے ابوالعلاء ہمدانی جو ابو علی الاصبہانی سے روایت میں مشہور ہیں اور ان میں سے ہر
ایک کا نام الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد ہے۔ لیکن اس میں تو متفق
ہیں اور کنیت۔ نسبت شہر اور صفت میں مختلف ہیں۔ اور اس موضوع پر ابو موسیٰ مدینی نے
ایک وسیع رسالہ لکھا ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے اس کی معرفت کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں کہ کبھی راوی کے نام کی
پشت تک ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کا پہچاننا ضروری ہوتا ہے۔ امام غزالی کا نام بھی سات پشت
تک ایک ہی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ایک جگہ ۱۳ پشتوں تک سب کا نام محمد ذکر کیا ہے۔
اس مقدار سے زیادہ کا علم نہ ہو سکا۔ (۲) کبھی راوی اور اسکے شیخ کا نام اور اس کے شیخ کے شیخ
کا نام یا اس سے آگے یکساں ہو۔ (۳) کبھی راوی اور شیخ کے تمام سلسلہ چلا ہے جیسے حسن
بن احمد۔ حسن بن احمد الخ۔ ایسے موقع پر ناموں کا امتیاز کنیت یا القاب یا نسبت سکونت
سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ ابو موسیٰ نے اس پر ایک کتاب لکھی ہے جو مثالوں پر شامل ہے۔

وَمَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ وَالرَّاوِي عَنْهُ وَهُوَ نَوْعٌ لَطِيفٌ لَمْ يَتَعَرَّضْ لَهُ ابْنُ
الصَّلَاحِ وَفَائِدَتُهُ رَفْعُ اللَّبْسِ عَمَّنْ يُظَنُّ أَنَّ فِيهِ تَكْرَارًا أَوِ انْقِلَابًا فَمِنْ أَمْثِلَتِهِ
الْبُخَارِيُّ رَوَى عَنْ مُسْلِمٍ وَرَوَى عَنْهُ مُسْلِمٌ فَشَيْخُهُ مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
الْفَرَاهِيدِيُّ الْبَصْرِيُّ وَالرَّاوِي عَنْهُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيُّ صَاحِبُ
الصَّحِيحِ وَكَذَا وَقَعَ ذَلِكَ لِعَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ أَيْضًا رَوَى عَنْ مُسْلِمِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ وَ
رَوَى عَنْهُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ فِي صَحِيحِهِ حَدِيثًا بِهَذِهِ التَّرْجَمَةِ بِعَيْنِهَا وَمِنْهَا
يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ رَوَى عَنْ هِشَامٍ وَرَوَى عَنْهُ هِشَامٌ فَشَيْخُهُ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَ

هُوَ مِنَ الْفَوَائِدِ وَالرَّاوِيْ عَنْهُ هِشَامُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ الدَّسْتَوَائِيُّ وَمِنْهَا ابْنُ جُرَيْجٍ
رَوَى عَنْ هِشَامٍ وَرَوَى عَنْهُ هِشَامٌ فَالْأَعْلَى ابْنُ عُرْوَةَ وَالْأَدْنَى ابْنُ يُوْسُفَ
الصَّنْعَانِيُّ وَمِنْهَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ رَوَى عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلَى وَرَوَى عَنْهُ ابْنُ أَبِيْ لَيْلَى
فَالْأَعْلَى عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَالْأَدْنَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَذْكُوْرُ وَأَمْثِلَتُهُ كَثِيْرَةٌ

ترجمہ:- اور اس کی معرفت بھی ہو کہ راوی کے شیخ کا نام اس سے روایت کرنے والے
کے ہم نام ہو۔ اور یہ ایک لطیف قسم ہے ابن صلاح نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کا
فائدہ التباس کو دور کرنا ہے۔ اس سے جس کو گمان ہو جاتا ہے کہ تکرار ہو گیا ہے الٹ گیا
ہے۔ اس کی مثال بخاری ہے کہ انھوں نے روایت کی مسلم سے۔ اور مسلم نے روایت کی
ان سے۔ تو ان کے (بخاری کے) شیخ مسلم بن ابراہیم فراہیدی ہیں۔ اور ان سے (بخاری
سے) روایت کرنے والے مسلم بن الحجاج القشیری ہیں جو صاحب صحیح ہیں۔ اسی طرح
عبد بن حمید کی بھی روایت ہے کہ انھوں نے مسلم بن ابراہیم سے اور ان سے روایت کی
مسلم بن الحجاج نے اپنی صحیح میں ایک حدیث بعینہ اسی ترجمہ سے۔ اسی طرح یحییٰ بن کثیر
کی روایت کہ انھوں نے ہشام سے روایت کی اور ان سے ہشام نے روایت کی۔ پس ان
کے شیخ تو ہشام بن عروہ ہیں، وہ ان کے ہم عصر ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے
ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی ہیں۔ اسی طرح ابن جریج ہیں ہشام سے روایت کرتے ہیں
اور ان سے ہشام روایت کرتے ہیں پس اولیٰ (جو شیخ ہیں) وہ ابن عروہ ہیں۔ اور (شاگرد)
ادنیٰ وہ ابن یوسف صنعانی ہیں۔ اسی طرح حکم بن عتبہ ہیں یہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے
ہیں اور ان سے ابن ابی لیلیٰ بھی روایت کرتے ہیں۔ تو استاذ وہ عبدالرحمن ہیں اور شاگرد
محمد بن عبدالرحمن ہیں۔ اور اسکی مثالیں بہت ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اس کی بھی واقفیت کو اہم قرار دے رہے ہیں کہ کبھی
راوی اور اس کے استاذ اور اس کے استاذ سے روایت کرنے والوں کے نام میں موافقت
ہو جاتی ہے۔ یعنی استاذ اور اس سے روایت کرنے والوں کے نام یکساں نظر آتے ہیں
حالانکہ وہ الگ الگ ہوتے ہیں۔ مثلاً امام مسلم نے روایت کی بخاری سے۔ اور پھر بخاری
سے مسلم نام کے ایک راوی نے روایت کی۔ تو سمجھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ استاذ نے پھر

شاگرد سے روایت کی حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ (تو ایسا بھی ہوتا ہے مثلاً ترمذی و بخاری
کے بارے میں جیسا کہ معلوم ہے) بخاری کے استاذ مسلم بن فراہیدی بصری ہیں اور شاگرد
مسلم صاحب صحیح مسلم ہیں۔ اسی طرح ہشام سے ابن جریج نے روایت کی ہشام پھر
انہیں سے ہشام نے روایت کیا دیکھئے یہاں شیخ بھی ہشام اور ان سے روایت کرنے
والے بھی ہشام مگر دونوں میں فرق ہے۔ اول ابن عروہ ثانی ابن یوسف صنعانی ہیں۔ لہٰذا
اگر طالب ناموں کے مصداق کو نہ جانے گا تو اسے شیخ و شاگرد کا التباس ہو جائے گا۔

وَمِنَ الْمُهِمِّ فِي هٰذَا الْفَنِّ مَعْرِفَةُ الْأَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ وَقَدْ جَمَعَهَا جَمَاعَةٌ مِنَ
الْأَئِمَّةِ فَمِنْهُمْ مَنْ جَمَعَهَا بِغَيْرِ قَيْدٍ كَابْنِ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَاتِ وَابْنِ أَبِي خَيْثَمَةَ
وَالْبُخَارِيِّ فِي تَارِيخِهِمَا وَابْنِ أَبِي حَاتِمٍ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَفْرَدَ
الثِّقَاتِ كَالْعِجْلِيِّ وَابْنِ حِبَّانَ وَابْنِ شَاهِينَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَفْرَدَ الْمَجْرُوحِينَ
كَابْنِ عَدِيٍّ وَابْنِ حِبَّانَ أَيْضًا وَمِنْهُمْ مَنْ تَقَيَّدَ بِكِتَابٍ مَخْصُوصٍ كَرِجَالِ
الْبُخَارِيِّ لِأَبِي نَصْرٍ الْكَلَابَاذِيِّ وَرِجَالِ مُسْلِمٍ لِأَبِي بَكْرِ بْنِ مَنْجُوَيْهِ وَ
رِجَالِهِمَا مَعًا لِأَبِي الْفَضْلِ بْنِ طَاهِرٍ وَرِجَالِ أَبِي دَاوُدَ لِأَبِي عَلِيٍّ الْجَيَّانِيِّ وَ
كَذَا رِجَالُ التِّرْمِذِيِّ وَرِجَالُ النَّسَائِيِّ لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْمَغَارِبَةِ وَرِجَالُ السِّتَّةِ
الصَّحِيحَيْنِ وَأَبِي دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ لِعَبْدِ الْغَنِيِّ الْمَقْدِسِيِّ
فِي كِتَابِ الْكَمَالِ ثُمَّ هَذَّبَهُ الْمِزِّيُّ فِي تَهْذِيبِ الْكَمَالِ وَقَدْ لَخَّصْتُهُ وَزِدْتُ
عَلَيْهِ أَشْيَاءَ كَثِيرَةً وَسَمَّيْتُهُ تَهْذِيبَ التَّهْذِيبِ وَجَاءَ مَعَ مَا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ مِنَ
الزِّيَادَةِ قَدْرَ ثُلُثِ الْأَصْلِ.

ترجمہ:۔ اور اس فن کے اہم ترین امور میں سے اسماء مجردہ کی معرفت بھی ہے۔ ائمہ کی
ایک جماعت نے ان کو جمع کیا ہے۔ پس بعضوں نے ان کو بلا کسی قید کے جمع کیا ہے جیسے
ابن سعد نے طبقات میں۔ ابن ابی خیثمہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے
جرح و تعدیل میں۔ بعض وہ ہیں جنھوں نے صرف ثقات کو جمع کیا ہے۔ جیسے ابن عجلی۔
ابن حبان اور ابن شاہین نے۔ بعض وہ ہیں جنھوں نے صرف مجروحین کا ذکر کیا ہے۔
جیسے ابن عدی اور ابن حبان نے۔ اور بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنی کتاب کو صرف رجال

بنا کی پر مرتب کیا ہے۔ جیسے ابو نصر کلا بازی اور مسلم کے رجال پر جیسے ابو بکر بن منجویہ اور دونوں کے رجال کو اکٹھے جمع کیا ہے جیسے ابو الفضل بن طاہر نے اور ابوداؤد کے رجال کو ابو علی الجیانی نے اور اسی طرح ترمذی اور نسائی کے رجال کو اہل مغرب کی ایک جماعت نے اور کتب ستہ کے رجال صحیحین، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے رجال پر عبدالغنی مقدسی نے کتاب الکمال میں۔ پھر مزی نے اسے تہذیب الکمال میں مہذب کیا۔ میں نے اس کی تلخیص کی اور بہت سی اشیاء کا اضافہ کیا ہے۔ جس کا نام تہذیب التہذیب رکھا ہے۔ اور وہ زائد پر مشتمل مضامین اصل کے تہائی کے برابر ہے۔

تشریح: اس مقام سے مولف اس فن کے اہم امور میں مختلف راویوں کے نام کی و کنیت اور معرفت بھی ہے اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ اور اس فن پر جو ائمہ رجال نے کتابیں لکھی ہیں ان کا ذکر کر رہے ہیں۔

اسماء مجردہ پر تالیفات کی مختلف نوعیت ہے۔ بعضوں نے بلا کسی قید کے جمع کیا۔ جیسے ابن سعد وغیرہ۔ بعضوں نے صرف ثقہ راوی کو جمع کیا جیسے ابن عجلی وغیرہ۔ بعضوں نے ضعف کو جیسے ابن عدی وغیرہ۔ بعضوں نے کسی ایک کتاب کے رواۃ کو جمع کیا۔ بعضوں نے صحیح ستہ کے رواۃ کو جمع کیا جیسے عبدالغنی نے اور مزی نے۔ حافظ نے اسکا مع اضافہ تلخیص وخلاصہ کیا جو تہذیب التہذیب کے نام سے ہے اور بڑی مفید ہے۔

حل: اسماء مجردہ۔ محض نام۔ کنیت اور القاب سے خالی۔ بغیر قید۔ یعنی ہر ایک قسم کے راوی خواہ ضعیف یا قوی ہوں

من المغاربة۔ مراد ورقی۔ الکمال۔ نام اس کا الکمال فی اسماء الرجال۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ الْاَسْمَاءِ الْمُفْرَدَةِ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهَا الْحَافِظُ اَبُوْ بَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ هٰرُوْنَ الْبَرْدِيْجِيُّ فَذَكَرَ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً تَعَقَّبُوْا عَلَيْهِ بَعْضَهَا وَ مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُ صُغْدِيُّ بْنُ سِنَانٍ اَحَدُ الضُّعَفَاءِ وَ هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَ قَدْ تُبْدَلُ سِيْنًا مُهْمَلَةً وَ سُكُوْنُ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ بَعْدَهَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ ثُمَّ يَاءٌ كَيَاءِ النَّسَبِ وَ هُوَ اِسْمُ عَلَمٍ بِلَفْظِ النَّسَبِ وَ لَيْسَ هُوَ فَرْدًا فَفِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ لِاِبْنِ اَبِيْ حَاتِمٍ صُغْدِيٌّ الْكُوْفِيُّ وَ ثَّقَهُ اِبْنُ مَعِيْنٍ وَ فَرَّقَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الَّذِيْ قَبْلَهُ فَضَعَّفَهُ وَ فِي

تاریخ العقیلی صعدی ابن عبداللہ یروی عن قتادۃ قال العقیلی حدیثہ غیر محفوظ انتہی و اظنہ ھو الذی ذکرہ ابن ابی حاتم و اما کون العقیلی ذکرہ فی الضعفاء فانما ھو للحدیث الذی ذکرہ عنہ و لیست الآفۃ منہ بل ھی من الراوی عنہ عنبسۃ بن عبدالرحمن واللہ اعلم.

ترجمہ: اور انہی امور میں اسماء مفردہ بھی ہے۔ اس موضوع پر حافظ ابو بکر احمد بن ہارون بردیجی نے لکھا ہے۔ اور اس میں بہت سی چیزوں کو ذکر کیا ہے۔ اور بعضوں پر تعقب بھی کیا ہے اور اس میں اس کا قول صعدی بن سنان کے متعلق بھی ہے جو ضعفاء میں سے ہیں۔ وہ صاد مہملہ کے ضمہ کے ساتھ۔ کبھی سین مہملہ سے بدل دیتے ہیں۔ اس کے بعد عین معجمہ کا سکون پھر دال مہملہ پھر یاء ہے نسبتی یاء کی طرح۔ یہ اسم علم ہے لفظ نسب کے ساتھ۔ وہ فرد نہیں ہے۔ ابن ابی حاتم کی جرح و تعدیل میں ہے کہ صعدی کوفی کی بابت یحییٰ نے توثیق کی ہے۔ اور اس صعدی اور اس کے درمیان فرق یہ ہے کہ اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔ (یعنی ابن ابی حاتم نے) اور عقیلی کی تاریخ میں ہے کہ صعدی بن عبد اللہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ عقیلی نے کہا کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ انتہی۔ میں گمان کرتا ہوں کہ صعدی وہی ہیں جن کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔ بہرحال عقیلی کا ضعفاء میں ذکر کرنا۔ اس حدیث کی وجہ سے جو انھوں نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ آفت (ضعف) ان کی جانب سے نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے عنبسہ بن عبدالرحمن کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم۔

تشریح: - اس مقام سے مولف اسماء مفردہ کی تشریح کر رہے ہیں۔ اور علامہ بردیجی کی کتاب کا جو تعقب کیا ہے۔ اس کا ذکر کر رہے ہیں۔ کہ انھوں نے صعدی کو اسماء مفردہ اور ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ جب کہ ابن ابی حاتم نے انکو ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ نے کہا کہ صعدی میں ضعف اس کے راوی عنبسہ کی وجہ سے ہے۔

حل: مفردہ۔ وہ راوی جو اپنے نام میں تنہا ہو۔ اور ان کا کوئی ہم نام نہ ہو۔

تعقبوا۔ علامہ بردیجی جو اسماء مفردہ پر کتاب لکھی ہے اس پر بعضوں نے کچھ نقد کیا ہے کہ صعدی اسماء مفردہ میں نہیں ہے۔ گو ان کو سمجھ لیا گیا۔ صعدی کا اصل صعدوی ہے۔

لیس ھو فرد۔ اس نام کے اور بھی راوی ہیں۔

أَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُتَأَخِّرِينَ وَ تَارَةً إِلَى الْأَوْطَانِ وَ هٰذَا فِي الْمُتَأَخِّرِينَ أَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُتَقَدِّمِينَ وَالنِّسْبَةُ إِلَى الْوَطَنِ أَعَمُّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ بِلَادًا أَوْ ضِيَاعًا أَوْ سِكَكًا أَوْ مُجَاوَرَةً وَ تَقَعُ إِلَى الصَّنَائِعِ كَالْخَيَّاطِ وَالْحِرَفِ كَالْبَزَّازِ وَ يَقَعُ فِيْهَا الْاِتِّفَاقُ وَالْاِشْتِبَاهُ كَالْأَسْمَاءِ وَ قَدْ تَقَعُ الْأَنْسَابُ أَلْقَابًا كَخَالِدِ بْنِ مَخْلَدِ الْقَطَوَانِيِّ كَانَ كُوْفِيًّا وَ يُلَقَّبُ بِالْقَطَوَانِيِّ وَ كَانَ يَغْضَبُ مِنْهَا.

ترجمہ:- اسی طرح کنیت مجردہ اور مفردہ کی معرفت۔ اسی طرح القاب کی معرفت کبھی یہ نام سے ہوتا ہے کبھی یہ کنیت سے۔ اور مرض کے سبب سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے اعمش یا حرفت سے ہو۔ اسی طرح نسبوں کا پہچاننا بھی اور کبھی نسبت قبیلہ کی طرف ہوتی ہے اور متاخرین کے مقابلہ میں متقدمین زاید ہے اور کبھی وطن کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یہ متاخرین میں زاید ہے بمقابلہ متقدمین کے۔ وطن کی نسبت عام ہے خواہ شہر یا دیہات یا محلہ ہو یا پڑوس کی وجہ سے نسبت ہو۔ اور یہ کبھی صنعت کی جانب بھی منسوب ہوتا ہے جیسے خیاط اور حرفت کی طرف جیسے بزاز۔ کبھی اس میں موافقت اور اشتباہ بھی واقع ہو جاتا ہے جیسے کہ اسماء میں کبھی نسبت لقب ہو جاتی ہے۔ جیسے خالد بن مخلد القطوانی کوفی تھے۔ ان کا لقب قطوانی تھا اور اس سے یہ ناراض ہوتے تھے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف کنیت مجردہ۔ مفردہ اور القاب کے سلسلے میں کچھ مفید اور اہم امور بیان کر رہے ہیں کہ القاب تو وہ ہے جو مسمّٰی کی رفعت اور مرتبہ کو ظاہر کرے۔ یہ کبھی نام۔ کبھی کنیت۔ کبھی کسی مرض وغیرہ پر بھی اطلاق کر لیا جاتا ہے۔ اور نسبت میں کبھی قبیلہ کبھی وطن کبھی پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ماتن کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

حل لغات الکنی المجردۃ۔ محض کنیت ہو لقب و نام نہیں۔ کنیت مفردہ وہ کنیت جو صرف اسی کی ہو دوسرے کی نہ ہو۔

القاب۔ جو وصف خوبی پر دلالت کرے۔

بلفظ الاسم۔ جیسے سفینہ مولی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔

بلفظ الکنیۃ۔ جیسے ابو تراب۔ علیہ۔ مرض۔ جیسے الاعرج۔ لنگڑا۔ اعمش۔ چندھا

فی المتقدمین اکثر۔ چونکہ وہ انساب کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ مجاورۃ۔ پڑوسی ہونے کی وجہ سے۔

الاتفاق والاشتباہ۔ جیسے بزار اور بزاز۔ ایک را اور دوسرے میں زا منقوطہ۔ اسی طرح حمال، حمّال۔ لقب۔ لقب ہو جائے۔ جیسے قطوانی سے مشہور ہو گئے تو کوفی تھے۔ قطوانی یا تو صفت ہے۔ یعنی آہستہ چلنے والا۔ یا کسی علاقے کی طرف نسبت ہے۔ خالد کو یہ نسبت پسند نہ تھی۔ اسی لئے خفا ہوتے تھے۔

وَمِنَ الْمُهِمِّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ أَسْبَابِ ذٰلِكَ أَيِ الْأَلْقَابِ وَالنِّسَبِ الَّتِي بَاطِنُهَا عَلَى خِلَافِ ظَاهِرِهَا وَكَذَا مَعْرِفَةُ الْمَوَالِي مِنَ الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلِ بِالرِّقِّ أَوْ بِالْحِلْفِ أَوْ بِالْإِسْلَامِ لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْمَوْلَى وَلَا يُعْرَفُ تَمْيِيزُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالتَّنْصِيصِ عَلَيْهِ وَمَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْقُدَمَاءُ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ وَمِنَ الْمُهِمِّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ آدَابِ الشَّيْخِ وَالطَّالِبِ وَيَشْتَرِكَانِ فِي تَصْحِيحِ النِّيَّةِ وَالتَّطْهِيرِ عَنْ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا وَتَحْسِينِ الْخُلُقِ وَيَنْفَرِدُ الشَّيْخُ بِأَنْ يُسْمِعَ إِذَا احْتِيجَ إِلَيْهِ وَأَنْ لَا يُحَدِّثَ بِبَلَدٍ فِيهِ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ بَلْ يُرْشِدُ إِلَيْهِ وَلَا يَتْرُكُ إِسْمَاعَ أَحَدٍ لِنِيَّةٍ فَاسِدَةٍ وَأَنْ يَتَطَهَّرَ وَيَجْلِسَ بِوَقَارٍ وَلَا يُحَدِّثُ قَائِمًا وَلَا عَجِلًا وَلَا فِي الطَّرِيقِ إِلَّا إِنِ اضْطُرَّ إِلَى ذٰلِكَ وَأَنْ يُمْسِكَ عَنِ التَّحْدِيثِ إِذَا خَشِيَ التَّغَيُّرَ أَوِ النِّسْيَانَ لِمَرَضٍ أَوْ هَرَمٍ وَإِذَا اتَّخَذَ مَجْلِسَ الْإِمْلَاءِ أَنْ يَكُونَ لَهُ مُسْتَمْلٍ يَقِظٌ وَيَنْفَرِدُ الطَّالِبُ بِأَنْ يُوَقِّرَ الشَّيْخَ وَلَا يُضْجِرَهُ وَيُرْشِدُ غَيْرَهُ لِمَا سَمِعَهُ وَلَا يَدَعُ الْاِسْتِفَادَةَ لِحَيَاءٍ أَوْ تَكَبُّرٍ وَيَكْتُبُ مَا سَمِعَهُ تَامًّا وَيَعْتَنِي بِالتَّقْيِيدِ وَالضَّبْطِ وَيُذَاكِرُ بِمَحْفُوظِهِ لِيَرْسَخَ فِي ذِهْنِهِ.

ترجمہ:۔ اور نیز اہم امور میں سے اس کے اسباب یعنی القاب اور ان کی وہ نسبتیں جو ظاہر کے خلاف ہوں۔ اسی طرح مولیٰ اعلیٰ کی اور مولیٰ اسفل کی معرفت خواہ غلامی کے اعتبار سے ہو یا حلیف کے اعتبار سے ہو یا اسلام کے اعتبار سے چونکہ ان سب پر مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس کی تمیز نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ صراحۃً اس کا علم نہ ہو۔ اور بھائی بہنوں کا جاننا بھی ہے متقدمین نے اس پر کتاب لکھی ہے۔ جیسے علی بن مدینی اور اہم امور میں سے شیخ و

شاگرد کی معرفت بھی ہے۔ دونوں اس امر میں مشترک ہیں کہ اپنی نیتوں کی تصحیح کریں۔ اور دنیاوی اغراض سے اپنے آپ کو پاک رکھیں۔ اور اپنے اخلاق پاک رکھیں اور شیخ کے آداب خاص کر یہ ہے کہ اس وقت روایت کرے جب ضرورت ہو۔ اور اس علاقے میں روایت بیان نہ کرے جہاں اس سے بڑا کوئی ہو۔ بلکہ اس سے رہنمائی حاصل کرے۔ اور کسی نیت فاسدہ کی وجہ سے حدیث کی روایت کو نہ چھوڑے۔ اور یہ کہ صاف پاک رہے وقار سے بیٹھے۔ کھڑے ہو کر روایت نہ کرے۔ نہ جلدی کرے۔ نہ راستے میں روایت کرے۔ ہاں مگر یہ کہ شدید ضرورت پڑ جائے۔ اور یہ کہ روایت حدیث سے رک جائے۔ جب کہ اختلاط یا بھول جانے کا خدشہ ہو۔ مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے۔ اور جب املا کی مجلس اختیار کرے۔ تو ایسے املا کرنے والے کو اختیار کرے جو بیدار مغز ہو۔

اور شاگرد کے یہ خاص آداب ہیں کہ وہ شیخ کی تعظیم کرے۔ اسے وقت نہ کرے۔ اس سے ملنے کے بعد اسکے علاوہ (کسی ساتھی) سے رہنمائی حاصل کرے۔ حیا اور کبر کی وجہ سے اس سے استفادہ نہ ترک کرے اور جو سن لے۔ اسے پورا پورا لکھ لے۔ اور اعراب و نقطوں کے ساتھ لکھے۔ اور جو یاد ہو جائے اس کا مذاکرہ کرتا رہے۔ تاکہ ذہن میں راسخ ہو جائے۔

تشریح:- اس عبارت مذکورہ سے مولف چند اہم امور کی واقفیت کی اہمیت اور نشاندہی کر رہے ہیں۔

(۱) القاب اور نسبت جو ظاہر کے خلاف ہو۔ مثلاً محمد بن سنان عوقی عوقہ میں نازل ہونے کی وجہ سے۔ ابو مسعود عقبہ بدری۔ انکو بدر میں شرکت کی وجہ سے نہیں بلکہ مقام بدر میں سکونت کی وجہ سے۔

(۲) مولی کا استعمال۔ غلام اور آقا کے معنی میں آتا ہے۔ کبھی حلیف یا ان کے ہاتھ پر اسلام لانے کی وجہ سے بھی مولی کہا جاتا ہے ان کا جاننا بھی اہم ہے۔ جیسے حسن بن عیسیٰ کو ابن مبارک کے ہاتھ پہ اسلام لانے کی وجہ سے مولی ابن مبارک کہا جاتا ہے۔

(۳) بھائی اور بہنوں کا بھی جاننا ضروری ہے جیسے مثلاً عبداللہ۔ عتبہ دونوں ابن مسعود کے اولاد ہیں۔

(۴) اس کے بعد مولف نے آداب الشیخ والطالب بیان کیا ہے جو فن کے اہم ترین امور

شمار ہے۔

شیخ کے چند اہم آداب یہ ذکر کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ علوم نبوی کے وارث ہیں حامل انوار الٰہی اور نبوت ہیں۔

(۱) صحیح نیت: خالص خدا کی رضا کے واسطے ہونا۔ (۲) دنیاوی اغراض، حب جاہ و مال، نمود و شہرت سے پاک ہونا۔ (۳) عمدہ اخلاق سے مزین ہونا۔ (۴) ہر وقت حدیث کا دروازہ نہ کھولنا بلکہ جب کوئی طلب کرے۔ (۵) اپنے سے بڑے کی موجودگی میں اس سے فیض اٹھانا۔ (۶) کسی دنیاوی غرض نہ حاصل ہونے سے ترک کر دینا مثلاً عزت و مال نہ حاصل ہونے کی وجہ سے روایت نہ کرنا۔ (۷) نظافت اختیار کرنا۔ (۸) وقار سے بیٹھنا۔ (۹) کھڑے ہو کر روایت نہ کرنا۔ (۱۰) جلدی نہ کرنا۔ (۱۱) راستہ میں بیان نہ کرنا ہاں مگر ضرورت سے۔ (۱۲) حافظہ کمزور اور نسیان واقع ہو جایا کرے تو ترک روایت کرے۔ (۱۳) مجلس املاء میں املا کسی بیدار مغز سے املا کرانا۔

اور طالبین حدیث کے یہ آداب ہیں: (۱) شیخ کی تعظیم کرنا۔ (۲) ان کو ملال نہ پہنچانا۔ (۳) سنی ہوئی روایت کو دوسرے سے بتانا۔ (۴) کبر اور شرم سے استفادہ ترک نہ کرے۔ (۵) نقطوں اور اعراب کے ساتھ لکھنا۔ (۶) مذاکرہ کرتے رہنا تاکہ ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اس فن پر محدثین نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔

حل: یشترک فی۔ استاذ شاگرد دونوں کے آداب۔ یذکر د۔ تنہا شیخ کے آداب

ان یسمع اول ست شاذ روایت کرنا۔ اولی علم میں۔ یا علو سند میں یا کثرت روایت میں

یتطہر: وضو، غسل، مسواک، عطر وغیرہ کا استعمال۔

التغیر اختلاط کی کمی ہو جانا۔ ہرم شدت بڑھاپا کبر سنی۔

مستملی: شیخ کی حدیث مجلس میں بلند آواز سے دوسرے تک آواز پہونچانے والا۔

تامہ: تحمل بالاستیعاب۔ یتذاکر تکرار اور دہراتے رہنا

زمن الفہم معرفۃ بین التحمل والاداء و الاصح اعتبار من التحمل بالتمییز ھنا فی السماع و قد جرت عادۃ المحدثین باحضارہم الاطفال مجالس الحدیث و یکتبون لہم انہم حضروا و لا بد لہم فی مثل ذلک من اجازۃ المسمع و الاصح

وفي سن الطلب بنفسه أن يتأهل لذلك ويصح تحمل الكافر أيضا إذا أداه بعد إسلامه وكذا الفاسق من باب الأولى إذا أداه بعد توبته وثبوت عدالته وأما الأداء فقد تقدم أنه لا اختصاص له بزمن معين بل يقيد بالاحتياج والتأهل لذلك وهو مختلف باختلاف الأشخاص وقال ابن خلاد إذا بلغ الخمسين ولا ينكر عليه عند الأربعين وتعقب بمن حدث قبلها كمالك

ترجمہ:- اور اہم امور میں سے تحمل حدیث کی عمر کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اصح یہ ہے کہ سن تحمل میں تمیز کا اعتبار ہے یہ تو سماع کے سلسلے میں ہے۔ محدثین کی یہ عادت جاری ہے کہ وہ مجالس حدیث میں بچوں کو حاضر ہونے کو کہتے ہیں اور ان کو تحریر بھی دیتے ہیں کہ وہ حاضر ہوئے ہیں۔ اور ان امور میں سننے والوں کو اجازت ضروری ہے۔ اور سن طلب کے سلسلے میں اصح یہ ہے کہ وہ خود اس کا اہل ہو جائے۔ اور کافر بھی تحمل حدیث کے لائق ہے، جب کہ وہ اسلام کے بعد ادا کرے۔ اور فاسق تو بدرجہ اولی ہوگا۔ جب کہ وہ توبہ اور عدالت کے ثابت ہونے کے بعد روایت کرے۔ اور بہر حال ادائے حدیث کے متعلق (کس عمر میں روایت کریگا) تو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسکے لئے کسی خاص زمانہ کی قید نہیں بلکہ ضرورت و لیاقت و اہلیت شرط ہے۔ اور لوگوں کے حوال کے اعتبار سے مختلف ہے۔ ابن خلاد نے کہا جب پچاس کی عمر ہو جائے۔ اور چالیس سال کی عمر پر انکار نہ کیا جائے۔ اور ان لوگوں نے تعقب کیا ہے جنھوں نے اس عمر سے قبل حدیث روایت کی۔

تشریح:- اس مقام سے مولف ادائے و تحمل حدیث یعنی حدیث پاک کے حاصل اور روایت کی عمر کو بیان کر رہے ہیں قول محقق یہ ہے کہ جب سن تمیز اور معرفت کو پہونچ جائے۔ حاصل کر سکتا ہے۔ بعضوں نے تو پانچ سال بھی کہہ دیا ہے۔

روایت حدیث کے سلسلے میں بھی اصل یہ ہے کہ جب صلاحیت اور اہلیت ہو جائے۔ بعضوں نے عمر کی قید کو ملحوظ رکھا ہے جیسے اہل شام نے ۳۰، اہل کوفہ نے ۲۰ اور اہل بصرہ نے دس سال کو بہتر بتایا ہے۔ ابن خلاد نے چالیس عمر کہا ہے۔ اسی طرح حالت کفر و فسق میں سن کر اسلام کے بعد اور توبہ محقق کے بعد روایت کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ جبیر بن مطعم نے حالت کفر میں سن کر اسلام لانے کے بعد روایت کی۔

محل سن تحمل۔ طلب حدیث اور اخذ سماع کی عمر۔
عادة المحدثین۔ چھوٹے بچوں کو بھی مجلس حدیث میں آنے دیتے تھے تاکہ ان کی عادت ہو اور شرکت حدیث سے مستفیض ہوں اور صغر سے ہی نور علم سے متعلق ہوں۔
یکتبون۔ تحریر تاہے۔
باختلاف الاشخاص۔ یعنی مختلف ذہانت اور شوق و میلان کے اعتبار سے۔
کیونکہ امام مالک نے اس کے برخلاف کم عمری میں روایت شروع کردی تھی۔ اسلئے انھوں نے اس قول پر رد کیا ہے جو صغر سنی میں منع کرتے ہیں۔
وَ مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ صِفَةِ الضَّبْطِ فِي الْكِتَابِ وَ صِفَةِ كِتَابَةِ الْحَدِيْثِ وَ هُوَ اَنْ يَكْتُبَهُ مُبَيَّنًا مُفَسَّرًا وَ يُشْكِلَ الْمُشْكِلَ مِنْهُ وَ يَنْقُطَهُ وَ يَكْتُبُ السَّاقِطَ فِي الْحَاشِيَةِ الْيُمْنٰى مَادَامَ فِي السَّطْرِ بَقِيَّةٌ وَ اِلَّا فَفِي الْيُسْرٰى وَ صِفَةِ عَرْضِهٖ وَ هُوَ مُقَابَلَتُهٗ مَعَ الشَّيْخِ الْمُسْمِعِ اَوْ مَعَ ثِقَةٍ غَيْرِهٖ اَوْ مَعَ نَفْسِهٖ شَيْئًا فَشَيْئًا وَ صِفَةِ سِمَاعِهٖ بِاَنْ لَا يَتَشَاغَلَ بِمَا يُخِلُّ بِهٖ مِنْ نَسْخٍ اَوْ حَدِيْثٍ اَوْ نُعَاسٍ وَ صِفَةِ اِسْمَاعِهٖ كَذٰلِكَ وَ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ مِنْ اَصْلِهِ الَّذِيْ سَمِعَ فِيْهِ اَوْ مِنْ فَرْعٍ قُوْبِلَ عَلٰى اَصْلِهٖ فَاِنْ تَعَذَّرَ فَلْيَجْبُرْهُ بِالْاِجَازَةِ لِمَا خَالَفَ اِنْ خَالَفَ وَ صِفَةِ الرِّحْلَةِ فِيْهِ حَيْثُ يَبْتَدِئُ بِحَدِيْثِ اَهْلِ بَلَدِهٖ فَيَسْتَوْعِبُهٗ ثُمَّ يَرْحَلُ فَيُحَصِّلُ فِي الرِّحْلَةِ مَا لَيْسَ عِنْدَهٗ وَ يَكُوْنُ اِعْتِنَاؤُهٗ بِتَكْثِيْرِ الْمَسْمُوْعِ اَكْثَرَ مِنْ اِعْتِنَائِهٖ بِتَكْثِيْرِ الشُّيُوْخِ۔

ترجمہ:- اور اہم ترین امور میں کتاب و تحریر کے طریقے کی معرفت ہے۔ حدیث پاک کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ واضح صاف صاف الگ الگ لکھے۔ مشکل کلموں کے اعراب کو ظاہر کرے۔ نقطہ لگائے۔ اور جو چھوٹ جائے تو اس کے دائیں کنارے (حاشیہ) میں لکھے جب تک سطر باقی ہو۔ ورنہ تو بائیں حاشیہ میں لکھے (یہ قدیم طریقہ تھا) اور اس کے پیش یعنی مقابلہ (ملانے) کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے شیخ جس سے سنا ہو اس سے کرے یا اس کے علاوہ ثقہ سے کرے۔ یا خود آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کرے۔ اور انھیں اہم امور میں سماع کے طریقہ کا جاننا بھی ہے۔ کہ ایسی چیزوں میں مشغول ہو کر نہ سنے کہ اس میں خلل پیدا کرے چاہے لکھنا ہو یا بات کرنا ہو یا نیند ہو گھبرا ہو۔ اور سنانے اور روایت کی بھی یہی شرط

ہے کہ وہ اس اصل سے روایت کرے جس میں اس نے سنا ہو (یعنی نقل کردہ سے) یا اس کے فرع سے جس کا اصل سے مقابلہ کیا جا چکا ہو۔ اگر (اصل یا فرع جس کا مقابلہ کیا جا چکا ہو) ایسا نہ ہو سکے متعذر ہو جائے تو وہ اپنے شیخ سے اس کی کی اجازت لے کر تلافی کرے۔ جب کہ وہ شیخ کی مرویات کے خلاف ہو۔ مثلاً اس کے بیان کردہ لفظ کے علاوہ سے لکھا ہو۔ اور طلب حدیث کی سفر کے متعلق یہ ہے کہ اولاً اپنے علاقے کے محدث سے حدیث روایت حاصل کرے۔ اور اس سے مکمل حاصل کر لے تو پھر ان (احادیث) کے لئے کرے جو ان کے پاس نہیں حاصل ہو سکے تھے۔ مشائخ کی کثرت کے مقابلہ میں اس کی توجہ مسموعات (روایتوں) کی کثرت کی طرف ہو۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اولاً حدیث پاک کے لکھنے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ صاف واضح، خوشخط، اعراب و نقطوں کے ساتھ لکھے۔ اور کچھ چھوٹ جائے تو دائیں پھر بائیں حاشیہ میں لکھے۔ پھر اس کا مقابلہ کرے تاکہ غلطی واضح ہو جائے۔ خیال رہے کہ اس عہد میں چونکہ طباعت کی شکل پیدا نہیں ہوئی تھی ہاتھ ہی سے یہ عظیم ذخیرے لکھے جاتے تھے اس لئے ان امور کا لحاظ کرنا ضروری تھا۔ اب بھی تحریر کی یہی اہم امور ہیں۔ اس زمانہ میں حاشیہ دونوں جانب رائج تھا۔ اب پہلے صفحہ میں بائیں جانب اور دوسرے صفحہ میں دائیں جانب رائج ہے چونکہ سل جاتے ہیں علیحدہ علیحدہ نہیں رہتے۔ مولف نے علمی سفر کے آداب کا بھی ذکر کیا ہے کہ اولاً اپنے علاقے کے اہل علم سے رجوع کرے۔ پھر ان سے فارغ ہونے کے بعد سفر کا رخ اختیار کرے۔ نیز یہ کہ شیوخ کی کثرت کے مقابلہ میں روایتوں کی کثرت پر دھیان دے۔

حل: مبیناً مفسراً۔ صاف صاف خوشخط لکھے کہ اس کے خلاف لکھنے سے اپنا لکھا بھی کبھی نہیں سمجھ میں آتا ہے۔

بشکل۔ اعراب وغیرہ لگانا۔ مستحب یہ ہے کہ اعراب اور نقطوں کے ساتھ لکھے تاکہ بعد میں اشتباہ نہ ہو۔

الساقط۔ بھول سے چھوٹ جائے۔ حاشیہ الیمنی۔ دائیں جانب۔ اب حاشیہ لکھنے کا طریقہ وہ ہے جو تشریح میں ذکر کیا گیا۔ عرضہ۔ لکھے ہوئے کا ملانا مقابلہ کرنا۔

لا یشاغل۔ سماع حدیث کے وقت دھیان لگائے رہے۔ بات کرنے وغیرہ میں مدد ہے کہ ذہن سے ذہول ہو جائے۔

اسماع۔ روایت کرنے کی بھی شرطیں ہیں۔ فرع ۔ اصل کی نقل۔ جو ملائی ہوئی ہو۔

لیعیرہ۔ شیخ سے کسی جزئی کی تلافی کرے۔ اور فرق ہو جائے تو اسکی اجازت سے پھر لکھے۔ اول مخالف کا فاعل شیخ ثانی کا طالب ہے۔

رحلة۔ طلب حدیث کیلئے وطن سے باہر نکلنا۔ یہ اسلاف کی عادت و سنت رہی ہے۔

اکثر من اعتقاده۔ جماعت نے مسموع کی کثرت کو افضل بتایا ہے ورنہ تو اسلاف ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کیلئے متعدد مشائخ کے پاس جاتے تھے جیسے امام بخاری بخاری وغیرہ۔

وَ صِفَةُ تَصْنِيفِهِ وَ ذٰلِكَ إِمَّا عَلَى الْمَسَانِيدِ بِأَنْ يَجْمَعَ مُسْنَدَ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلٰى حِدَةٍ فَإِنْ شَاءَ رَتَّبَهُ عَلَى سَوَابِقِهِمْ وَ إِنْ شَاءَ رَتَّبَهُ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ وَ هُوَ أَسْهَلُ تَنَاوُلًا أَوْ تَصْنِيفُهُ عَلَى الْأَبْوَابِ الْفِقْهِيَّةِ أَوْ غَيْرِهَا بِأَنْ يَجْمَعَ فِي كُلِّ بَابٍ مَا وَرَدَ فِيهِ مِمَّا يَدُلُّ عَلَى حُكْمِهِ إِثْبَاتًا أَوْ نَفْيًا وَ الْأَوْلَى أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى مَا صَحَّ أَوْ حَسُنَ فَإِنْ جَمَعَ الْجَمِيعَ فَلْيُبَيِّنْ عِلَّةَ الضَّعِيفِ أَوْ تَصْنِيفُهُ عَلَى الْعِلَلِ فَيَذْكُرُ الْمَتْنَ وَ طُرُقَهُ وَ بَيَانَ اخْتِلَافِ نَقَلَتِهِ وَ الْأَحْسَنُ أَنْ يُرَتِّبَهَا عَلَى الْأَبْوَابِ لِيَسْهُلَ تَنَاوُلُهَا أَوْ يَجْمَعَهُ عَلَى الْأَطْرَافِ فَيَذْكُرُ طَرَفَ الْحَدِيثِ الدَّالَّ عَلَى بَقِيَّتِهِ وَ يَجْمَعُ أَسَانِيدَهُ إِمَّا مُسْتَوْعِبًا أَوْ مُتَقَيِّدًا بِكُتُبٍ مَخْصُوصَةٍ.

ترجمہ ۔ تالیف احادیث کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو مسانید کی شکل پر مرتب کرے۔ بایں طور کہ ہر صحابی کی حدیث کو الگ الگ لکھے۔ چاہے تو فضیلت کی ترتیب سے لکھے۔ چاہے تو حروف ہجائیہ کی ترتیب سے لکھے۔ اور اس سے فائدہ اٹھانا سہل ہے یا فقہی ابواب وغیرہ پر تصنیف کرے۔ بایں طور کہ ہر باب کی وہ حدیث جمع کرے جو اس کے بارے میں وارد ہو وہ نفیاً یا اثباتاً دلالت کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ صحیح یا حسن پر اکتفا کرے۔ اور اگر ہر طرح کی حدیث بیان کرے تو اس کی علت ضعف کو بیان کردے یا علل پر تصنیف کرے کہ متن کو ذکر کرے۔ پھر اس کے طرق کو بیان کرے۔ پھر اس کے ناقلین کے اختلاف کو بیان کرے۔ بہتر یہ ہے کہ ابواب پر ترتیب دے۔ تاکہ استفادہ آسان ہو۔ اس کے اطراف کو

جمع کرے۔ پھر حدیث کے اطراف کو بیان کرے جو بقیہ پر دلالت کرے۔ پھر اس کی تمام
سندیں جمع کر دی جائیں یا تمام کی استیعاب کے ساتھ یا خاص کتابوں کی قید کے ساتھ اس کو
بیان کر دیا جائے۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف احادیث کے انواع و اقسام تصانیف کو بیان کر رہے ہیں۔
کتب حدیث کی تصنیف و ترتیب کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ تقریباً ۳۳ طرق و کیفیت تصانیف
جسے عاجز نے رسالہ ارشاد اصول حدیث میں بیان کیا ہے۔ یہاں حافظ نے چند شکلیں ذکر کی
ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ترتیب مسند۔ مشائخ یا صحابہ کی ترتیب سے ہو۔ خواہ انکی ترتیب
میں مراتب فضیلت کا لحاظ ہو یا تقدم و تاخر زمانہ کا لحاظ ہو یا حروف ہجائیہ کی ترتیب سے ہو۔

ترتیب فقہی۔ فقہا کی ترتیب پر ہو مثلاً اولاً کتاب الطہارۃ۔ کتاب الصلوٰۃ۔ پھر اس
میں صرف صحاح کو یا حسن کو بھی درج کرے۔ یا ہر قسم کی احادیث درج کر دے اس کی
تحقیق کے ساتھ جیسے امام ترمذی۔ یہ شکل کی ترتیب کو لازم رکھے احادیث کے حکم کو بیان
کر دے اس کے طرق اور ناقلین کے اختلاف کو بیان کر دے۔ اطراف یا اطراف کو بیان
کرے کہ ان احادیث کے اول الفاظ ذکر کر دیئے جائیں تاکہ باقی کی معرفت حاصل
ہو جائے۔ اور تخریج حوالہ ذکر کر دیا جائے کہ اس کا ماخذ فلاں ہے یا پوری حدیث
باستیعاب نقل کر دی جائے اسکے علاوہ اور بھی انواع تصانیف ہیں۔

ومن المهم معرفة سبب الحديث وقد صنف فيه بعض الشيوخ القاضي أبي يعلى
ابن الفراء الحنبلي وهو أبو حفص العكبري وقد ذكر الشيخ تقي الدين بن دقيق
العيد أن بعض أهل عصره شرع في جمع ذلك وكأنه ما رأى تصنيف العكبري
المذكور وصنفوا في غالب هذه الأنواع على ما أشرنا إليه غالبا وهي أي هذه
الأنواع المذكورة في هذه الخاتمة نقل محض ظاهرة التعريف مستغنية عن
التمثيل وحصرها متعسر فليراجع لها مبسوطاتها ليحصل الوقوف على حقائقها
والله الموفق والهادي لا إله إلا هو عليه توكلت وإليه أنيب وحسبنا الله
ونعم الوكيل والحمد لله رب العالمين وصلى الله على خير خلقه نبي الرحمة
محمد وآله وصحبه وأزواجه وعترته إلى يوم الدين

ترجمہ:- اور انہیں اہم امور میں اسباب حدیث کی معرفت بھی ہے۔ اس پر بعض شیوخ قاضی ابو یعلیٰ ابن الفراء الحنبلی ہیں اور ابو حفص العکبری سے موسوم ہیں اور شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے ذکر کیا کہ بعض اہل عصر نے اس پر کام شروع کیا تھا گویا کہ وہ العکبری کی تصنیف سے واقف نہیں تھے۔ اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اور یہ انواع مذکورہ جو خاتمہ میں ہیں محض ان کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔ ان کے مثالوں کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور ان کا حصر (پورا بیان) مشکل ہے۔ پس اس کے لئے بڑی کتابوں کی طرف رجوع کریں تاکہ ان کے حقائق پر اطلاع حاصل ہو جائے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ وہی حق کی رہنمائی کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر بھروسہ ہے اور اسی کی جانب توجہ ہے۔ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے پروردگار جہاں ہی کے لئے تمام تعریف ہے۔ خدا کی رحمت مخلوق کے بہترین نبی رحمت محمد پر اور ان کے آل اور ان کے اصحاب وازواج مطہرات پر۔ اور ان کے خاندان پر تا قیامت نازل ہو۔

تشریح:- اس مقام سے فن کے ایک اہم ترین امر اسباب ورود حدیث کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں۔

اسباب ورود حدیث۔ حدیث پاک کے سبب ورود کو ذکر کرنا۔ اس فن پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اولاً عکبری نے لکھی اس کے بعد خالد کرنی اور علامہ سیوطی نے اور اس دور میں پائی جانے والی کتاب ابن حمزہ دمشقی کی البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث ہے۔ غالب فی ھذا الانواع ۸۰ یا ۱۰۰ سے زاید کی تعداد سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ وہی وہ انواع جو خاتمہ کے ذیل میں بیان کئے گئے۔ مستغنیہ التمثیل۔ یعنی مثالوں کے پیش کرنے سے یہ رسالہ قاصر ہے۔ اس کے انواع وامثال کی واقفیت کے لئے بڑی کتابوں کی طرف رجوع کی جائے۔

تمت بالخیر بفضل اللہ

بفضل اللہ و عونہ قد وقع الفراغ لیلۃ الجمعۃ من جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ